جبر اور جمہوریت

بیگم کلثوم نواز شریف



جبر اور جمہوریت

بیگم کلثوم نواز شریف

جبر اور جمہوریت

بیگم کلثوم نواز شریف

نام کتاب	جبر اور جمہوریت
مصنفہ	بیگم کلثوم نواز شریف
سال اشاعت	فروری، 2007ء
کمپیوٹر کوڈ	1S 130
قیمت	-/400روپے

ترتیب

عرض ناشر

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف پاکستان کی وہ بلند اقبال اور پر عزم خاتون ہیں جنہوں نے جمہوریت کے لئے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ وہ ایک گھریلو خاتون ہیں جب 17 نومبر 1999ء کو ان کے شوہر وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو جنرل پرویز مشرف نے گرفتار کر کے لانڈھی جیل بھیج دیا تو وہ اچانک سیاست کے افق پر نمودار ہوئیں انہوں نے اپنے شوہر کو قید سے نجات دلانے کے لئے ایسا شاندار کردار ادا کیا کہ بڑے بڑے سیاستدان ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ محترمہ کلثوم نواز شریف کے اس مجاہدانہ کردار نے نہ صرف شریف فیملی کا سر فخر سے بلند کر دیا بلکہ میدان سیاست میں شرافت اور حق گوئی کی لاج رکھ لی۔ جب بڑے بڑے جغادری سیاستدان ذاتی مصلحت کی تحت اپنی وفاداریاں تبدیل کر رہے تھے اور شریف فیملی کے ممنون احسان ہزاروں افراد وقت کے تیور دیکھ کر اپنے منہ چھپاتے پھرتے تھے تو ایسے دگرگوں حالات میں یہ عظیم خاتون میدان سیاست میں اس انداز سے نمودار ہوئی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ چار دیواری کو خیر باد کہنے والی خاتون دوبارہ چار دیواری کی زیب و زینت بنی ہو۔ لیکن بیگم کلثوم نواز شریف وہ واحد خاتون ہیں جو اپنے خاندانی وقار کے لئے دوبارہ اپنی چار دیواری میں واپس چلی گئیں۔

ادارہ ساگر پبلشرز بڑے فخر سے محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف کی اس سیاسی جدوجہد کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ درحقیقت یہ محترمہ کی خودنوشت ہے جو صرف ان

کے سیاسی کردار کو نمایاں کرتی ہے۔ اس میں 12 اکتوبر 1999ء سے لے کر 2001ء یعنی میاں محمد نواز شریف کی جلاوطنی تک کے واقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

ادارہ کیپٹن محمد صفدر کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے ساگر پبلشرز کا انتخاب کیا۔ بلاشبہ کیپٹن محمد صفدر داماد سے بڑھ کر ایک بیٹے کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کی یہ جدو جہد جمہوریت اور پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

ہم دیوان کریم پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف اور ایم ڈی ضیاء القرآن پبلی کیشنز جناب پیرزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب کے از حد احسان مند ہے جو مسلسل ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔

ادارہ اس سے پہلے ملکی سیاست پر کتابیں شائع کرتا رہا ہے۔ ان کتب کو ہر سطح پر خوب پذیرائی ملی۔ امید ہے کہ حسب سابق قارئین ہماری اس کاوش کو بھی پسند کریں گے اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

اذان ضمیر

12 اکتوبر 1999ء کا سیاہ دن پاکستان کی تاریخ میں جمہوریت اور آئینی سیاست کی قانونی عملداری کے خاتمے کا منحوس ترین دن ہے۔ ملک کی دو تہائی اکثریت کے حامل وزیراعظم جناب محمد نواز شریف کو خود ساختہ فوجی حکمران جنرل (ر) پرویز مشرف نے جمہوریت پر ڈاکہ زنی کر کے پابند سلاسل کر دیا، اسمبلیاں، سینٹ اور آئین سمیت سب کچھ ہی ختم کر ڈالا۔ تب ملک کے اندر ایک سکوت مرگ طاری تھا۔ ہر شخص دم بخود اور خوفزدہ بلکہ سخت حیران اور پریشان بھی تھا کہ یہ سب کچھ کیوں کر ہو گیا۔ شہری بنیادی، آئینی اور انسانی نیز ہر قسم کے قانونی اور سیاسی حقوق معطل ہو گئے۔ ایک آمر مطلق کا جاری کردہ ''فرمان امروز'' یعنی (Order of the day) ملک کا آئین بن گیا۔ پی سی او کے نفاذ کے بعد یکطرفہ اور غیر شفاف احتساب اور سیاسی انتقام کا بدلگام منفی دور شروع ہوا۔ سپریم کورٹ کے 12 ججوں پر مشتمل نئے فل بینچ نے 12 مئی 2000ء کو 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی اقدام کو قانون ضرورت کے تحت حق بجانب، درست اور جائز قرار دے دیا۔ اس کے بعد پی سی او کو اقتدار اعلیٰ کا درجہ مل گیا۔ نواز شریف کے خلاف احتساب بیورو (N. A. B) نے کام شروع کر کے اندھے کی لاٹھی گھما دی۔

اس سارے قضیہ میں تذبذب اور گومگو کی کیفیت سیاست پر آسیب بن کر چھائی رہی۔ لوگ دل کی بات کرنے اور سننے کو ترس گئے۔ ابہام کا دور بھیانک اور گھناؤنی رات میں ڈھلتا چلا گیا۔ نام نہاد طیارہ سازش کیس، فوجی ایکشن اور جمہوریت کے خلاف طالع آزما

اقتدار کے بھوکے مٹھی بھر خودسروں کی سازش کو چھپانے اور جمہوریت پر ڈاکہ مارنے کے جواز کو محکم بنانے کے لئے شریف الدین پیرزادہ، عزیز اے منشی اور دیگر قانونی مشیروں کی مدد حاصل کی گئی۔ ملک کے اندر بی بی سی لندن کے تجزیہ کے مطابق واحد حزب اختلاف صرف اور صرف خاتون اول اسلامی جمہوریہ پاکستان محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف ہیں جن کی جرأت مند شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔ انہوں نے عزم، حوصلے اور تسلسل کے ساتھ آمریت کو للکارا اور سازشی عناصر کے کردار کو بے نقاب کیا۔ مجلس تحفظ پاکستان کے تاریخی اور اہم اجلاسوں میں محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف کے بصیرت افروز خطاب کو سننے کے لئے ملک کے کونے کونے سے نظریاتی اور اصولی سیاست کے حامی اور سرگرم سیاسی کارکن اور مسلم لیگی رہنما ماڈل ٹاؤن میں میاں محمد نواز شریف کے گھر میں جمع ہونا شروع ہوئے۔

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے لوگوں پر صورتحال کی سنگینی کو رفتہ رفتہ اجاگر کیا اور سیاسی حلقوں کو یہ باور کرایا کہ پاک فوج نہیں صرف مٹھی بھر سازشی اور اقتدار کے رسیا عناصر نے جمہوریت اور آئینی نظام کا خاتمہ کیا ہے۔ 18 جون 2000ء کو انہوں نے جو خطاب کیا، وہ اس پر آشوب دور میں یقیناً آمریت پر پہلا پتھر ثابت ہوا۔ اس کے بعد قافلہ چلتا رہا اور آہستہ آہستہ کارواں بنتا چلا گیا۔

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے قائداعظم محمد علی جناح اور اقبال کے خطے پاکستان کو دولخت کرنے کی سازش سے لے کر دوسری مرتبہ بنگال کی طرح اکثریتی صوبہ پنجاب پر فوج کشی کے حوالے سے حقیقی صورتحال لوگوں پر واضح کی۔ ان کا یہ خطاب یقیناً آنے والی اسمبلی کے لئے ایک اچھا روڈ میپ ثابت ہوسکتا ہے۔ محترمہ کے اس خطاب کے بعد ہر تقریر ایک نیا تذکرہ حقیقت قرار پاتی ہے۔ ہر ایک خطاب دکھی دل کی پکار ہی نہیں، اجتماعی قومی ضمیر کی اذان حق بھی ہے جو سیاست کے قبرستان میں دی گئی ہے۔

وائس آف امریکہ کے مطابق: محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے خود کو امریکہ کی مایہ ناز خاتون اول مسز ہیلری کلنٹن کی طرح ایک سرکردہ دانشور خاتون ثابت کر دکھایا ہے۔ انہوں

نے پاکستان کی سیاست میں خود کو ایک ماہر مدبر اور عالمی ہوش و بصیرت رکھنے والی عظیم خاتون قومی رہنما کے طور پر محض چند ماہ کے اندر ابھارا۔ امریکی سفارتی حلقے ہی نہیں برطانوی دولت مشترکہ، یورپ، سارک ممالک اور جمہوری ملکوں کی عالمی پارلیمانی برادری نے پاکستان میں محترمہ کلثوم نواز شریف کو فوجی حکومت اور خود ساختہ حکمران جنرل پرویز مشرف کے خلاف قومی حزب مخالف کا کردار تن تنہا ادا کرنے والی بہادر خاتون قرار دیا۔ محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے اپنی صاف گوئی، لہجے کی بے باکی اور تاثر کے لحاظ سے انتہائی منفرد طرز خطابت سے پاکستانی قوم کے دلوں کو گرما دیا اور انہیں اپنے پامال حقوق چھیننے کے لئے جدوجہد کرنے کی غرض سے سڑکوں پر نکل آنے کی ترغیب دی۔ محترمہ کی سادہ اور شستہ اردو اور محتاط تلفظ پاکستانی سیاست میں خواتین کے حوالے سے بالکل منفرد حقائق ہیں۔ جمہوریت کی بحالی کی تحریک ملک بھر میں صرف اور صرف بیگم کلثوم نواز شریف کی جرأت مندی اور حق گوئی کی وجہ سے سرگرم و منظم ہو سکی ہے کیونکہ ان کے عزم نے لوگوں کو حوصلہ دیا۔

1

جمہوریت کے قتل کی سنگین رات

ایک عجیب سی بے کلی، انجانے اضطراب اور سمجھ میں نہ آنے والی بے سکونی کے باعث پریشان کن اندیشوں اور خدشات نے دل و دماغ کو گھیر رکھا تھا اور شاید آنے والے عجیب لمحات نے اپنے سیاہ پروں کو پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ 11 اکتوبر کی صبح 8 بجے میاں نواز شریف اسلام آباد جانے کے لئے گھر سے نکلے تو جانے کیوں میں انہیں خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ یوں گھر سے جانا تو ان کا معمول تھا۔ میں بظاہر ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے پر کھڑی تھی لیکن میرے دل و دماغ پر وسوسوں کا قبضہ تھا، میں دیکھ رہی تھی کہ میاں نواز شریف قرآن پاک کے نسخے کے نیچے سے گزر کر جا رہے ہیں جو میں نے دروازے کے اوپر اس لئے رکھا ہوا تھا کہ گھر سے نکلنے والا ہر فرد کلام اللہ کے سائے میں سے گزر کر جائے اور آج یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ اس اچانک خیال نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ ہاں یہ کیسا عجیب خیال تھا کہ جب کوئی انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ پھر

دوبارہ کب اور کتنی مدت کے بعد ملے گا؟ اس خیال نے میری روح تک کو لرزا کے رکھ دیا۔ میں نے زور سے سر جھٹک کر اس پریشان کن خیال سے دامن چھڑایا، اسی اثناء میں میاں نواز شریف خدا حافظ کہہ کر روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے یہ خیال کیوں آیا؟ اس وقت اس کی کوئی توجیہہ نہ کر سکی تھی اور اب سوچتی ہوں شاید میرے رب نے آنے والے جانکسل لمحات سے مجھے خبردار کر دیا تھا اور اگلے ہی روز یہ تمام وسوسے، اندیشے اور خدشات ایک بھیانک حقیقت بن کر سامنے آ گئے۔

12 اکتوبر 1999ء کی شام تک وقت کے بے کیف لمحات ایک ایک کر کے گزرتے رہے، ٹیلی ویژن پر شام کے وقت خبریں سن رہی تھی کہ اچانک نیوز ریڈر کی تصویر غائب ہو گئی اور مجھے احساس ہوا کہ شاید کوئی گڑبڑ ہے۔ میں نے فوراً اسلام آباد وزیراعظم ہاؤس فون کیا، آپریٹر نے میری آواز پہچان کر کہا اچھا ابھی ملاتا ہوں لیکن کچھ دیر بعد نواز شریف صاحب نے خود مجھے فون کیا اور کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تاہم اصل صورتحال یہ ہے کہ یہاں (وزیراعظم ہاؤس میں) آرمی آ گئی ہے اور اس نے Take Over (قبضہ) کر لیا ہے۔ میں نے بے تاب ہو کر پوچھا: آپ اس وقت کہاں اور کس حال میں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ابھی تو میں یہیں (وزیراعظم ہاؤس میں) ہوں اور وہ لوگ (آرمی آفیسرز) چاہتے ہیں کہ میں استعفیٰ دے دوں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، میرا ان سے دوسرا سوال یہ تھا کہ شہباز بھائی اور بیٹا حسین کہاں ہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ وہ دونوں میرے پاس ہی ہیں۔

پھر حسین نے مجھ سے بات کی۔ میرا بیٹا حسین مجھے سنگینوں کے سائے تلے بیٹھ کر حوصلہ دے رہا تھا:

"امی! کوئی بات نہیں ایسا وقت بھی آ جاتا ہے۔ الحمدللہ! ہم لوگوں نے کوئی ایسا غلط کام نہیں کیا جس پر آپ کو یا ہمیں کوئی پشیمانی یا ندامت ہو لہٰذا آپ حوصلہ بلند رکھیں"۔

حسین نے مزید بتایا کہ یہاں پرائم منسٹر ہاؤس میں آرمی آفیسرز بیٹھے ہوئے ہیں اور

ابو سے کچھ بات کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بیس پچیس SSG کے کمانڈو جو چراٹ سے لائے گئے ہیں، اپنے ہاتھوں میں جدید قسم کی گنیں اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ گنیں مجھے کلاشنکوف سے ملتی جلتی لگتی ہیں اور یہ لوگ گنز کو کاک کر کے اور سیفٹی کیچ کو فائرنگ پوزیشن میں لگا کر کسی سینئر بندے کے حکم کے منتظر، ہمیں ٹارگٹ بنا کر کھڑے ہیں اور ہم تین نہتے افراد ابو، چچا شہباز اور میں ان کی گولیوں کی زد میں ہیں۔ اس دوران ابو نے ان فوجیوں سے پوچھا: کیا تم ہمیں مارنا چاہتے ہو؟ لیکن وہ خاموشی سے فائرنگ کی پوزیشن میں کھڑے رہے۔ پھر ابو نے فوجی افسروں سے کہا کہ ان اسلحہ برداروں کو باہر بھیجو تو میں تم سے بات کروں گا جس پر ان فوجیوں کو کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا کر دیا گیا، لیکن جنرل محمود اندر ہی بیٹھے رہے اور مسلسل بضد رہے کہ آپ (نواز شریف) استعفیٰ دیں۔ پھر حسین نے اچانک پوچھا کہ وہاں (ماڈل ٹاؤن رہائش گاہ) تو آرمی نہیں آئی، جس پر میں نے کہا: ''ابھی تک تو کوئی نظر نہیں آیا'' اور پھر حسین سے ٹیلی فون چھین لیا گیا۔ حسین سے ہونے والی اس گفتگو کے بعد مانسہرہ سے کیپٹن صفدر کا فون آیا کہ میں تقریباً عصر کی نماز کے بعد سے مسلسل پرائم منسٹر ہاؤس بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہاں سے کوئی ٹیلی فون نہیں اٹھا رہا۔ صفدر نے مجھے بتایا کہ اس وقت میرے پاس کینسر کا ایک مریض لوگ چارپائی پر اٹھا کر لائے ہوئے ہیں اور یہ نوری ہسپتال راولپنڈی میں پرائم منسٹر کے خصوصی فنڈ سے اس کا علاج کروانا چاہتے ہیں مگر میرا رابطہ وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد سے نہیں ہو رہا۔ جب میں نے صفدر کو پوری صورتحال سے آگاہ کیا کہ وزیراعظم نواز شریف نے چیف آف آرمی سٹاف کو ریٹائرڈ کر دیا ہے جس کے ری ایکشن میں فوج نے وزیراعظم ہاؤس کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو صفدر نے بتایا کہ ٹیلی فون کا رابطہ تو تقریباً چار بجے سے کٹا ہوا ہے۔ ابھی ہماری بات ہو ہی رہی تھی کہ ماڈل ٹاؤن کے ٹیلی فون بھی کٹ گئے۔ ہماری رہائش گاہ پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ یوں لگا کہ جیسے مسلح افراد نے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہمارے اوپر حملہ کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ رہائش گاہ کے پہلے حصے میں فوجی دندناتے ہوئے

داخل ہوئے۔ انہوں نے بالکل وحشیانہ انداز میں بڑی بدتمیزی کے ساتھ ٹھڈے مار مار کر دروازے کھولے، ملازمین کو بری طرح زدوکوب کیا اور مار مار کر انہیں گھر سے باہر نکال دیا۔ حملہ آور اس فوجی دستے کو گھر کے ہر فرد کے کمرے کا پتہ تھا اور یہ اپنی گنز کے ساتھ ہر کمرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور باقاعدہ گھر کے ہر فرد کا نام پکار کر پوچھتے رہے کہ فلاں کہاں ہے؟ میں حیران تھی کہ جن لوگوں نے کبھی ماڈل ٹاؤن والے گھر کو دیکھا بھی نہیں تھا جب وہ حملہ آور ہوئے تو وہ گھر کے محل وقوع سے کتنے آشنا تھے۔ جس دستے نے ہمارے گھر پر حملہ کیا اس کے جوان اس قدر بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے کہ انہوں نے سب سے پہلے گھر کے تمام فریج کھولے، جو کچھ ملا کھالیا، بچوں کا دودھ تک پی لیا اور بعض لوگوں نے کچھ انڈے بھی توڑ کر پی لئے۔ جب ہم نے کہا کہ یہ کیا تماشا ہے تو ایک سادہ دل فوجی نے کہا ہمیں اس چیز کا افسوس ہے کہ ہم آپ کے گھر کی چیزیں کھا گئے ہیں، مگر اس نے کہا باجی! ہم صبح ناشتے کے بعد پریڈ گراؤنڈ میں سٹینڈ ٹو تھے اور وہیں سے ہم یہاں تک آ گئے۔ ایمرجنسی کی صورت میں ہم دوپہر کا کھانا نہیں کھا سکے۔ جو ملازم بچے رہائش گاہ کے پچھلے حصے میں ہمارے ساتھ موجود تھے، انہیں میں نے اپنے ساتھ ہی روک لیا اور دروازوں کو کنڈیاں لگوا دیں جس پر فوجیوں نے رہائش گاہ کے اس حصے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان میں سے ایک آفیسر نے بلند آواز میں حکم جاری کیا:

''کوئی شخص اندر سے باہر نہیں نکلے گا''۔

ہم اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔ اپنا گھر جہاں سکون اور عافیت کا احساس ملتا ہے، ہمارے لئے زندان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ایک ایسی قید جس کی کوئی مدت مقرر نہیں تھی، مجھے اپنے سے زیادہ اپنی والدہ کی فکر لاحق تھی جو سخت علیل تھیں۔ میرے والد کی وفات کو ایک ماہ کا عرصہ نہیں ہوا تھا۔ ان کی وفات اور بیماری نے میری والدہ کو پہلے ہی نڈھال کر رکھا تھا۔ اوپر سے اس قیامت صغریٰ سے دوچار ہونا پڑ گیا اور اس صدمے سے ان کی طبیعت اور زیادہ بگڑ گئی۔

میری علیل والدہ اور چھوٹی بیٹی اسماء کے علاوہ میری بڑی بہن بھی میرے ساتھ محبوس ہو کر رہ گئیں۔ ہم مختلف ٹی وی سٹیشن لگا کر باہر کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا اور میری والدہ کی طبیعت تیزی سے بگڑ رہی تھی۔ ان کی تشویشناک حالت کے پیش نظر میں نے فیصلہ کیا کہ والدہ کو صبح ہوتے ہی بڑی بہن کے گھر شفٹ کر دوں گی جو ڈاکٹر ہیں اور ان کے شوہر بھی ڈاکٹر ہیں۔

چنانچہ 13 اکتوبر 1999ء کی صبح میں عقبی رہائش گاہ کے حصے سے باہر آئی اور فوجیوں سے کہا کہ اپنے آفیسر کو بلاؤ جس پر وہ ایک خودسر میجر کو بلا کر لائے، میں نے اس سر پھرے میجر کو اپنے گھر کے تمام حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس کوئی مرد نہیں ہے اور میری والدہ سخت علیل ہیں اس لئے میری والدہ اور میری ہمشیرہ کو آپ ان کے اپنے گھر جانے دیں لیکن اس نے ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیا، اس نے بڑی رعونت سے کہا ''میں انہیں نہیں جانے دوں گا''۔

اس کے رویہ سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اس سے مزید کوئی بات کرنا بے کار ہے۔ چنانچہ اس لمحے میں نے ایک فیصلہ کیا، جسے شاید ماں کی محبت سے مغلوب ہو کر جذباتی فیصلے کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی نکالو اور پھر میجر سے کہا:

''نہ صرف یہ (امی اور بڑی بہن) جائیں گی، بلکہ میں بھی جاؤں گی۔ میں اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلی نہیں رہ سکتی، میں اپنے ساس اور سسر (میاں محمد شریف صاحب) کے پاس رائیونڈ جاؤں گی کیونکہ وہ وہاں اکیلے ہیں''۔

میجر نے کہا آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے میجر سے کہا تم روک سکتے ہو تو روک لو، گولیاں چلانا چاہتے ہو تو شوق پورا کر لو۔ مجھے یقین تھا کہ ایک طرف تو میجر حکم کا پابند ہے وہ بھی کسی ماں کا بیٹا ہے، اس کے گھر میں بھی بہنیں ہیں اور اس کی بھی تربیت کسی اچھی گود نے کی ہوگی۔ حالات جیسے ہی کیوں نہ ہوں، یہ میجر آخر مسلمان

ہے اور اس کے دل میں ہمارے لئے کچھ رحم ضرور ہوگا۔ اور دوسری طرف میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ اگر یزید کے دربار میں وہ جنت کی مالک پاک ہستیاں بے آسرا ہو کر آواز حق بلند کرسکتی ہیں تو آج کیوں نہ ہم ان کی سنت کو زندہ کرلیں۔ جو بھی ہو اس کا خندہ پیشانی سے سامنا کرنا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ ملک میں اس دفعہ جو مارشل لاء لگا ہے یہ تاریخ کا آخری مارشل لاء ہوگا۔

میں نے اپنے اور بیٹی کے کپڑے اور چند ضروری چیزیں گاڑی میں رکھوائیں اور دو ملازموں کے ساتھ ہم سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جب کہ میری بڑی بہن والدہ کے ساتھ پیچھے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ پھر میں نے میجر سے کہا "میں جارہی ہوں" گاڑی چل پڑی اور میجر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اسے گیٹ بند کرانے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر ہم ماڈل ٹاؤن کی رہائش گاہ سے نکل آئے اور بڑی بہن والدہ کو لے کر اپنے گھر چلی گئیں اور میں رائیونڈ فارم پہنچ گئی۔

یہاں پہنچنے پر مجھے احساس ہوا کہ شاید میں کسی میدان جنگ میں آگئی ہوں۔ سامنے دشمن کا علاقہ ہے اور دفاع میں اپنی فوج بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے رائیونڈ پہنچ کر پہلی دفعہ اینٹی ٹینک ویپن پرانی جیپوں پر لادے ہوئے دیکھے۔ طیارہ شکن گنز کو گشت کرتے ہوئے دیکھا۔ ایسا لگا کہ لاہور کور کا پورا اسلحہ رائیونڈ فارم پر جمع کردیا گیا ہے۔ میں نے سوچا شاید آگے چل کر گھر کے اندر چند ٹینک بھی نظر آئیں۔ جب گیٹ پر پہنچی تو میرا واسطہ ایک میجر، جس کا نام بابر تھا، سے پڑا۔

میجر بابر نے مجھ سے دریافت کیا: "کیا آپ مسز نواز شریف ہیں؟" میرا اثبات میں جواب ملنے پر اس نے ٹیلی فون پر کسی کو اطلاع دی کہ "وہ یہاں پہنچ گئی ہیں" گھر میں داخل ہوئی تو ایک نہایت رقت آمیز منظر سامنے تھا۔ ہر فرد کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں، جو آنسو رکے ہوئے تھے، طوفان بن کر ابل پڑے، اس کے بعد کئی دن یہاں ایسے ہی گزر گئے نہ کسی کو کھانے کی پرواتھی نہ سونے کی خواہش، بس دن رات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز

رہتے تھے۔ جب کچھ ہوش آیا تو پتہ چلا کہ تمام ٹیلی فون کاٹ دیئے گئے ہیں، بچوں کو سکول بھی نہیں جانے دیا گیا تھا۔ سخت پابندیاں لگادی گئیں۔ حتیٰ کہ کمروں سے باہر نکلنے پر بھی پابندی لگادی گئی اور کہا گیا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کے پردے تک اٹھا دیئے جائیں۔ ہمارے گھر کے ایک بڑے کمرے پر فوجیوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔

رائیونڈ فارم کے بارے میں عجیب وغریب کہانیاں مشہور کی گئی ہیں، لیکن یہاں آنے والے ہزاروں افراد جانتے ہیں کہ یہ زرعی فارم ہے جس کے ایک حصے میں چاردیواری کے اندر چند الگ الگ مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہرگز کوئی محل نہیں ہے۔ یہاں فارم میں جو گھر مجھے رہائش کے لئے ملا ہے اس کے مقابلے میں تعمیراتی تزئین وآرائش کے حوالے سے میرا ماڈل ٹاؤن والا گھر کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ ان دنوں ہم سب فارم کے ایک ہی مکان میں تھے اور ساتھ والے مکان کی چھت سے دوربینوں کے ذریعہ مسلسل دن رات ہماری نگرانی کی جاتی تھی اور بار بار لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ یہ پیغام دیا جاتا کہ دروازوں کے پردے ہٹا دیئے جائیں۔

لیکن میں نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ یہ ہمارے بیڈ رومز ہیں اور یہاں کے پردے ہرگز نہیں ہٹائے جائیں گے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب وہ زیادہ تنگ کرتے تو میں غصہ سے باہر نکل آتی اور وہ لوگ بھاگ جایا کرتے تھے۔ پھر یہی فوجی دوسرے گھروں کی چابیوں کا مطالبہ کرنے لگے، لیکن میں نے انہیں صاف صاف کہہ دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے بیچ میں ایک خالی گھر میں جو مہمان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا، قبضہ کر کے اپنا ساز و سامان رکھ لیا۔ یہ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً "چپے چپے" پر یعنی ہر قدم کے فاصلے پر جدید قسم کی گنیں لئے فوجی تعینات تھے۔ گھر کی چاردیواری کے اندر بھی جدید ترین طیارہ شکن اسلحہ کی نمائش دکھائی دے رہی تھی۔

ہمارے گھر کے اندر ایک بڑا سا برآمدہ ہے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی تو ایک فوجی جلدی جلدی وضو کر کے جماعت میں شامل ہو

گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میجر بابر نے اس کی سخت تذلیل کی کہ تم ڈیوٹی چھوڑ کر نماز کیلئے کیوں گئے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فوجی افسروں کو نیک ہدایت دے۔ (آمین)

ایسا ہی ایک اور تکلیف دہ واقعہ ہے۔ جو فوجی ہمارے گھر کے دروازے کے باہر ڈیوٹی دیا کرتے تھے، ان کا یہ معمول تھا کہ دن رات اونچی آواز میں پنجابی گانے لگائے رکھتے تھے جو ہمیں پریشان کرنے کے لئے بھی تھا اور شاید اس پروپیگنڈہ کا حصہ بھی کہ یہاں ہیریں گائی جاتی ہیں اور بڑے ڈھول ڈھمکے ہوتے ہیں جبکہ اس گھرانے میں ان چیزوں سے پرہیز کیا جاتا رہا ہے بلکہ یہاں تو شادیوں پر بھی اس قسم کی روایتی بیہودگیاں نہیں ہوتیں۔ اور جب کبھی ان فوجیوں سے گانوں کی ریکارڈنگ بند کرنے کے لئے کہا جاتا تو وہ ہمیں پریشان کرنے کے لئے اس کی آواز اور زیادہ تیز کر دیتے۔ شاید وہ ہمارے صبر کا امتحان لے رہے تھے یا شاید وہ ہمیں اعصابی تناؤ کا شکار کرنا چاہتے تھے۔

ذہنی کرب اور اذیت کے یہ وہ لمحات تھے جب بے بسی اور بیچارگی کا احساس سوہان روح بن کر رہ گیا تھا۔ اس انتہائی پریشانی کے عالم میں ایک ہی سہارا تھا اور وہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی رحمت ہے اور یہ اسی کا احسان اور فضل ہے کہ جس نے مشکل حالات میں کبھی مایوس نہیں ہونے دیا۔ گھر کا ہر فرد اپنا وقت ذکر اور استغفار میں گزارتا اور میرے سسر اور ساس کا تو یہ عالم تھا کہ ہر لمحہ جائے نماز پر ہی گزرتا تھا۔

اور پھر اس صورتحال سے بچے الگ سہمے رہتے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ ساڑھے تین سالہ زکریا جو اپنے باپ (حسین) سے بہت زیادہ مانوس ہے، یہاں تک کہ وہ رات کو اپنے باپ کے پاس ہی سوتا تھا، ہر وقت ڈیڈی ڈیڈی پکارتا رہتا، ادھر ادھر پھرتا رہتا۔ مختلف کمروں میں اپنے ڈیڈی کو تلاش کرتا اور ناکام ہونے پر رونے لگتا۔ یہ کیسا کرب والم کا عالم تھا کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر آنسو نکل آیا کرتے، اپنی اور بچوں کی پریشانی کے ساتھ یہ فکر بھی لاحق رہتی کہ نجانے نواز شریف

صاحب، شہباز بھائی اور بیٹے حسین نواز کے علاوہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو۔ میں بیٹی مریم اور اسماء کی طرف دیکھتی تو ان دونوں کی نگاہوں میں باپ کے لئے تشویش کے سائے نظر آتے، ان کی آنکھوں سے برسنے والے آنسوؤں میں ایک ہی سوال ہوتا، ابو کیسے ہوں گے؟

پھر وہ لمحہ آ گیا جب مجھے کچھ فیصلے کرنے پڑے، اپنی ساس، سسر، بیٹیوں اور چھوٹے بچوں کی حالت زار دیکھ کر مجھے فیصلہ کرنا پڑا کہ اب رونے دھونے کی بجائے عمل کا وقت آ گیا ہے۔ یہ میری اپنی ذات کا معاملہ بھی تھا کہ میرے شوہر، بیٹے، دیور اور ان کے ساتھیوں کی زندگیاں داؤ پر لگی تھیں اور یہ میرے وطن عزیز کا مسئلہ بھی تھا، جسے چند طالع آزما جرنیلوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ یہ عمل کی جانب پہلا قدم تھا، جب خود ساختہ حکومت نے اپنی کیبنٹ کا اعلان کیا اور اپنے ارد گرد جن لوگوں کو اکٹھا کیا تو میں اچھی طرح جان گئی تھی کہ یہ لوگ دین اور پاکستان کے لئے خطرہ ہیں۔ اور مجھے یہ بھی فکر تھی کہ جو لوگ پچھلے پچاس سال سے اس ملک پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اس دفعہ وہ پاک فوج کو اپنے ناپاک ارادوں کے لئے استعمال کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ دراصل یہ فوجی انقلاب نہیں ہے، یہ تو منتخب جمہوری حکومت کو ملک میں قرآن و سنت کے قانون کو لاگو کرنے سے باز رکھنے کے لئے اس کی راہ میں ہنود و یہود کی ایک رکاوٹ ہے۔

ایک دن میں نے پرویز مشرف کو خط لکھا: ''ٹھیک ہے تم نے (Take Over) (قبضہ) کر لیا ہے مگر کم از کم میرے شوہر اور میرے بیٹے سے تو میری بات کرا دو، لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ دو دن کے بعد پھر میں نے پرویز مشرف کو ایک اور خط لکھا۔ اس طرح میں نے دس خط لکھے، لیکن کسی کا جواب نہ دیا گیا۔ پھر ایک دن میں نے فوجیوں کو بلا کر پوچھا کہ تم میرے خط پرویز مشرف کو پہنچاتے بھی ہو یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کا ہر خط دو گھنٹے بعد جنرل پرویز مشرف تک پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہاں سے خود فیکس کرتے ہیں۔

ان فوجیوں میں ایسے بھی تھے جن کی آنکھوں میں ہمارے لئے احترام اور دلوں میں

ہمدردیاں تھیں، لیکن ان کی یہ ہمدردیاں ہمارے کسی کام کی نہیں تھیں۔

قدرت کو یہ منظور تھا کہ عملی جدوجہد کا دائرہ پھیلتا چلا جائے۔ اس جدوجہد میں ہمیں سب سے پہلے جو بیرونی مدد ملی، وہ جامعات کی پندرہ سے اٹھارہ سال عمر تک کی بچیاں تھیں۔ وہ ہمارے پاس آنے کے لئے رائیونڈ فارم کے بیرونی گیٹ تک آئیں، لیکن انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ باپردہ اور صوم صلوٰۃ کی پابند یہ بچیاں ہر روز گیٹ سے واپس لوٹا دی جاتیں۔ ہمیں اس صورتحال کی کچھ خبر نہیں تھی۔ ایک دن ان بچیوں نے جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔ وہ گیٹ کے باہر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے تمام نمازیں گیٹ کے آگے روڈ پر ادا کیں اور اجتماعی دعا کی، اپنے اللہ سے استقامت اور حوصلے کی دعا کی۔ پھر انہوں نے جدید اسلحہ سے لیس فوجیوں کے سامنے اعلان کیا:

''آج ہم اندر ضرور جائیں گی اگر تم لوگوں نے ہمارے اوپر گولیاں چلانی ہیں تو چلاؤ، آج ہماری لاشیں تو گر سکتی ہیں مگر تم ہمیں اندر جانے سے نہیں روک سکتے''۔

بالآخر ان بچیوں کے فولادی عزم کے سامنے فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور 16 اکتوبر کو یہ بچیاں ہمارے قید خانے (رہائش گاہ) تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔ پھر ان کا یہ معمول بن گیا۔ وہ آتیں، دن بھر تلاوت، ذکر الٰہی کرتیں اور شام کو واپس چلی جاتیں، ان کے علاوہ کسی اور کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

فوجیوں نے صرف ہمیں ہی تنگ اور پریشان نہیں کیا بلکہ انسانی ہمدردی کے تمام اصولوں کو بھی پامال کر دیا۔ انہوں نے شریف ہسپتال کے مریضوں پر بھی رحم نہ کیا۔ ان کے کسی ملاقاتی کو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی اور نہ ہی مریضوں کو کھانا پہنچانے کی اجازت دی جس سے پریشان ہو کر چند دنوں میں ہی مریض علاج کرائے بغیر ہسپتال سے رخصت ہو گئے۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں کو بھی مختلف حربوں سے تنگ کیا جاتا رہا اور دیگر ملازمین کو بھی یہاں سے بھگا دیا گیا۔

اسی دوران دو مرتبہ بی بی سی اور سی این این کے افراد رائیونڈ فارم پر ہماری رہائش گاہ کی

فلمیں بنانے کے لئے آئے تو یہاں تعینات فوجیوں کو سادہ کپڑے پہنا دیئے گئے اور فوجیوں سے کہا کہ انہیں فوری طور پر کچھ کھلایا جائے ورنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ باہر جا کر بحیثیت ڈاکٹر ذمہ دار افراد کے خلاف ایکشن لیں گے۔

بہر حال ڈاکٹر نے مجھے کوئی دوائی وغیرہ دی جس کی وجہ سے میں ہوش میں آ گئی۔ فوجیوں نے اصرار کیا کہ میں کچھ کھالوں لیکن میرا فیصلہ تھا کہ جب تک میاں صاحب سے میری بات نہیں کرائی جاتی میں کچھ نہیں کھاؤں گی، چاہے میری جان ہی چلی جائے۔ میں اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ چنانچہ اسی رات تقریباً 8 بجے میاں صاحب سے میری چند منٹ کے لئے فون پر بات کرائی گئی۔

وہ عزم و ہمت کے پہاڑ بنے مجھے حوصلہ دیتے رہے، ادھر ایک مدت کے بعد ان کی آواز سن کر میرا یہ عالم تھا کہ آنسو بہتے رہے، میں کچھ کہنا چاہتی تھی، زبان ساتھ نہ دے سکی۔ پس میں ان کی آواز سنتی رہی اور چند بار یہی کہہ سکی ''آپ ٹھیک ہیں، آپ ٹھیک ہیں'' اس کے بعد جواب میں میاں صاحب نے یہی کہا: فکر نہ کرو میں ٹھیک ہوں لیکن ان کی آواز سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ انہیں ایک چھوٹی سی اندھیری کوٹھری میں رکھا گیا تھا، جہاں نہ دن کا پتا چلتا تھا نہ رات کا۔ وہ باہر کی دنیا سے بالکل کٹے ہوئے تھے۔ انہیں اخبار نہیں ملتا تھا اس کے علاوہ انہیں یہ بھی فکر تھی کہ نجانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ یہ 12 اکتوبر 1999ء کی شام کے بعد ان کا مجھ سے پہلا رابطہ تھا، لیکن چند ہی منٹ بعد لائن کٹ گئی۔

اس کے بعد فوجیوں نے اصرار کیا کہ میں کچھ کھالوں، لیکن میں اپنے موقف پر ڈٹی رہی کہ جب تک میرے بیٹے حسین سے بات نہیں کرائی جائے گی، میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گی۔ پھر اگلے روز میری چند منٹ کے لئے حسین سے بات کرا دی گئی۔ اس کے بعد میں نے تھوڑا بہت کھانا شروع کر دیا۔

انہی ایام اسیری میں میرے والد کا چالیسواں تھا۔ آخر وقت تک فوجیوں کی کوشش رہی

کہ میں چالیسویں میں شرکت نہ کرسکوں۔ چالیسویں کے روز میں گاڑی میں بیٹھ کر گیٹ پر پہنچی، لیکن فوجیوں نے نہ تو گیٹ کھولا اور نہ ہی کوئی میری بات سن رہا تھا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے ان سے کہا:

''اگر تم گاڑی کے لئے گیٹ نہیں کھولنا چاہتے تو نہ کھولو، میں پیدل ہی چلی جاؤں گی اور اگر تم میرے پیچھے سے گولیاں چلانا چاہو تو چلا دینا۔ جب تک دم میں دم ہے یہ قدم نہیں رکیں گے''۔ یہ کہہ کر میں پیدل چل پڑی۔

اندرونی گیٹ سے نہر تک تقریباً ایک کلومیٹر فاصلہ پیدل طے کیا۔ جب میں نہر پر پہنچی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میری گاڑی آ گئی۔ ان فوجیوں نے یقیناً اپنے اعلیٰ حکام کو میرے اس اقدام کی خبر دی ہوگی۔ اگر اس روز میں رائیونڈ فارم سے گارڈن ٹاؤن تک (والد کی رہائش گاہ) تقریباً 25 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی تو راستے میں آنے والی آبادیوں کا ایک بڑا ہجوم میرے ساتھ ہو جاتا۔ فوجی افسروں نے میرے اس اقدام کے نتائج کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر مجھے گاڑی کے ذریعہ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئی تو میری گاڑی کے آگے اور پیچھے پانچ پانچ فوجی گاڑیاں تھیں۔ میں اپنی والدہ کے گھر پہنچی تو دیکھا کہ وہاں گھر والوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ آئے تھے، لیکن میرے وہاں پہنچنے سے پہلے سب کو نکال دیا گیا اور بعض خواتین کو تو اتنی بدتمیزی سے نکالا گیا کہ ان کے ہاتھوں سے سپارے تک چھین لئے گئے اور باقاعدہ دھکے دے کر باہر نکالا گیا۔ جاتے وقت مجھ سے کہا گیا کہ آپ صرف دو تین گھنٹے وہاں رہ سکتی ہیں مگر پندرہ منٹ کے بعد ہی مجھ سے کہا گیا: بس اب واپس چلیں، لہٰذا مجبور ہو کر مجھے واپس آنا پڑا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات کا نقشہ ترتیب پا رہا تھا۔ غم کی راہیں از خود متعین ہو رہی تھیں۔ ہاتھ میں اٹھے ہوئے قلم نے قرطاس پر چلنا شروع کیا تو اس پر ابھرنے والی تحریر لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے نام خط کی صورت اختیار کر گئی۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی طریقے سے یہ خط اس زندان خانہ (رہائش گاہ) سے باہر پہنچا اور چیف جسٹس کو ارسال کر دیا گیا۔ ایک ایک کر کے دن گزرتے گئے مگر کوئی جواب نہ ملا۔ پھر میں نے ایک اور خط لکھا جسے چیف جسٹس کو ارسال کرنے کے علاوہ اس کی کاپیاں اخبارات کو بھی بھجوا دی گئیں۔ ان خطوط میں، میں نے اپنی روداد لکھی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اس سے پہلے کسی عدالت سے رجوع نہیں کیا اور یہ کہ میں عدالت کے طریقہ کار اور آداب واجبی سے واقف نہیں ہوں۔ میرے گھر سے نکلنے پر پابندی ہے اس لئے ان حالات میں میرے اس خط کو کورٹ پٹیشن سمجھا جائے۔

عدالت نے اس خط کا جواب دیا اور دس دن بعد کی تاریخ پڑی۔ اس کے بعد سترہ دن کی تاریخ پڑی۔ پھر ایک دن بریگیڈئر یوسف آئے اور انہوں نے کہا کہ کل سے آپ آزاد ہیں، ہم نے خواتین پر سے پابندی اٹھالی ہے۔ گو یہ پابندی اٹھالی گئی تھی مگر باہر سے کسی کو اندر نہیں آنے دیا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ جو ملازم سودا سلف لینے جاتے انہیں بھی گھنٹوں باہر روکتے اور پوچھ گچھ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ سودا وغیرہ لینے کے لئے جو ملازمین باہر جاتے فوجی ان کے ساتھ جاتے اور وہ اسے پابند کرتے کہ سودے کے سوا کوئی اور بات نہیں کی جائے گی۔

پھر میں جب کہیں باہر جاتی تو فوجی گاڑیاں میرے پیچھے ہوا کرتیں۔ خاص طور پر دو جیپوں اور ایک سفید رنگ کی گاڑی میں سوار یہ افراد رائیونڈ میں بھی ہماری نگرانی کیا کرتے اور سائے کی طرح میرے ساتھ رہتے۔ میں جہاں بھی جاتی، جن لوگوں سے ملتی ان کی شامت آجاتی، انہیں پریشان کیا جاتا کہ وہ ہمیں کب سے جانتے ہیں، کیا رشتہ داری ہے؟ اور ایسے ایسے سوال کرتے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے اپنا آنا جانا صرف والدہ کے گھر تک محدود کر دیا۔ بچوں کے بھی باہر جانے پر پابندی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے تمام وقت رائیونڈ فارم میں گزارنا شروع کر دیا۔ ان سب

پریشانیوں اور پابندیوں کے باوجود میں شکر کرتی ہوں کہ میں یہاں آ گئی تھی۔ میرے ساس اور سسر مجھے اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ایک دن شام کو ٹی وی دیکھتے ہوئے چھوٹے بچوں نے شور مچا دیا کہ ابو (نواز شریف) کی تصویر آ رہی ہے۔ میں جلدی سے ٹی وی لاؤنج میں گئی۔ یہ وہ دن تھا جب نواز شریف صاحب کو پہلی مرتبہ عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ ان کے چہرے پر پریشانی عیاں تھی، وہ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ وہ شاید شناسا چہرے تلاش کر رہے تھے اور یہ جائزہ لے رہے تھے کہ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے شاید ایک فوجی اہلکار کو دیکھا اور اسے پوچھا تھا کہ کدھر جانا ہے۔

اس دن میں عدالت میں نہ جا سکی۔ کیونکہ اس وقت تک ہمیں اخبار کی اجازت نہیں ملی تھی اور ہمیں یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ آج انہیں عدالت میں پیش کیا جانا ہے۔ بہر حال کچھ اپنے دوست اور خیر خواہ وہاں موجود تھے۔ پھر ہم نے فوری طور پر کراچی جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس دوران ایک سرکردہ مسلم لیگی لیڈر کا فون آیا کہ آپ کراچی نہ جائیں کیونکہ یہ آپ کی خاندانی روایات کے منافی ہوگا۔ شاید ان کے مشورے میں اس چیز کا عمل دخل ہو کہ کچھ لوگ ہمارے رہن سہن سے زیادہ واقف نہیں ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں۔ چند لمحوں کے لئے ملنے والی میاں صاحب کی قربت سے ہم خود کو کیسے محروم رکھ سکتے تھے۔ کبھی کبھار کسی اخبار میں آ جاتا ہے کہ میری اور نصرت شہباز کی لڑائی ہے۔ جب کہ آج تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہو گی بھی نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارا تو ایک دوسرے کو دعائیں دیتے وقت گزرتا ہے۔ بہر حال یہ ان کا مشورہ تھا لیکن ہم نے تو عدالت میں ضرور جانا تھا۔ نواز شریف سے ملنے کے لئے مجھے آگ کے دریا سے گزرنا پڑتا تو میں تب بھی جاتی۔ اس کے بعد ہمیں اخبار بھی ملنا شروع ہو گیا تھا۔

کراچی میں پیشی کے بعد میاں صاحب کو راولپنڈی لایا گیا لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ

انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟ کسی طرح معلوم ہوا کہ حسین نواز کو بھی راولپنڈی لایا گیا ہے۔ ایک دن مجھے بتایا گیا کہ میں حسین سے مل سکتی ہوں اور راولپنڈی میں ایک فوجی میس کا پتہ دیا گیا۔ میرے وہاں پہنچنے کے پندرہ بیس منٹ بعد گیٹ سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔ مجھے یوں لگا جیسے سول کپڑوں میں ملبوس دو افراد کے درمیان ایک کالے رنگ کا برقعہ پہنے کوئی عورت بیٹھی ہے۔ جب اس کو باہر نکالا گیا تو پتہ چلا کہ برقعہ نہیں اس کے اوپر کالی چادر ڈالی ہوئی تھی۔ چادر ہٹائی گئی تو دیکھا کہ اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی ہے۔ بہر حال یہ پٹی کھول دی گئی، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ حسین کو اس حالت میں لائیں گے۔ حسین نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا، وہ انتہائی نیک اور محب وطن نوجوان ہے۔ حتیٰ کہ اپنے پہلے بچے کی پیدائش پر اس نے اپنی بیوی کو لندن نہیں جانے دیا تا کہ اس کے بچے کی پیدائش پاکستان میں ہو، ایک ایسے شخص کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جا رہا تھا۔

حسین نواز کی زبانی معلوم ہوا کہ 12 اکتوبر 1999ء کی رات تقریباً دس بجے نواز شریف صاحب اور شہباز بھائی کو فوجی اپنے ہمراہ لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد تمام چیزوں کی تلاشی لی گئی، میرے وارڈ روب کی بھی مکمل تلاشی لی گئی۔ نواز شریف صاحب کے سارے سوٹ کیس الماریوں اور بریف کیسوں کی تلاشی لی گئی۔ ایک بریف کیس میں پاکستانی روپوں کے علاوہ کچھ ڈالر بھی تھے جو بالکل (White Money) سفید دھن تھے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کا ہم حساب نہ دے سکیں اور یہ سب کچھ انہوں نے قبضہ میں لے لیا۔ حسین کے پاس کچھ کاغذات تھے، وہ بھی اس سے چھین لئے گئے۔ جس پر حسین نے قدرے مزاحمت بھی کی اور کہا کہ آپ لوگ یہ سب کس قانون کے تحت کر رہے ہیں؟ آپ کو یہ تمام کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ مجھے سرچ وارنٹ دکھائیں، لیکن انہوں نے حسین کی بات پر توجہ دیئے بغیر اس سے سب کچھ چھین لیا۔

میرا خیال ہے کہ وہ ان کاغذات یا نوٹیفکیشن کی تلاش میں تھے جس کے تحت آرمی چیف کو برطرف کیا گیا تھا لیکن ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ نوٹیفکیشن انہیں نہ مل سکا

حالانکہ وہ ان کے سامنے ہی پڑا تھا۔ خدا نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اور یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل رہا۔ اس سلسلہ میں حسین سے بھی بہت پوچھ گچھ کی گئی۔ پھر وہ نوٹیفکیشن کسی نہ کسی طرح میرے پاس پہنچ گیا۔

جی ہاں! تو ذکر بیٹے حسین نواز سے ملاقات کا ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ایک مدت کے بعد اپنے باپ (حسین) کو دیکھ کر ساڑھے تین سالہ زکریا کی جو حالت ہوئی، اسے دیکھ کر ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ فوجی جو حسین کو لائے تھے، ان کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ اس ایک گھنٹے کی ملاقات کے بعد یہ انتہائی رقت آمیز منظر تھا جس کی یاد آج بھی نگاہوں میں چبھن پیدا کر دیتی ہے۔ معصوم زکریا باپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ بلک بلک کر فریاد کر رہا تھا، میں ابو کے ساتھ جاؤں گا۔ فوجیوں نے اس چیختے چلاتے بچے کو کھینچ کر حسین سے جدا کیا۔ اس دلخراش منظر نے پورا ماحول سوگوار کر دیا۔ یہاں موجود فوجی بھی اس کا اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس کے بعد دو ہفتوں کے دوران دو مرتبہ ہم اسی میس میں جا کر حسین سے ملے، اس وقت سردی کا موسم تھا، میں نے دیکھا کہ حسین نے شہباز بھائی کا کوٹ پہن رکھا ہے۔ میں نے حسین سے پوچھا کہ یہ شہباز بھائی کا کوٹ ہے؟ حسین نے بتایا کہ یہ اسے فوجیوں نے لا کر دیا ہے اور اسے پہن کر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انکل میرے ساتھ ہیں۔ اس کوٹ سے آنے والی ان کے جسم کی خوشبو مجھے ان کی قربت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

2

نیرنگیٔ سیاست

خیالات کا ایک ہجوم ہے جو ماضی کے دریچوں سے نکل کر صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے کے لئے بے قرار ہے۔ جب میں اس امر کے متعلق سوچتی ہوں کہ ایک گھریلو عورت، جس کی زندگی بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں صرف ہو رہی تھی دفعتاً کیسے سیاست کی پرخار وادی میں داخل ہوئی اور کم وبیش ایک سال تک رائے عامہ کو اصلی صورتحال سے آگاہ کرنے اور متحرک کرنے کے لئے قریہ قریہ صدائے حق بلند کرتی پھری تو حیران رہ جاتی ہوں۔ کیونکہ نواز شریف صاحب کے سیاست میں ہونے کے باوجود نہ تو میں نے کبھی عملی سیاست میں حصہ لیا بلکہ حصہ لینا تو درکنار میں میاں صاحب سے سیاسی معاملات پر کبھی گفتگو بھی نہیں کرتی تھی۔

12 اکتوبر کے شبخون کے بعد جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ہم لوگ رائیونڈ زرعی فارم پر نظر بند رہے۔ اخبارات کی عدم دستیابی کے سبب ہم نہ صرف پرویز مشرف کے

اقدامات سے بے خبر تھے بلکہ اپنوں کی بے وفائی کی اطلاعات بھی ہم تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ جب نظر بندی کا خاتمہ ہوا تو بہت جلد میرے علم میں آیا کہ وہ لوگ جو میاں صاحب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے اور زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے، طوطا چشم ہو چکے ہیں۔ ابھی جمہوریت پر تلوار چلے ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ کچھ اپنوں کے ایسے بیانات آنے شروع ہو گئے کہ جیسے وہ مدتوں سے ان حالات کے متمنی ہوں۔ انشا اللہ کبھی اس موضوع پر تفصیلاً یادداشتیں مرتب کروں گی کہ 12 اکتوبر کے بعد کن افراد نے کیسی قلابازیاں کھائیں مگر ابھی صرف مختصراً چند واقعات کا تذکرہ کرنا چاہوں گی تاکہ قارئین کرام میری تقاریر کا مطالعہ کرتے ہوئے اس وقت کے سیاسی و ملکی حالات سے واقف ہوں اور میری گفتگو کو حالات کے تناظر میں پرکھ سکیں اور اپنی دیانتدارانہ رائے قائم کر سکیں۔

میں اس امر پر سخت متعجب تھی کہ 12 اکتوبر کے بالکل اگلے روز ہی اعجاز الحق نے بیان دیا تھا جس سے ان کی فوجی اقدام پر خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی اور یہ صرف ان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ کچھ دیگر افراد بھی پرویز مشرف کے سامنے نمبر بنانے کی دوڑ میں صاف نظر آرہے تھے اور ان لوگوں کی سرگرمیاں تو میاں اظہر کے گھر 9 نومبر کو ہونے والے اجلاس میں ہی طشت ازبام ہو گئی تھیں جس میں انہوں نے آمریت سے مفاہمت کی خواہش کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔

نومبر کے وسط میں جب ظفر علی شاہ نے فوجی اقدام کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا تو اس عمل کی تعریف کرنے کی بجائے اعجاز الحق نے اس کو ان کا ذاتی اقدام قرار دیا بلکہ یہاں تک ہی قصہ محدود نہ رہا اسی دن اعجاز الحق نے اراکین اسمبلی کے اعزاز میں عشائیہ دیا اور برملا آمریت سے اپنے رابطوں کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے آپ کو میاں صاحب کے متبادل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ ان کو یہ یقین دہانی کروائی جارہی تھی کہ اگر وہ پارٹی میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تو اقتدار کا ہما ان کے سر پر بیٹھ سکتا ہے۔ اس سلسلے کی کڑی 16 نومبر کو ہونے والے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں بھی سامنے آئی جس

میں پارٹی قیادت کے حوالے سے اعتراضات اٹھائے گئے۔ مگر خوش آئند بات یہ تھی کہ پارلیمانی پارٹی نے فوجی اقدام کی مذمت کر کے اپنا بھرم کم از کم اس وقت محفوظ کر لیا تھا۔

نظر بندی کے اختتام پر میں، میری دونوں بیٹیاں اور میری ساس کراچی پہنچے اور اگلے روز 22 نومبر کو ہماری نواز شریف صاحب سے ملاقات کروائی گئی۔ میری نظر میاں صاحب پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ حالات کی سختیاں ان کے اعضاء و جوارح سے صاف نظر آ رہی تھیں مگر ان بدترین حالات کے باوجود ان کے مزاج کی لطافت اور بلند ہمتی اپنی جگہ پر قائم تھی۔ انہوں نے ہم سے بالکل عمومی حالات کی طرح خیریت دریافت کی۔ بچیوں کے برستے آنسوؤں کو دیکھ کر حوصلے سے کام لینے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کا چہرہ اس امر کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ آئین کی بالادستی کے لئے ان بدترین حالات کے لئے پہلے سے ہی تیار تھے۔ ہم سب کا اس وقت تو فرط جذبات سے برا حال ہو گیا جب میرے نواسے، جو میاں صاحب کی گود میں تھا، نے ملاقات کے آخر میں اترنے سے انکار کر کے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا مگر میاں صاحب ہم سب کو تسلی دیتے رہے کہ حق کے راستے میں کربلا، کوفہ اور شام آتے ہیں مگر قافلہ حق رکتا نہیں بلکہ منزل کی جانب رواں دواں رہتا ہے اور ہمیں بھی ان جنت کی مالک پاک ہستیوں کے نقش قدم پر چلنا ہے کہ جن کی گرد راہ ہونا بھی جنت کی دھول سے کم نہیں۔

کراچی سے واپسی پر چوہدری شجاعت حسین بھی ہمارے ساتھ جہاز میں تھے۔ ان سے اس سے پہلے کراچی میں ملاقات ہو چکی تھی۔ انہوں نے کراچی میں بھی اور دوران سفر بھی پارٹی قیادت کے حوالے سے میرے خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے متواتر اسی موضوع کو زیر بحث رکھا۔ میں نے ان کو صاف بتا دیا کہ میں پارٹی کی قیادت تو کجا مستقلاً سیاست میں رہنے کی بھی خواہش مند نہیں ہوں بلکہ میری تمام سرگرمیاں صرف اس وقت تک ہیں جب تک شریف خاندان کے مرد پابند سلاسل ہیں۔ جونہی حالات نے پلٹا کھایا میں واپس گھر ہستی سنبھال لوں گی۔ چودھری شجاعت نے میری فیصلہ کن انداز کی گفتگو کو

بڑے غور سے سنا اور غالباً دل میں اس سے نتائج اخذ کرتے رہے۔ انہوں نے میرے ان تمام خیالات کو لاہور پہنچتے ہی صحافیوں کے گوش گزار بھی کر دیا۔ اس واقعہ کے ذکر کا سبب صرف یہ ہے کہ چودھری برادران شروع ہی سے جانتے تھے کہ ہمارے خاندان یا پارٹی کی سطح پر کوئی ایسی سرگرمی نہیں کی جا رہی کہ جس کا مقصد مجھے پارٹی کی سربراہی دینا ہو۔

چودھری شجاعت سے ملاقات کے بعد میری نواز شریف صاحب سے جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس وقت تک امین اللہ چودھری وعدہ معاف گواہ بن چکے تھے۔ اس لئے یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ آمریت جمہوریت کو سزا دینے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ میاں صاحب نے مجھے کہا کہ پارٹی کو آپ میری طرف سے یہ پیغام دیں کہ ہمیں متحد رہنا ہے اور مجھ پر حالات جتنے مرضی پر آشوب ہو جائیں مگر ہمیں آئین کی بالادستی اور حرمت پر کوئی سودے بازی نہیں کرنی۔ جب میں نے ان کو پارٹی کے مختلف عہدیداروں کی منفی سرگرمیوں سے آگاہ کیا تو وہ بولے کہ میں جانتا ہوں کون کون اقتدار کی بھوک میں مبتلا ہے؟ مگر ہمارا فرض ہے کہ امکانی حد تک ان کی سرگرمیوں سے چشم پوشی کریں تا کہ مسلم لیگ کا اتحاد پارہ پارہ کرنے کی خواہش رکھنے والے عناصر اپنے مذموم ارادوں کو روبہ عمل نہ لا سکیں اور اگر پھر بھی وہ ایسا کر ہی گزریں تو ان کا جمہوریت دوست ہونے کا نقاب برسرِ عوام خود اتر جائے گا۔

میاں صاحب کی یہ تمام گفتگو میں نے پارٹی کے سرکردہ عہدیداروں تک فوراً پہنچا دی۔ اس کے بعد میاں صاحب کی ہدایت پر میں پارٹی کے مختلف عہدیداروں سے ملاقات کرنے لگی تا کہ بالمشافہ مسلم لیگ کے سربراہ کا پیغام ان تمام اصحاب تک پہنچا دوں۔ 5 دسمبر کو چودھری شجاعت سے میری اور مریم کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں ہم دونوں نے میاں صاحب کا پیغام دینے کے علاوہ عمومی سیاسی صورتحال پر بھی گفتگو کی۔ چودھری شجاعت نے مجھ سے کہا کہ آپ ہمیں کسی موقع پر اور کسی قسم کے حالات میں پیچھے نہیں پائیں گی۔

میری زندگی کا وہ لمحہ حد درجہ یادگار تھا جب میں 7 دسمبر کو پشاور گئی اور ظفر جھگڑا صاحب کی رہائش گاہ پر متعدد وفود سے میری ملاقات ہوئی۔ کارکنوں اور رہنماؤں کے یہ وفود صرف

اور صرف مجھے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ نواز شریف صاحب کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ ہمارے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئے گی۔ صابر شاہ اور سرانجام خان کی طرف بھی جانا ہوا۔ ان دونوں کے ثابت قدم رہنے کے عزم نے مجھے بڑا حوصلہ دیا۔ جب مسلم لیگ سرحد کے اجلاس میں صابر شاہ نے میرے سر پر دوپٹہ رکھنے کی پختون رسم ادا کی تو اس وقت انہوں نے کہا کہ ہم نے سر پر دوپٹہ رکھ کر مرنے کی قسم کھائی ہے۔ ان تمام افراد کا جذبہ اور عمل میری توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔

ابھی میں لاہور پہنچی ہی تھی کہ مجھے علم ہوا کہ میری والدہ سخت علیل ہیں۔ یہ سن کر میرے ہاتھ پاؤں سے جیسے جان ہی نکل گئی ہو اندیشوں اور وسوسوں نے ذہن پر قبضہ کر لیا۔ میں اپنی والدہ سے ملی تو ان کا چہرہ آنے والے جانگسل لمحات کی آمد کی پیش گوئی کرتا ہوا صاف محسوس ہو رہا تھا۔ اسی رات ان کو دل کا دورہ پڑا اور ہم ان کو پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لے گئے۔ ابھی تو مجھ سے میرے والد کا سایہ شفقت جدا ہوا تھا کہ 15 دسمبر کو ماں کی مامتا سے بھی سدا کی جدائی ہو گئی اور میں اپنے آپ کو ان لمحوں میں اس بچے کی طرح محسوس کرنے لگی جو کارواں سے کسی جنگل، بیاباں میں بچھڑ جائے، ہم نے مشرف کے نمائندہ سے رابطہ کر کے کہا کہ میاں صاحب اور شہباز بھائی کو کم از کم جنازے میں ہی شرکت کرنے کی اجازت دے دو مگر ادھر سے سوائے سنگدلانہ طرز عمل کے اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کو جنازے میں شرکت سے محروم رکھا گیا مگر اپنی خجالت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے جنازے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے شدید پابندیوں کے ساتھ دونوں بھائیوں کو یہ لوگ لے کر آ گئے۔

پارٹی کو متحرک کرنے کی میری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ، جن کی ہدایت میاں صاحب نے کی تھی اور جس کی تائید راجہ ظفر الحق صاحب کر رہے تھے، پارٹی میں پھوٹ ڈالنے والے عناصر بھی مشرف کے قرب کا شرف حاصل کرنے کے لئے تگ و دو میں لگے ہوئے تھے، خورشید قصوری کے گھر 20 دسمبر کو ان لوگوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ در فنطنی

چھوڑی گئی کہ نواز شریف کو لچک دکھانے کا کہیں گے اور اسی اجلاس میں ایسا انداز اپنایا گیا کہ جس سے یہ تاثر قائم ہو کہ فوج کا 12 اکتوبر کا اقدام درست تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا چلا گیا اسی دوران میں پاسپورٹ کی ضبطی کے سبب دیگر اہلخانہ کے ہمراہ عمرے کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہی۔ میری حد درجہ کوشش کے باوجود مجھے پاسپورٹ نہ مل سکا، عید آئی، جس میں نواز شریف اور میرے بیٹے حسین کو نماز عید بھی ادا نہ کرنے دی گئی۔

25 جنوری کے ایام بھی میں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔ کیونکہ 25 تاریخ کو ایک اجلاس ماڈل ٹاؤن میں ہوا۔ جس میں صابر شاہ اور تہمینہ دولتانہ نے مجھے مجلس عاملہ کا رکن بنانے کی باضابطہ تجویز پیش کی۔ اس تجویز کا سبب یہ تھا کہ میں وہ واحد فرد تھی جس کی میاں صاحب سے ملاقات ہوتی تھی۔ یہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میری مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے تقرری کرنے سے میاں صاحب اور پارٹی کے درمیان مشاورت کرنے کے لئے بہت سہولت پیدا ہو جائے گی۔ مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے میں اس مینڈیٹ کو بھرپور استعمال کر سکوں گی جو مجھے میاں نواز شریف صاحب اور رابطہ کمیٹی کے سربراہ راجہ ظفرالحق صاحب کی طرف سے حاصل تھا۔ ابھی یہ تجویز زیر غور ہی تھی کہ کچھ ارکان کو اپنا کھیل بگڑتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ چودھری شجاعت اور خورشید قصوری وغیرہ نے یکدم انتہائی مخالفانہ رویہ اختیار کر لیا۔ گویا کہ انہوں نے کوئی ایسی تجویز پیش کر دی تھی جو پارٹی آئین سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ انہوں نے کچھ ردوکد کے ساتھ یہ کہا کہ اگر بیگم صاحبہ (میں) چاہیں تو خصوصی مندوب کے طور پر آ سکتی ہیں مگر کچھ کہنے کا انداز ایسا تھا کہ مجھے اپنا استقبال خوشدلی کے ساتھ ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ اگلے دن جب مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا تو بعض افراد نے میرے کل کے اجلاس پر سخت تنقید کی حالانکہ وہ اجلاس کسی ضابطے کی خلاف ورزی نہ تھا اور اس میں میں نے ان گنت بار کی طرح ان شوشوں کی بھی تردید کی کہ مجھے پارٹی کا صدر بنایا جا رہا ہے۔

جنوری کے آخر میں ہی پاکستان کی تاریخ کا ایک اور سیاہ دن گزرا جب پرویز مشرف

نے پارلیمنٹ کے بعد عدلیہ کی پیٹھ میں بھی چھرا گھونپ دیا۔ عدلیہ کے تمام ججوں کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے کی پاداش میں چیف جسٹس آف پاکستان، عدالت عظمیٰ کے 9 اور عدالت عالیہ کے 7 ججوں کو برطرف کر دیا گیا۔ چیف جسٹس کو پہلے لالچ دیا گیا مگر جب وہ کسی لالچ میں نہ آئے تو ان کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا گیا کہ ان کو ان کی رہائش گاہ سے باہر جانے سے منع کر دیا گیا۔ مبادا وہ کوئی ایسا اقدام کرنے کے قابل ہو جائیں جس سے پرویز کی آمریت کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے۔ جب اس سارے تکلیف دہ واقعہ کی خبر نواز شریف صاحب کو ہوئی تو انہوں نے مجھے انتہائی دل گرفتہ انداز میں کہا کہ اگر ان لوگوں کو نہ روکا گیا تو ایک ایک کر کے یہ ملک کی تمام جڑوں کو کھوکھلا کر دیں گے اور خدانخواستہ ایک اور 16 دسمبر 1971ء ہمارا مقدر بن جائے گا۔

7 فروری کو ماڈل ٹاؤن میں ذوالفقار کھوسہ، سعد رفیق، تہمینہ دولتانہ سمیت متعدد افراد سے میں نے ملاقات کی اور مختلف امور پر نواز شریف صاحب کا پیغام ان تک پہنچایا۔ 9 فروری کو کراچی میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس بھی تھا جس میں ان ارکان نے میری موجودگی کو بہت ضروری قرار دیا مگر لاہور کے اجلاس کی سرد مہری اور بات بے بات مخالفت کے سبب میں نے مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر ان احباب اور بھائی سرانجام خان کے اصرار پر میں نے کراچی کے اجلاس میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے بھائی سرانجام کو کہا کہ ان تمام کو بتا دیجئے کہ نہ تو میں پارٹی صدارت کی خواہش رکھتی ہوں اور نہ ہی پارٹی پر کوئی اجارہ داری ہمیں درکار ہے۔ آج بھی پاکستان کی غالب اکثریت نواز شریف کے ساتھ ہے۔ میں ان کا صرف پیغام لے کر آ رہی ہوں۔ سرانجام خان نے جواب میں کہا کہ بیگم صاحبہ! ہمارا فرض اذان دینا ہے کوئی جماعت میں شامل ہو نہ ہو، اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ آپ ضرور تشریف لایئے گا تاکہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

چنانچہ 9 فروری کو میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے کراچی پہنچی۔

دوران اجلاس جب مجھے گفتگو کرنے کے لئے کہا گیا تو میں نے چند منٹ کی گفتگو کی اور نواز شریف صاحب کا یہ پیغام پہنچایا کہ آگے بڑھیں اور جدوجہد کریں۔ اس اجلاس میں ہی فیصلہ کیا گیا کہ G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بالا دستی اور بحالی کے لئے مشترکہ لائحہ عمل بنانے کے لئے رابطہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی کے جلد قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ یاد رہے کہ G,D,A کا حصہ PPP بھی تھی مگر اس وقت مجلس عاملہ کے اس فیصلہ پر کہ G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بحالی و بالا دستی کے لئے گفتگو کی جائے، کوئی اختلاف سامنے نہ آیا۔ کیونکہ مسلم لیگ نے پہلے دن ہی اپنے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا تھا کہ ہم ہر اس قوت کو ساتھ لے کر چلیں گے کہ جو آئین اور جمہوریت کی بات کرے گی۔

دوسری طرف میاں اظہر، اعجاز الحق اور خورشید قصوری نے 11 فروری کو کھانے پر ملاقات کی۔ ان تمام ملاقاتوں اور اس کے بعد پیش کیے جانے والے تاثر کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا تھا کہ ہم پرویز مشرف کی بی ٹیم بن سکتے ہیں اور مسلم لیگ میں آمریت کی حسب خواہش پھوٹ ڈالنے کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ ان میں اعجاز الحق کا کردار سب سے دلچسپ تھا بلکہ آج بھی ہے۔ وہ آمریت کی طرف سے ذراسی آس دلانے پر قیادت کے نمبر ون مخالف ہو جاتے تھے مگر جب انہیں ٹھینگا دکھانے والے حالات پیدا ہونے لگتے تو وہ دوبارہ نواز شریف کی شان میں قصیدہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ اعجاز الحق 12 اکتوبر کے فوراً بعد اچانک نواز شریف صاحب کے مخالف ہو گئے اور طرح طرح کے بار بار پینترے بدلتے رہے۔ مثلاً ادھر پارٹی قیادت کے خلاف بیانات دیئے اور اس کی تبدیلی کی خبریں دیں۔ پھر ذراسی آمریت کی بے رخی کے بعد وہ اچانک ہمارے ہمدرد ہو جاتے۔ مثال کے طور پر انہوں نے 22 جنوری 2000ء کو ایک آن ریکارڈ بیان میں کہا کہ ”25 اور 30 تاریخ کے پارٹی اجلاسوں میں پارٹی قیادت زیر بحث نہیں ہو گی کیونکہ نواز شریف کی موجودگی میں اس سلسلے میں بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ نواز شریف نے مسلم لیگ کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ ان کی کوششوں سے آج مسلم لیگ پاکستان

کی سب سے بڑی جماعت بن گئی۔ مسلم لیگ اپنے قائد کو تمام من گھڑت کیسوں سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی کیونکہ مسلم لیگی قائدین کا تحفظ دراصل پاکستان کا تحفظ ہے''۔

پھر وہ چند دن بعد ہی دوبارہ قیادت کی تبدیلی کی باتیں کرنے لگے۔

ان کی قیادت کی تبدیلی کی باتیں دراصل اس سہانے خواب کی وجہ سے تھیں جو ان کو دکھایا گیا تھا کہ آپ کو اقتدار سونپ دیا جائے گا اسی وجہ سے اپنی تمام تر خدمات کے ساتھ پھر آمریت کے ساتھ کھڑے نظر آتے۔ 17 فروری کو انہوں نے مشرف کے اقدامات کو آئینی تحفظ دینے کے پیکج کی بات کی کہ پارلیمنٹ اپنی پامالی پر مہر تصدیق ثبت کر دے پھر چند دن پہلے تک نواز شریف کے دفاع کو پاکستان کا دفاع قرار دینے والے اعجاز الحق نے اپنا نیا انکشاف سنایا کہ ''قوم صرف نواز شریف کی کوتاہیوں کی سزا بھگت رہی ہے'' بہ الفاظ دیگر انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ مشرف کا اقتدار قوم کے لئے سزا ہے مگر یہ اور بات ہے کہ اس کا سبب نواز شریف نہیں بلکہ بعض اقتدار پرست افراد ہیں جنہوں نے آج بھی اپنا مفاد آمریت میں تلاش کر رکھا ہے۔

جہاں میں بدستور پارٹی کے مختلف عہدیداروں کو قیادت کے پیغامات اور خیالات سے آگاہ کر رہی تھی وہیں پر میرا ذہن یوتھ ونگ کے ایک باقاعدہ اجلاس کے انعقاد کی جانب بھی تھا۔ چنانچہ 21 فروری کو مسلم لیگ ہاؤس میں یوتھ ونگ کے اجلاس میں شرکت کی اور ان کے سامنے میاں صاحب کا مافی الضمیر پیش کیا تاکہ قوم کے یہ بچے جان سکیں کہ موجودہ حالات میں بھی قیادت اصولوں پر کسی تجارت کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس سے اگلے دن مسلم لیگ ہاؤس میں ہی صوبائی وقومی اسمبلی کے ارکان کا ایک اجلاس ہوا، جس میں تمام ارکان تو نہ آئے مگر آنے والے اکثر افراد کی زبان پر یہ الفاظ ضرور موجود تھے کہ اگر میاں صاحب حکم دیں تو ہم فوراً احتجاجی تحریک کا آغاز کر دیں مگر میاں صاحب کی یہ ہدایت تھی کہ چاہے حالات بدتر سے بدترین کیوں نہ ہو جائیں مگر ہمیں ریاستی اداروں اور غاصبوں کے درمیان

حدِ فاصل کا خیال رکھنا ہے اور ہمارا ٹکراؤ غاصبوں سے ہے ریاستی اداروں سے نہیں۔

پرویزی آمریت کی دھونس دھاندلی اور دھمکیوں کی وجہ سے فروری کے آخر میں نواز شریف صاحب کے وکلاء نے مقدمے کی پیروی سے انکار کر دیا اور دستبردار ہو گئے۔ یہ حالات حکومتی پالیسیوں کے سبب غیر متوقع تو نہیں تھے مگر پھر بھی ہمارے پاس فوراً اس کا کوئی متبادل بھی نہ تھا۔ چنانچہ میاں صاحب نے فیصلہ کیا کہ وہ از خود ہی عدالت کا سامنا کریں گے مگر دوسری طرف اپنے وکلاء کو بھی پیروی پر آمادہ کرنے کی کوششیں جاری رکھنے پر اتفاق کیا گیا۔ دو تین دن کے بعد سوائے ایک وکیل کے باقی نے کیس کی پیروی پر آمادگی کا اظہار کر دیا جو ایک خوش آئند فیصلہ تھا۔

مگر اس فیصلے کی اقبال رعد (شہید) کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ وہ روزِ اول سے میاں صاحب کی پیروی کرنے والوں کے سرخیل تھے اور نہایت قابل شخص بھی تھے ان کو مارچ کے دوسرے ہفتے میں ان کے دفتر میں گھس کر شہید کر دیا گیا۔ رعد صاحب کی شہادت نے وکلاء کے، عدالتی کارروائی کے علاوہ اپنی سلامتی کے حوالے سے شکوک و شبہات کو نہ صرف ثابت کر دیا بلکہ اس کے بعد ان افراد نے از سرِ نو فیصلہ کیا کہ وہ کراچی میں سلامتی کی خطرناک صورتحال کے پیشِ نظر عدالتی کارروائی میں حصہ نہیں لیں گے۔ بہر حال بعد میں یہ معاملہ بھی حل ہو گیا۔

16 مارچ کو پشاور میں ظفر اقبال جھگڑا صاحب کی رہائش گاہ پر سنٹرل ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں میں نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کا اہم ترین ایجنڈا جمہوری جدوجہد میں دیگر سیاسی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلنا اور دستوری بالادستی کو ملک پر قائم کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک سات رکنی کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تا کہ دیگر سیاسی طاقتوں سے فی الفور گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ سات رکنی کمیٹی میں اس بات سے ماورا ہو کر رکنیت دی گئی کہ کون حکومتی صفوں میں جانے کے لئے بے چین ہے اور کون قافلۂ جمہوریت کا رکن رہنا چاہتا ہے تا کہ کسی طرف سے یہ الزام عائد نہ کیا جا سکے کہ ہم کو اس

سارے عمل سے علیحدہ کر کے عملاً لاتعلق کر دیا گیا تھا اور ہم مجبوراً قیادت کے خلاف ہو گئے۔ چنانچہ کمیٹی میں خورشید قصوری، گوہر ایوب، اسد جونیجو اور حسین بخش بنگلزئی کو مسلم لیگ سے جب کہ حلیف جماعتوں سے ساجد میر، حاصل بزنجو اور صاحبزدہ فضل کریم کو نمائندگی دی گئی اور ان افراد کو فوراً رابطوں کی ہدایت کی گئی۔ اجلاس کے بعد راجہ ظفر الحق نے اخباری نمائندوں کو تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ قیادت کے معاملہ پر صرف ایک ہی بات ہوئی ہے کہ نواز شریف ہمارے قائد ہیں۔

میاں اظہر مسلم لیگ میں پھوٹ ڈالنے کی پرویزی آمریت کی خواہش کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لئے اپنے گھر پر بدستور اجلاسوں میں مصروف تھے۔ وہ مختلف لوگوں سے ملاقات میں اپنے آپ کو آئندہ کے وزیراعظم کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے مارچ کے آخر میں اپنے گھر پر عید ملن پارٹی کا انعقاد کیا۔ یہ صرف نام کی ہی عید ملن پارٹی تھی درحقیقت یہ ایسے لوگوں کا اکٹھ ثابت ہوئی جنہوں نے میاں صاحب کا نام لئے بغیر ان پر الزامات کی بارش کر دی اور اپنا سارا زور خطابت اس امر پر صرف کر دیا کہ فوجی اقتدار کو بسروچشم قبول کر لیا جائے۔ بعد میں اعجاز الحق نے میاں اظہر کو فون کر کے عید ملن پارٹی کی ''کامیابی'' پر مبارکباد بھی دی۔

اپریل کا مہینہ اس حوالے سے یادگار ہے کہ اس میں طیارہ کیس کا فیصلہ سنایا گیا اور گوہر ایوب نے PPP سے جمہوریت کی بحالی کے لئے رابطہ بھی کر لیا تھا۔ میں نے راولپنڈی بار کونسل سے خطاب بھی کیا اور اپنی جمہوری آواز ان تک پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ 13 اپریل کو مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں نواز شریف صاحب کو سزا دلانے کی آمرانہ کوششوں کے اثرات و مضمرات کا جائزہ لیا گیا۔ 27 ارکان نے اس اجلاس میں شرکت کی مگر پریس بریفنگ کے وقت کچھ ارکان چلے گئے تھے اور ان کے جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ میاں صاحب کو سزا ہونے کی صورت میں اپنا اقتدار بنتا دیکھ رہے تھے۔ چودھری شجاعت ان دنوں ملک سے باہر تھے۔ طیارہ کیس کے فیصلے سے ایک روز قبل وہ ملک واپس

آئے اور انہوں نے آتے ہی پریس کانفرنس کر دی جس میں جب ان سے مشرف کے ساتھ شریک اقتدار اور سزا کی صورت میں نواز شریف کی قیادت کے مستقبل کا سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ ''فیصلہ کچھ بھی ہو مسلم لیگ کی قیادت تبدیل نہیں ہوگی، موجودہ حکومت میں شمولیت سیاسی موت ہوگی'' مگر افسوس کہ وہ اپنے الفاظ پر قائم نہ رہ سکے۔

6 اپریل کو نواز شریف کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ جب کہ دیگر 6 افراد کو بری کر دیا گیا۔ میرا اس فیصلے کے حوالے سے صرف ایک سوال ہے کہ جب دیگر افراد پر کوئی خلاف قانون عمل ثابت نہیں ہوا تھا تو بھلا اسلام آباد میں فوجیوں کے نرغے میں گھرے وزیراعظم کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ فضا میں طیارہ ہائی جیک کر لیں۔ کیا نواز شریف صاحب طیارے میں پستول لے کر داخل ہوئے تھے؟ اگر ایسا بھی نہیں تھا تو پھر ان پر کیا ثابت ہوا؟ ہاں صرف یہ ثابت ہوا کہ جو شخص ایک پی سی او کے ذریعہ چیف جسٹس تک کو نکال سکتا ہے وہ عدالتی نظام کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے اور کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔

اس فیصلے پر بہت سارے افراد کے جو کہ موقع کی تلاش میں تھے، دلوں میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور انہوں نے فوراً ہی بیانات دینے شروع کر دیئے۔ 9 اپریل کو مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ، پارلیمانی پارٹی اور دیگر حلیف جماعتوں کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں چودھری شجاعت، میاں اظہر، اعجاز الحق، خورشید قصوری، عابدہ حسین اور فخر امام نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں نواز شریف صاحب کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ میاں اظہر اور خورشید قصوری وغیرہ نے تقاریر نہ کیں مگر کوئی اختلاف رائے کا بھی اظہار نہ کیا۔ اجلاس کے بعد راجہ ظفر الحق صاحب نے پریس بریفنگ میں نواز شریف صاحب کی قیادت پر اعتماد کے حوالے سے شرکاء کے فیصلے سے صحافیوں کو آگاہ کیا۔

میاں صاحب کے بارے طیارہ کیس کے فیصلہ میں چیدہ چیدہ واقعات کا اختصار سے ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ 12 اکتوبر سے لے کر اس وقت تک کیا حالات پیش آتے رہے۔ اگر واقعات کو اسی طرح بیان کرتی چلی جاؤں تو پھر

ایک علیحدہ کتاب ترتیب پا جائے گی۔ چنانچہ اب آپ کو میں مسلم لیگ میں پھوٹ ڈالنے کی کوششوں کی آخری دنوں کی اجمالاً واقعاتی جھلک دکھاتی ہوں کیونکہ گزشتہ بیان کیے گئے واقعات سے اکثر چہرے آپ کے سامنے آچکے ہوں گے کہ کون کیا کر رہا تھا اور اس کے کیا ارادے تھے؟

6 اکتوبر 2000ء کو یہ فیصلہ ہوا کہ 12 اکتوبر کے سیاہ دن کو یوم سیاہ کی حیثیت سے منایا جائے اور یہ کہ 11 اکتوبر کو پشاور سے مسلم لیگ ایک پر امن ریلی نکالے گی جس کی منزل لاہور ہوگی۔ اس پروگرام کے اعلان کے اگلے روز میں جیل میں میاں صاحب سے ملی اور ان کو جماعت کے فیصلوں سے آگاہ کیا تا کہ جماعت کے لئے مزید رہنمائی حاصل کی جا سکے۔ میاں صاحب نے ہدایت کی کہ پارٹی کو مزید متحرک کرنے اور یوم سیاہ کو کامیاب بنانے کے لئے میں خود اور دیگر پارٹی عہدیدار بھی عوام سے اپنے رابطوں کو مزید فعال بنائیں۔ اس کے ساتھ میاں صاحب نے ایک عجیب فقرہ کہا کہ ''جو لیگی دباؤ میں ہیں ان کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے'' ان کی یہ بات دراصل ان کی اس سوچ کی غمازی کرتی تھی کہ وہ کسی ابن الوقت سے جمہوریت کے لئے کوئی امید نہیں رکھتے۔ ان کا مجھے یہ کہنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ میں یوم سیاہ کے موقع پر صرف عوامی ردعمل پر توجہ مرکوز رکھوں اور خوفزدہ یا موقع پرست سیاستدانوں کے تجاہل کو خاطر میں نہ لاؤں۔ چنانچہ اگلے دن ہی میں نے لاہور، اوکاڑہ، ساہیوال اور قصور میں کارکنوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا اور ان تک ان کے لیڈر کا پیغام بھی پہنچایا۔ یہ وہی دن تھا جس دن چوہدری شجاعت نے سیاستدانوں اور فوج کی مشترکہ حکومت بنانے کی بات کی تھی۔ اس وقت تک وہ کھل کر قیادت کے خلاف سامنے آچکے تھے۔ ہاں کبھی کبھی اپنی خفت کو مٹانے کی غرض سے کوئی ادھر ادھر کی بات بھی کر دیتے تھے۔

10 اکتوبر کو ہی راولپنڈی میں لیگی کارکنوں کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں اور جبر و تشدد کا ایک نیا سلسلہ سامنے آگیا۔ اس دن لاہور ہائیکورٹ بار کے زیر اہتمام جمہوری کنونشن بھی

منعقد کیا گیا تھا جس میں میرے علاوہ نوابزادہ مرحوم اور چند دیگر افراد نے بھی خطاب کیا تھا۔ اس کنونشن کے دوران میرے علم میں لایا گیا کہ حکومت لیگی رہنماؤں اور کارکنوں کے بارے سخت احکامات جاری کر چکی ہے جس کے نتیجے میں متعدد لیگی کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جب کہ میری گرفتاری بھی متوقع تھی۔ میں نے پھر بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں ہر حالت میں ریلی میں شرکت کے لئے جاؤں گی۔ چنانچہ میں پشاور کے لئے روانہ ہو گئی۔ وہاں پر میٹ دی پریس پروگرام کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ریلی کو بزور طاقت روک دیا گیا ہے اور کارکنوں پر زبردست تشدد کیا جا رہا ہے لہٰذا میرا جانا وہاں پر مناسب نہیں ہو گا مگر میرا ایک ہی جواب تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں جان کی بازی لگا کر بھی ریلی میں شرکت ضرور کروں گی۔ میں ریاستی اداروں سے اپنے آپ کو اوجھل رکھتے ہوئے نجمہ حمید کے گھر پہنچنے میں کامیاب ہو گئی تاکہ ان کی ہمراہی میں ریلی میں جا سکوں مگر بدقسمتی سے اسی اثناء میں میری وہاں موجودگی کا علم حکمرانوں کو ہو گیا اور مجھے وہاں پر ہی غیر اعلانیہ نظر بندی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال پھر بھی بہت سے شہروں میں یوم سیاہ کے حوالے سے کامیاب اجتماعات منعقد ہوئے مگر ہماری مرکزی ریلی کو نہ نکلنے دیا گیا۔ مجھے اگلے دن رہا کر دیا گیا۔

15 اکتوبر کو مجلس تحفظ پاکستان کا اجتماع شاہدرہ میں منعقد کرنے کا پروگرام تھا مگر میرے ماڈل ٹاؤن سے نکلنے پر پہرے لگا دیئے گئے تھے۔ میں پہلے تو وہاں پر ہی میں مختلف لوگوں سے اس معاملے پر بحث کرتی رہی مگر جب انہوں نے میری ایک نہ سنی تو ان کو گفتگو میں مصروف چھوڑ کر گھر کے اندرونی حصے میں چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی کی پچھلی نشست پر جا بیٹھی اور اپنے سر کو نسبتاً جھکا لیا۔ ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی سٹارٹ کرے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب وہ چلنے لگا تو ایک آفیسر نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بیگم صاحبہ نے کچھ اشیاء منگوائی ہیں۔ وہ آفیسر مجھے دیکھ ہی نہ سکا اور بھرے لہجے میں کہنے لگا اچھا جاؤ اور اس طرح میں ماڈل ٹاؤن سے باہر نکل گئی مگر شاید میرے نکلنے کے فوراً بعد ہی ماڈل ٹاؤن میں ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ میں نکلنے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔

چنانچہ انہوں نے میری شاہدرہ میں متوقع آمد کے پیش نظر جمع کارکنوں کو بیدردی سے پیٹنا شروع کر دیا اور زبردست تشدد کر کے ہمارے پروگرام کو طاقت کے بل بوتے پر منعقد نہ ہونے دیا۔

مسلم لیگ کی G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بحالی کے لئے گفتگو اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چنانچہ ان رابطوں کے سبب مسلم لیگ کی طرف سے ظفر علی شاہ نے دوبئ میں محترمہ بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں PPP کی طرف سے محترمہ کے علاوہ مخدوم امین فہیم اور فتح محمد حسنی بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں اصولی طور پر یہ طے پایا کہ اپنی اپنی سیاسی سوچ سے وابستہ رہتے ہوئے ملک وقوم کو آئین اور جمہوریت کی طرف واپس لانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جانی چاہیے اور ملک کی تمام سیاسی قوتوں کو بحالی جمہوریت کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر مل بیٹھنا چاہیے۔ ظفر علی شاہ نے وطن واپسی کے فوراً بعد مجھے اور دیگر پارٹی رہنماؤں کو PPP سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا تاکہ میں میاں صاحب کو اس پیش رفت سے آگاہ کر سکوں اور ان کی ہدایات پارٹی کے دیگر اکابرین تک پہنچا دوں۔

پارٹی کے عہدیداروں کو G,D,A سے مذاکرات کے متعلق صورتحال سے آگاہ کرنے کے بعد اکتوبر کے تیسرے ہفتہ میاں صاحب نے ایک تین رکنی کمیٹی قائم کی جس کا یہ مینڈیٹ تھا کہ وہ تمام سیاسی قوتوں کو ایک جمہوری ایجنڈے پر لے کر آئے۔ اس کمیٹی میں راجہ ظفر الحق، سرانجام خان اور ظفر علی شاہ شامل تھے۔ جس دن میاں صاحب نے اس کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا اس دن راجہ ظفر الحق نے چودھری شجاعت سے ملاقات کی تاکہ ان کی تمام منفی سرگرمیوں کے باوجود ان کو ان معاملات میں اعتماد میں لیا جائے اور پارٹی اتحاد کو کسی بھی خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔

20 اکتوبر کو راجہ ظفر الحق، سرانجام خان، جاوید ہاشمی اور ظفر علی شاہ کی نوابزادہ نصر اللہ مرحوم سے ملاقات ہوئی اور ملک کو درپیش بحران میں سیاسی جماعتوں کے کردار کو متحرک

کرنے اور مثبت سمت میں پیش قدمی کے حوالے سے مشترکہ جدوجہد پر اتفاق رائے کا اظہار کیا گیا۔

اگلے دن ہی ہم خیالوں کا اجلاس خورشید قصوری کے گھر ہوا۔ جس میں سیاسی جماعتوں کی مفاہمانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے اس اتحاد کو مسترد کر دیا جو ابھی معرض وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ اس دن ہی سندھ ہائیکورٹ کا فیصلہ طیارہ کیس میں آیا جس میں میاں صاحب کی ایک عمر قید مزید ختم کر دی گئی۔ اس فیصلے کے بعد ہم خیالوں کا ایک اور اجلاس منعقد ہوا جس میں اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پارٹی قیادت کے خلاف بدستور ہرزہ سرائی کی گئی، ہم خیالوں کے لارڈ اور رئیس چوہدری شجاعت، میاں اظہر اور اعجاز الحق تھے۔

بہر حال نواز شریف صاحب نے مجلس عاملہ کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ موجودہ غیر دستوری حالات کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام سیاسی قوتیں ایک مشترکہ ایجنڈا اپنائیں تاکہ قوم کو اس آمریت کی رات کے بعد جمہوریت کی صبح دیکھنا نصیب ہو سکے۔

ماڈل ٹاؤن میں مسلم لیگ کے اجلاس بار بار منعقد ہو رہے تھے تاکہ ہر امکانی صورت کا بغور جائزہ لے کر کوئی فیصلہ کیا جا سکے اس کے ساتھ ساتھ نواز شریف صاحب کی ہدایت پر راجہ ظفر الحق صاحب نے چودھری شجاعت سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی تاکہ ان کو بھی لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے آگاہ رکھا جائے۔ نواز شریف صاحب مسلم لیگ کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے امکانی حد تک ہم خیالوں کے اقدامات سے صرف نظر کر رہے تھے تاکہ جماعت کسی بھی خلفشار سے محفوظ رہے۔ مگر دوسری طرف مسند اقتدار کے حصول کی دوڑ میں شریک یہ افراد کسی بھی مفاہمانہ طرز عمل کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے بلکہ جب انہوں نے سپریم کورٹ حملہ کیس میں سزا یافتہ افراد کو توہین عدالت کی سزا مکمل ہونے پر ظہرانہ دیا تو اس میں بھی ان لوگوں کا لب ولہجہ ایسا تھا کہ اب مفاہمت کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ فخریہ لوگوں کو بتا رہے تھے

کہ آمریت سے ہمارا معاہدہ طے پا گیا ہے اور وہ اب ہم کو اقتدار میں اپنے ساتھ شریک کر لیں گے۔ 6 نومبر کو راجہ ظفر الحق سے ملاقات میں تو چوہدری برادران نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر G,D,A سے کسی مفاہمت کی کوئی بات مجلس عاملہ کے اجلاس میں ہوئی تو بدمزگی ہو گی۔ اس جارحانہ طرز عمل کے بعد بھی نواز شریف اور راجہ ظفر الحق کی طرف سے پارٹی اتحاد بچانے کی کوششیں ترک نہ کی گئیں بلکہ جب 16 نومبر کو اجلاس بلانے کا فیصلہ ہوا تو سرانجام خان نے خود فون کر کے چودھری شجاعت کو اجلاس میں آنے کی دعوت دی تا کہ اجلاس کے حوالے سے امکانی بدمزگی کو بچایا جا سکے اور مسلم لیگ میں موجود تمام دھڑوں کو فیصلہ سازی میں موقع دیا جا سکے۔

16 نومبر کو مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں چوہدری شجاعت وغیرہ نہ آئے۔ اس اجلاس میں 52 ارکان نے شرکت کی اور تمام نے ہی بحالی جمہوریت کے لئے سیاسی جماعتوں سے مفاہمت اور G,D,A کے ساتھ اسی نکتہ پر اتحاد ہونے کی توثیق کر دی۔ چوہدری شجاعت اور اعجاز الحق کے نہ آنے کے باوجود یہ فیصلہ ہوا کہ پریس بریفنگ میں ان افراد کے حوالے سے کوئی تلخ جملہ نہ استعمال کیا جائے گا۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے چوہدری شجاعت اور اعجاز الحق سے رابطے جاری رکھے۔ 20 نومبر کا دن مسلم لیگ میں باقاعدہ پھوٹ ڈالنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے مسرت و شادمانی کا دن تھا۔ صبح 8 بجے ان گنت مسلح افراد نے مسلم لیگ ہاؤس پر قبضہ کر لیا۔ تمام ریکارڈ اور نواز شریف صاحب کی تصاویر جلا دی گئیں۔ ایک لیگی رہنما اور ملازمین کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔ بعد میں ہم خیالوں نے ان افراد کی سربراہی کرتے ہوئے مسلم لیگ ہاؤس اسلام آباد پر بھی قبضہ کر لیا اور اس تمام سانحہ کے پس پردہ اسرار کو آشکارا کر دیا۔ اس صورتحال میں عاملہ کا اجلاس میری رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ G,D,A سے معاملات طے کرنے کے لئے 6 رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس میں سرانجام خاں کو مسلم لیگ ہاؤس پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا اختیار دے دیا گیا۔ ہم نے اتمام حجت کے طور پر اس وقت بھی جاوید ہاشمی، تہمینہ دولتانہ اور سعد رفیق کو

چوہدری شجاعت کے گھر بھیجا جہاں دیگر ہم خیال بھی موجود تھے مگر انہوں نے 5 مطالبات رکھ دیئے بلکہ بہ الفاظ دیگر عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔

اس صورتحال سے ہم گھبرا گئے، ہم پرویزی آمریت کی اس خواہش کو کبھی پورا نہیں ہونے دینا چاہتے تھے مگر سیاسی طاقتیں ایک میز پر اکٹھی نہ بیٹھ سکیں۔ اس لئے اگلے روز ہی مسلم لیگ کا ایک وفد نوابزادہ نصر اللہ مرحوم سے ملا تا کہ اس مفاہمانہ فضا کو حقیقت کے قالب میں ڈھالنے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ اس ملاقات میں کم وبیش تمام امور طے کر لئے گئے تا کہ آئندہ مشکلات پیش نہ آئیں۔

پارٹی میں خلفشار کو روکنے کے لئے نواز شریف صاحب اور راجہ ظفر الحق ابھی تک تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے معاملات کو حل کرنے کے لئے ایک 5 رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کی جس کے ارکان وسیم سجاد، الٰہی بخش سومرو، گوہر ایوب، سرتاج عزیز اور ممنون حسین تھے۔

26 نومبر کو G,D,A نے اس بات کا باضابطہ فیصلہ کر لیا کہ مسلم لیگ اور ان کا سفر اب مشترکہ ہوگا۔ چنانچہ 3 دسمبر کو G,D,A کی جگہ اے آر ڈی کا قیام عمل میں آیا اور ایک ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی اور کہا گیا کہ آئین میں طے شدہ طریقہ کار کے علاوہ کسی بھی طرح کی ترمیم کو تسلیم نہیں کریں گے۔ خیال رہے کہ اس وقت متحدہ قومی موومنٹ بھی اے آر ڈی کا حصہ تھی۔ میں بھی اس اجلاس میں شامل تھی مگر اچانک پتہ چلا کہ بڑے میاں صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے۔ چنانچہ میں فوراً اجلاس کے دوران ہی چلی گئی۔ اس طرح سے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جمہوری اتحاد وجود میں آیا۔

تقاریر

چوہدری شجاعت کے گھر بھیجا جہاں دیگر ہم خیال بھی موجود تھے مگر انہوں نے 5 مطالبات رکھ دیئے بلکہ بہ الفاظ دیگر عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔

اس صورتحال سے ہم گھبرا گئے، ہم پرویزی آمریت کی اس خواہش کو بھی پورا نہیں ہونے دینا چاہتے تھے مگر سیاسی طاقتیں ایک میز پر اکٹھی نہ بیٹھ سکیں۔ اس لئے اگلے روز ہی مسلم لیگ کا ایک وفد نوابزادہ نصراللہ مرحوم سے ملا تاکہ اس مفاہمانہ فضا کو حقیقت کے قالب میں ڈھالنے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ اس ملاقات میں کم وبیش تمام امور طے کر لئے گئے تاکہ آئندہ مشکلات پیش نہ آئیں۔

پارٹی میں خلفشار کو روکنے کے لئے نواز شریف صاحب اور راجہ ظفر الحق ابھی تک تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے معاملات کو حل کرنے کے لئے ایک 5 رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کی جس کے ارکان وسیم سجاد، الٰہی بخش سومرو، گوہر ایوب، سرتاج عزیز اور ممنون حسین تھے۔

26 نومبر کو G,D,A نے اس بات کا باضابطہ فیصلہ کر لیا کہ مسلم لیگ اور ان کا سفر اب مشترکہ ہوگا۔ چنانچہ 3 دسمبر کو G,D,A کی جگہ اے آر ڈی کا قیام عمل میں آیا اور ایک ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی اور کہا گیا کہ آئین میں طے شدہ طریقہ کار کے علاوہ کسی بھی طرح کی ترمیم کو تسلیم نہیں کریں گے۔ خیال رہے کہ اس وقت متحدہ قومی موومنٹ بھی اے آر ڈی کا حصہ تھی۔ میں بھی اس اجلاس میں شامل تھی مگر اچانک پتہ چلا کہ بڑے میاں صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے۔ چنانچہ میں فوراً اجلاس کے دوران ہی چلی گئی۔ اس طرح سے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جمہوری اتحاد وجود میں آیا۔

1971ء کی جنگ جس کے نتیجے میں مملکت خداداد پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک خوفناک سازش تھی اگر کوئی محبّ وطن سقوط ڈھاکہ کے بعد تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کرتا تو وقتی مشکلات کے باوجود وہ قوم کو حقائق سے آگاہ کروا جاتا۔ سقوط ڈھاکہ پر کمیشن بنا مگر اس کی رپورٹ آج تک منظر عام پر نہ آسکی۔ اسی لئے کارگل کے آپریشن پر میں نے انکوائری کا مطالبہ کیا تاکہ خون شہیداں رائیگاں نہ جائے اور قوم کے سامنے کارگل کی مہم جوئی کی ضرورت اور اس کے نتائج واضح ہوسکیں۔

خوفناک سازش

کارگل پر بات کرنے سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتی ہوں کہ 1971ء کی جنگ کے نتیجہ میں مملکت خداداد پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سازش کو بے نقاب کروں۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد اگر کوئی محبِ وطن کسی کمیشن کا مطالبہ کرتا تو وقتی طور پر تو وہ پابند سلاسل ہو جاتا مگر قوم کو حقائق سے آگاہ کروا جاتا۔ سقوط ڈھاکہ پر کمیشن تو بنا مگر اس کی رپورٹ آج تک کسی آمر کے ہاتھوں دبی ہوئی ہے۔ یہ عظیم ملک برصغیر کے اندر لاتعداد قربانیوں اور شہداء کے خون سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کے پیچھے برصغیر کے اولیاء اللہ کی دعائیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی امت پر خصوصی کرم تھا کہ اس خطے میں نہتے مسلمانوں نے اپنے لئے ملک حاصل کیا۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اس کے پیچھے قلندر لاہور ڈاکٹر اقبالؒ کا دوقومی نظریہ مضمر تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خلوص نیت اور قابلیت شامل تھی۔ کروڑوں ماؤں اور بہنوں کی دعائیں شامل حال تھیں اور میرے کئی بھائی اور بیٹوں کا اللہ کی رضا کے لئے خون دینا شامل تھا۔ اس ملک کو حاصل کرنے کے لئے آگ اور خون کے کئی دریا عبور کرنے پڑے، عصمتیں لٹیں، گردنیں نیزوں پر چڑھیں، سینوں نے برچھیاں کھائیں مگر افسوس صد افسوس اس پوری تاریخ کو پیچھے رکھ کر اس وقت کے ایک آمر نے اپنے چند حواریوں کے ساتھ اقتدار کے نشہ میں چور ہو کر بلکہ شراب کے نشہ میں چور ہو کر اس سلطنت خداداد پاکستان کو تھوڑے سے دنوں کی جنگ کے نتیجے میں دو حصوں میں تقسیم کروا دیا بلکہ ایک جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ صرف اور صرف اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے وقت

کے میر جعفر اور صادق نے نہ صرف ملک کے دو حصے کیے بلکہ ایک سازش کے تحت ایک لاکھ کے قریب ہمارے سپوت جو سروں پہ کفن باندھ کر گئے تھے، میدان جنگ میں بے یار و مددگار چھوڑ دیے گئے جس کے نتیجے میں انہیں دشمن کی اذیت ناک جیلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر اس وقت کوئی محبّ وطن سقوط ڈھاکہ کی انکوائری کا مطالبہ کرتا اور اس انکوائری کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو جاتا تو میں وثوق سے کہتی ہوں کہ آج کارگل جیسے آپریشن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے کوئی بھی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص ہزار بار سوچتا۔ اگر اس سقوط ڈھاکہ کے سول، فوجی، سیاسی اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ذمہ داروں کو منظر عام پر لا کر ان کو قرار واقعی سزائیں دی جاتیں تو اس کے بعد کسی بھی آمر یا طالع آزما کو ملک کی سالمیت سے کھیلنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ملک عظیم قربانیوں کے نتیجہ میں بنتے ہیں۔ ان سے آمر اور طالع آزما کھلونے کی طرح کھیلتے نہیں ہیں۔

مگر جناب ریٹائرڈ جنرل صاحب! اس دفعہ شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ آپ کی اس سرکش مہم جوئی کو ضرور قوم کے سامنے بے نقاب کریں گے کہ اتنا بڑا اقدم کیونکر اٹھایا گیا؟ یہ 1971ء نہیں 2000ء ہے اور قوم اس جواب کی منتظر ہے۔ اس دفعہ فیصلہ ہو کر رہے گا۔ کارگل پر کمیشن بنانا ہی پڑے گا اور ذمہ دار لوگوں کو اس کا سامنا کرنا ہوگا۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ تقریباً 500 سے زائد میرے بھائیوں اور بیٹوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا، اللہ سے کیا ہوا وعدہ نبھایا، ان کی قربانی کو رائیگاں نہیں ہونے دیں گے۔ آج قوم کے ذہن میں مختلف خدشات اور سوالات ابھر رہے ہیں:

کیا یہ کارگل ایکشن ملک پر کوئی بڑی جنگ مسلط کرنے کا پیش خیمہ تو نہیں تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن ملک کی معاشی حالت کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی تو نہ تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن مسئلہ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوئی سازش تو نہیں تھا؟

کیا کارگل ایکشن پاک فوج کی عسکری قوت کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوشش تو نہیں تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن پاکستان کی خارجہ پالیسی کو دنیا میں، بالخصوص اسلامی ممالک میں ناکام کرنے کا کوئی منصوبہ تو نہ تھا؟

کیا معیشت کو ہمیشہ کے لئے سودی نظام کے تسلط میں رکھنے کا کوئی ایسا پروگرام تو نہ تھا؟ جس کے نتیجہ میں قوم ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور دوسری عالمی مالیاتی اداروں کی زنجیروں میں جکڑی رہے۔

قوم کے ذہن میں مختلف سوالات آ رہے ہیں، ان کا جواب کوئی غیر جانبدار کمیشن بنے گا تو منظر عام پر آئے گا۔ میری پاک دھرتی کے جانبازوں کے خون کا حساب کون دے گا؟ ریٹائرڈ جنرل! تمہاری خودسر پلاننگ سے آج میری کتنی بہنیں بیوہ اور کتنے بچے یتیم ہوئے ہیں۔

ان سوالوں کا جواب ہم حکومت کے خودساختہ ترجمان سے نہیں سننا چاہتے کیونکہ ترجمان پر اب یقین نہیں رہا۔ جس ترجمان، سپرسیڈ بریگیڈئر کو میرٹ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ''اعلیٰ کارکردگی'' کی بنا پر میجر جنرل کے عہدہ پر فائز کیا گیا ہو اس ترجمان سے کیا خیر کی توقع کی جاسکتی ہے۔ فوج میں بہت سے قابل بریگیڈئر ہیں جو جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہیں، مگر ایسے شخص کو ترجمان کی ذمہ داری دے کر ISPR کا انچارج لگایا گیا ہے جس کا کام صرف اور صرف شریف فیملی کی کردارکشی کرنا ہے۔ ہم ایسے سپرسیڈ بریگیڈئر کی ترجمانی نہیں مانتے۔ کیا فوج میں اس عہدہ کے لئے اور کوئی ذمہ دار آفیسر نہیں؟ ہاں میرے ہزاروں بھائی ہیں مگر افسوس کہ وہ کسی فرد واحد کے غلام بننا پسند نہیں کرتے۔ ''محنت اور لوگ کریں، مزے ترجمان کریں'' ایسے ترجمان کی طرف سے کوئی بھی بیان حقیقت پر مبنی تصور نہ کیا جائے۔ قوم کو صرف ایک غیر جانبدار کمیشن کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ اگر سچائی ہے تو ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ میں ریٹائرڈ جنرل کو چیلنج کرتی ہوں کہ وہ ٹیلی ویژن پر آ کر ہمارے سوالوں کا جواب دے کر قوم کو مطمئن کریں اور ہمارے ساتھ کارگل ایشو پر مناظرہ کریں۔ یہ میرا کھلا چیلنج ہے۔ ورنہ اپنے لئے راستہ کا تعین کریں۔ جو قوم کا مخلص ہے تمہاری قید میں ہے۔

اس کی زندگی کو تم سے خطرہ ہے بلکہ تم سے تو سالمیت پاکستان کو بھی خطرہ ہے۔ وہ سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر بھی وطن اور اسلام کی سربلندی کی بات کرتا ہے۔ کارگل پر نواز شریف کا کمیشن بنانے کا مطالبہ مستقبل میں ملک کے خلاف سازش کرنے والوں کا راستہ روکنا ہے۔

بجٹ آچکا ہے۔ غریب کا خون مزید چوسا جائے گا، گھر گھر چولہے ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں، ریٹائرڈ جنرل کو غیر ملکی دوروں سے فرصت نہیں۔ موجودہ حکومت کے بے سود بیرونی دوروں کی تعداد ہمارے وقت سے تین گناہ زیادہ ہے اور اس پر یہ کہ سارے دورے بن بلائے ہیں۔ دوران سفر جو لوگ ساتھ جا رہے ہوتے ہیں، ذرا قوم کو ان کے ناموں کی لسٹ بھی دکھا دیں کہ جناب کی رفیق سفر کون سی عظیم شخصیات ہیں اور ان کا حکومت اور سیاسی معاملات سے کیا تعلق ہے؟ اگر دینی مدارس کو چھیڑا گیا تو حکومت کو اس کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ دینی مدارس کو بچانے کے لئے ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اسلام اور تبلیغی مراکز ہی تو ہمارا اثاثہ ہیں۔ پہلے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکیک حملے کیے گئے، حال ہی میں وزیر داخلہ نے ایک شرمناک بیان دے کر دو قومی نظریے کا مذاق اڑایا۔ اب یہ لادینی حکومت اسلامی مدارس کے پیچھے پڑ کر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت کو غیر مسلم قوتوں کے ایجنڈے پر کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ جن کے اشاروں پر حکومت کام کر رہی ہے، وہ اور یہ خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

نواز شریف صاحب کبھی قومی امور کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے تو وہ قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کر کے کرتے تھے۔ نفل ادا کر کے استخارہ کرتے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو رہنمائی ہوتی اس کے مطابق قومی مفاد میں فیصلہ کرتے، ایٹمی دھماکہ کرتے وقت نواز شریف صاحب نے نفل پڑھے، استخارہ کر کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کی کہ

"جہاں تک ہو سکے اپنے دشمن کے مقابلے میں بھرپور عسکری طاقت کے ساتھ تیار رہو"۔

کچھ لوگوں کے ساتھ نہ دیتے ہوئے بھی نواز شریف صاحب نے ملک کی بہتری کے

لئے ایٹمی دھماکہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان کو دنیا کی چھٹی اور اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی قوت بنا دیا۔ اس شخص کی ملک کے ساتھ محبت اور وابستگی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کئی دفعہ ملک کو بچانے کے لئے اپنے اقتدار کی قربانی دی۔ اس دفعہ بھی ملک کی سلامتی کو جب خطرہ لاحق ہوا تو نواز شریف نے اپنے اقتدار کی قربانی دے کر اپنا ملک بچا لیا۔ ایک سچے مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے نواز شریف یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ناپختہ سوچ رکھنے والے لوگوں کے خلاف ضرور انکوائری ہونی چاہیے اور غلط پلاننگ کی وجہ سے ملک کو جو جانی اور مالی نقصان ہوا اس کا ازالہ ایسے لوگوں کو منظر عام پر لا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس دفعہ میں ضروری سمجھتی ہوں کہ کارگل پر کمیشن مقرر کر کے یہ ثابت کر دیا جائے کہ پچھلے باون سالوں میں وہ کون سے بدبخت لوگ ہیں؟ جن کی وجہ سے پاکستان کو نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ ملک کب تک آمریت کا متحمل رہے گا؟ ہم چودہ کروڑ عوام کی رائے پر فرد واحد کی ناپختہ سوچ کو کبھی مسلط نہیں ہونے دیں گے۔ کارگل کمیشن سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ملک کے لئے قربانی دینے والا تو آج پابند سلاسل ہے اور ملک کے وقار کو خراب کرنے، قومی دولت لوٹنے، قیمتی جانوں کو قربان اور سالمیت کو خطرے میں ڈالنے والے خود ساختہ حکمران بنے بیٹھے ہیں، وہ نہ صرف دو قومی نظریہ کے لئے خطرہ ہیں بلکہ پاکستان کے اندر اسلامی نظریہ و فکر کے لئے بھی خطرہ بن چکے ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں، ہمارا جینا مرنا پاکستان کے لئے ہے اور یہ خود ساختہ حکومت اپنی باقی ماندہ ریٹائرڈ لائف یورپ کے کسی بیچ (Beach) پر گزارنے کا پروگرام بنا چکی ہے، ان کا یہ سہانا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔ میں پورے وثوق کے ساتھ قوم کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ قوم انہیں بھاگنے نہیں دے گی اور انہوں نے ملک کو جو نقصان پہنچایا ہے ہم اس کا پورا حساب لے کر چھوڑیں گے۔

میاں نواز شریف نے اپنی حکومت پر 12 اکتوبر کے شبخون، شدید انتقامی کارروائیوں، کردار کشی کی سرکاری مہم اور پھر طیارہ ہائی جیکنگ کے جھوٹے مقدمہ میں عمر قید کی سزا سننے کے باوجود کارگل کے مسئلہ پر اپنے لب سی لئے تھے۔ وہ تمام تر ظلم و زیادتی کا حوصلے اور صبر

سے مقابلہ کرتے رہے۔ 9 جون کو ایک سوال کے جواب میں اٹک میں انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ''کارگل پر ناکام مہم جوئی کے باعث آج پرویز مشرف کو بھارتی حکمرانوں سے مذاکرات کی درخواستیں کرنا پڑ رہی ہیں''۔ اگلے ہی روز حکومتی ترجمان نے ایک شرمناک اور لغو تفصیلی بیان جاری کیا جس میں نہ صرف یہ کہ کارگل میں ناکامی کی تمام تر ذمہ داری نواز شریف کے کندھوں پر ڈال دی بلکہ صدر کلنٹن سے ملاقات کو نواز شریف کی قلابازی قرار دیا، ان پر غداری اور واجپائی سے دوستی کے شرانگیز الزامات عائد کیے۔ اعلان لاہور کی مخالفت کی، میاں صاحب پر شہداء کے لہو سے بے وفائی کے جھوٹے اور بیہودہ الزامات لگائے۔ 12 جون کو سرکاری ترجمان کے کلی طور پر شرمناک، بے بنیاد اور حقائق کے منافی اس بیان کے جواب میں میاں نواز شریف کو بعض حقائق سے پردہ اٹھانا پڑا۔ اس دن سے لے کر آج تک پرویز مشرف اور اس کے پروپیگنڈہ ماہرین جھوٹ بولتے چلے آ رہے ہیں اور انہوں نے جھوٹ بولنے کی تمام سرحدیں پار کر لی ہیں۔ اسی لئے مجھے آج چند اہم باتوں پر، اہم نکات پر واضح گفتگو کرنا پڑی۔ میاں نواز شریف اور ان کی جماعت پاکستان مسلم لیگ کارگل اور دراس سیکٹرز میں معرکہ کارگل کے دوران شہید یا معذور ہونے والے قوم کے سپوتوں کی عظیم قربانی کو سلام کرتی ہے، کارگل کے شہداء اور غازی وطن عزیز کے مایہ ناز فرزند ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض کی بجا آوری اور مادر وطن کے دفاع کے لئے اپنی جانوں اور جسموں کا نذرانہ پیش کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کی عظیم قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جناب نواز شریف (معرکہ کارگل پر اعتماد میں نہ لئے جانے کے باوجود) بطور وزیر اعظم لائن آف کنٹرول کے دوروں پر بھی گئے اور شہداء اور غازیوں کو اعلیٰ اعزازات سے بھی نوازا۔ کارگل پر پرویز مشرف اور ان کے چند ساتھیوں کی ناقص منصوبہ بندی اور غلط فیصلوں کی سزا کسی طور پر بھی شہیدوں اور غازیوں کو نہیں دی جا سکتی تھی۔ میاں نواز شریف کے حالیہ بیانات سے مجاہدین یا پاک فوج کے شہداء کی توہین کے پہلو اخذ کرنے کی بے بنیاد سرکاری کوشش بجائے خود شہداء کی توہین کے مترادف ہے۔ میاں نواز شریف نے پرویز مشرف کی

مشاورت سے صدر کلنٹن سے رابطہ قائم کیا تھا۔ یہاں تک کہ امریکہ روانگی سے چند لمحے قبل ایئرپورٹ پر بھی وزیراعظم نے پرویز مشرف سے اہم صلاح مشورے کیے۔ یہی وجہ ہے کہ پرویز مشرف نے فوجی یونٹس میں جا جا کر یہ بیانات دیئے کہ وزیراعظم کا امریکہ جانا قومی مفاد کے عین مطابق ہے۔ چند اہم فوجی چوکیوں کے ہاتھ سے نکل جانے اور ازاں بعد ایک باقاعدہ جنگ سے قوم کو بچانے کے لئے وزیراعظم نے یہ تدابیر اختیار کیں۔ کیونکہ سیاسی اور عسکری قیادت سے مشاورت کے بغیر از خود پرویز مشرف اور چند افراد کی کارگل پر ناقص منصوبہ بندی نے پاکستان کو بیچ منجدھار لا کھڑا کیا تھا۔ اگر جنگ بندی نہ ہوتی تو پاکستان کے بدخواہ اور اسلام کے دشمن اکٹھے ہو کر ہمیں دنیا میں تنہا کر کے ایٹمی دھماکوں کا سبق سکھانے کیلئے تیار کھڑے تھے۔ میاں نواز شریف نے ملک، قوم اور افواج کے وسیع تر مفاد میں اپنی ذاتی مقبولیت کو داؤ پر لگا کر سب کو بچا لیا۔ اگر نواز شریف کا امن کا راستہ غلط تھا تو آج معرکہ کارگل کے ڈیزائنر مسئلہ کشمیر سمیت دیگر تنازعات کے حل کیلئے امن اور مذاکرات کا راستہ کس بنیاد پر اختیار کر رہے ہیں؟ انہیں بھارت کے خلاف طاقت کے استعمال سے کس نے روکا ہے؟ پرویز مشرف! وضاحت کرو کہ کارگل کی لڑائی نے قوم کو کیا دیا؟ مسئلہ کشمیر پر پیشرفت کیوں رک گئی؟ پاکستان پوری دنیا میں تنہا ہوا۔ قومی سلامتی داؤ پر لگ گئی۔ قومی مفادات کا سودا نواز شریف نے نہیں پرویز مشرف نے کیا ہے۔ نواز شریف نے تو صرف اور صرف وسیع تر قومی مفاد میں کارگل مہم کے دوران ان کی غلطیاں اپنے سر لیں۔ قوم کا سامنا بھی کیا اور تن تنہا دنیا کی بین الاقوامی برادری کا سامنا بھی کیا۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے فقط اپنا عہدہ بچانے کیلئے سارے جمہوری نظام کو تہ و بالا کر ڈالا۔ جمہوری حکومت کے خاتمہ کیلئے پہلے امن کے عمل کو سبوتاژ کیا اور اب قومی غیرت کے منافی اقدام کرتے ہوئے مغرب زدہ خواتین کے ذریعہ پاک بھارت کشیدگی کے خاتمہ کیلئے ایڑیاں رگڑتے ہو۔ فراڈ ہم نے نہیں کیا، فراڈ وہ ہے جو تم اصلاح احوال کے نام پر ملک و قوم اور مسلح افواج سے کر رہے ہو۔ افواج پاکستان اور عوام کے مابین نفرت اور تلخیوں کے بیج بو رہے ہو۔

ایک پیغام مجھے آج بھارتی حکمرانوں کو بھی دینا ہے۔ وزیر اعظم واجپائی سن لو! پاکستان کو اندرونی عدم استحکام کا شکار دیکھ کر، پاکستان میں ایک کمزور غیر آئینی حکومت پا کر ہمارے پیارے وطن پر جارحیت مسلط کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ اگر تم نے یہ ناپاک جسارت کرنے کی کوشش کی تو 15 کروڑ پاکستانی اپنے اختلافات بالائے طاق رکھ کر تمہارے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔ پاکستان کے دفاعی بجٹ میں کمی بھارتی مظالم کے خلاف ہماری قومی وحدت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قوم نواز شریف کی قیادت میں کسی بھی بیرونی جارحیت کے مقابلہ کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ یہ رسم اب ختم ہونی چاہیے، ایسے تمام راز، جن سے فرد واحد کی نالائقیوں اور نااہلیوں کا پتہ چلتا ہو، قوم کو بتا دینے چاہیں اور یہ آئندہ آنے والے حکمرانوں کا وطیرہ ہونا چاہیے کہ وہ کسی شخص کی نالائقی کو چھپانے کے لئے راز نہ بنائے۔ ذاتی مفادات کے لئے ملک کو نقصان پہنچانے کی پالیسی اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک ہر روز قوم کو نہیں بتایا جائے گا۔ آصف نواز نے 16 مجرموں کو چھڑوایا۔ قوم کو اسی وقت خبر ہو جاتی تو مجرم چھوٹ نہ پاتے اور آصف نواز نے جو فائدہ اٹھایا، نہ اٹھا پاتے۔ پاکستان کی بدقسمتی دیکھئے! جن کو آئین توڑنے کی سزا ملنی چاہیے وہ حکمرانی کر رہے ہیں اور جو محبِّ وطن اور ملک کی خدمت کرنے والے ہیں ان کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ پرویز مشرف حلف توڑ کر، آئین توڑ کر چیف ایگزیکٹو بن گیا ہے۔ نواز شریف نے حقیقت بیان کی تو اس پر غداری کا مقدمہ چلانا چاہتے ہیں۔ بس کسی طرح پرویز مشرف کی زخمی انا کی تسکین ہونی چاہیے، غداری کے مقدمے بناؤ اور نواز شریف کو آٹھ گھنٹے ہتھکڑیاں لگاؤ، پرویز مشرف کو اس کے ہر غلیظ اقدام پر فاتح پاکستان تسلیم کرو اور واہ واہ کرو۔ میں نے ان کی ہتھکڑیاں لگی زخمی کلائیوں پر پٹی کرتے ہوئے سوچا کہ پرویز مشرف! اپنے جن جرائم پر پردہ ڈالنے اور اپنے جن ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے تم نے ان ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی ہیں، انشاء اللہ تم کبھی ان ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکو گے، انشاء اللہ تم مسئلہ کشمیر کو حل ہونے سے روک سکو گے اور نہ ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان سیکولر اسٹیٹ بنے گا۔ (خطاب: 18 جون، 2000ء)

خود ساختہ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کے غیر نمائندہ بجٹ کے خلاف سب سے پہلے میں نے ہی آواز حق بلند کی۔ پاکستان کی داخلی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش سے بھارت کو باز رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے پاکستان کی حکومت کو دراس، بٹالک اور کارگل کے بارے میں غیر جانبدار انکوائری کمیشن مقرر کرنے اور مہنگائی کے خاتمے کے لئے اقدام کرنے کو بھی کہا اور مشرف حکومت کو اسلام کے لئے نیا خطرہ قرار دیا۔ سیاسی قوتوں کے اتحاد کے حوالے سے میں نے کہا:

اسلام کے لئے نیا خطرہ

”خودساختہ حکومت غیر مسلموں کے ایجنڈے پر بڑے زوروشور سے کام کر رہی ہے۔ پہلے ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی کا ناپاک ارادہ کیا، پھر سیکولر سٹیٹ بنانے کا ارادہ کر کے دوقومی نظریہ کا مذاق اڑایا۔ آج کل جس طرح حکومت ہمارے دینی مدارس کے پیچھے پڑ کر، غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے تو میں اس خودساختہ حکومت کو یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ دینی مدارس اور تبلیغی مراکز ہمارا اثاثہ ہیں۔ یہی تو اسلام کی تبلیغ کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر آج برصغیر میں اسلام نظر آرہا ہے تو یہ دینی مدارس اور اولیاء اللہ کی تبلیغ کا ہی فیض ہے۔ اگر اس حکومت نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہمارے کسی اسلامی ورثے پر ہاتھ ڈالا تو یاد رکھو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ یہ تمہیں وہ وقت بتائے گا جب بچہ بچہ سر پر کفن باندھ کر تمہارے مقابلے کے لئے باہر آجائے گا۔ 12 اکتوبر، یوم سیاہ کے بعد جس طرح 14 کروڑ عوام کی عزت نفس سے کھیلا گیا، سیاسی قیدیوں کو تھانوں سے نکال کر ٹارچر سیل میں ان پر تشدد کیا گیا اور عوام کے نمائندوں کو جس برے طریقے سے اذیتیں دی گئیں، لگتا تھا کہ وہ اپنے ملک کی کسی جیل میں نہیں بلکہ کسی دشمن ملک کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں۔ یہ کس کا ایجنڈا ہے اور ٹارچر سیل میں کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟ اپنی ناپختہ سوچ کی وجہ سے اس حکومت نے 14 کروڑ عوام کی عزت نفس کو مجروح کیا، خواتین کو تھانوں میں بند کیا، تاجروں کو دفتروں میں گولیوں سے چھلنی کیا، زمینداروں کو مارکیٹ اور منڈی کے چکر لگوا لگوا کر تھکا دیا، رشوت اور سفارش کا نیا دور شروع ہو گیا۔ عوام کی

بات حکومت تک پہنچنا گویا چاند پر پہنچنے کے مترادف ہوگئی۔ آمریت نے عوام کے راستے میں دیواریں کھڑی کر دیں اور ان کی جائز کاموں تک رسائی بھی ختم ہوگئی۔ یہ اس حکومت کا پچھلے آٹھ مہینوں میں عوام کے لئے تحفہ ہے۔

اللہ کا بڑا اکرم ہوا کہ کپاس کی ریکارڈ پیداوار ہوئی مگر پوچھیں ان زمینداروں سے کہ کپاس کاشت کر کے وہ کتنی مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ آج ملک میں گندم ہماری حکومت کی محنت کے نتیجہ میں عوام کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زمیندار کی گندم سڑکوں پر پڑی ہے اور حکومت کی ناقص پالیسی کی وجہ سے نہ تو زمیندار کو گندم کا ریٹ پورا مل رہا ہے اور نہ ہی زمیندار کو سٹور کرنے کی سہولتیں میسر ہیں۔ باردانہ سفارش اور رشوت کے بغیر نہیں ملتا۔ نواز شریف نے گندم میں پاکستان کی خود کفالت کے خواب کو عملی جامہ پہنایا تھا۔ موجودہ حکمرانوں کی نااہلی نے ان کی اور میاں شہباز شریف کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

ریٹائرڈ جنرل کو بے سود غیر ملکی دوروں سے فرصت نہیں۔ جیسے روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا۔ اسی طرح ملک میں ہر جگہ لوٹ سیل لگی ہوئی ہے۔ غریب، غریب سے غریب تر ہو رہا ہے اور جنرل کو باہر کے دوروں کی پڑی ہے۔ اس صدی کا یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ ملک کے وزیر خزانہ نے اپنی جیب میں استعفیٰ رکھ کر بجٹ بنایا۔ بجٹ تو نام کا ہے، اصل میں یہ قوم کو معاشی بدحالی میں دھکیلنے کا ایک طے شدہ منصوبہ ہے اور میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ ایسا ناقص بجٹ بنانے پر نہ صرف وزیر خزانہ بلکہ پوری حکومت کو استعفیٰ دے کر اپنی راہ لینی چاہیے۔ قوم کو بہت کچھ دکھایا گیا، دیا کچھ نہیں۔ الٹا ہر روز قوم سے بچا کچھا بھی چھین لینے کی بات ہو رہی ہے۔ اب بہت سے اور منی بجٹ آئیں گے۔ خود ساختہ چیف ایگزیکٹو کا حال ہی میں ناکام دورہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ ملک میں پٹرول اور مہنگا ہو جائے گا۔

12 اکتوبر کی سیاہ رات کو شبخون مارنے والوں نے قوم سے من و سلویٰ لانے کے

دعوے کیے لیکن غریب کے منہ سے دو وقت کا نوالہ بھی چھین لیا۔ لاء اینڈ آرڈر تباہ کر دیا گیا۔ آج لوگ اپنے آپ کو گھروں میں بھی محفوظ نہیں پا رہے ہے۔ ملک میں خوف و ہراس کا یہ عالم ہے کہ شہری چین کی نیند نہیں سو سکتے۔ پرویز مشرف! ذرا بڑے ایوانوں سے نکل کر غریب کی جھونپڑی کی طرف نظر ڈالو اور یہ سوچو کہ 100 روپے دیہاڑی کمانے والا ٹانگہ بان اور دفتر میں ساڑھے تین ہزار پر کام کرنے والا کلرک مہینے کے تیس دن کس طرح گزارتا ہے۔ اب کچھ کر کے دکھانے کا وقت ہے، معاشی حالت کو بہتر کرنے کا وقت ہے۔ پچھلے آٹھ مہینوں میں ٹی وی اور اخباروں پر قوم کو مکے دکھانے سے مسائل بڑھے ہیں، حل نہیں ہوئے۔ جو ایجنڈا قوم کو پیش کیا تھا اس میں بری طرح ناکام ہو گئے ہو۔ تم نے ناکام تو ہونا ہی تھا کیونکہ تمہارا اصل ایجنڈا دو قومی نظریہ کی تذلیل کرنی تھی، تحفظ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قانون کو بدلنا تھا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جمہوریت کو ختم کرنا تھا۔ اور اب آہستہ آہستہ تمہاری حکومت اسلام کے لئے خطرہ بن چکی ہے۔ تمہارا ٹیلی ویژن کلچر کسی اسلامی ملک کا نہیں ہو سکتا۔ کبھی ٹی وی پر بے حیائی دکھا کر اور کبھی ہاتھوں میں کتے اٹھا کر تم پاکستانی کلچر کی توہین کر رہے ہو، اپنے آقاؤں پر کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟

تمہارے ایجنڈے کا ایٹم نمبر ایک مسئلہ کشمیر کو سرد خانے میں ڈالنا ہے، ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم نے نہ صرف تحریک پاکستان میں اپنا خون بہایا بلکہ پچھلے پچاس سال سے یہ مسلم لیگ ہی تو ہے جو کشمیر کاز کے لئے دن رات کام کرتی رہی ہے۔ ہم جہاد کشمیر پر کسی قسم کی سودا بازی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی مسئلہ کشمیر کو سرد خانے میں ڈالنے دیں گے۔ 12 اکتوبر کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شاید شبخون کے نتیجے میں بننے والی حکومت دینی مدارس اور مسئلہ کشمیر کو ختم کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ملک میں مارشل لاء لگا، ملک کا کوئی نہ کوئی حصہ ملک سے الگ ہو گیا یا اس پر دشمن نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ کبھی مشرقی پاکستان کٹا اور کبھی سیاچین گلیشئر ہاتھ سے گیا۔ عوامی حکومتیں ملک بناتی ہیں اور رات کی تاریکی میں ملک کے اقتدار پر غاصبانہ

قبضہ کرنے والے ہمیشہ اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر میں اس دفعہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کو یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ اگر اس نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اس آمر کی حکومت کو دیکھتے ہوئے ملک کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی تو یہ اس کی بھول ہوگی۔

ہم نے دفاع پاکستان کے لئے سروں پر کفن باندھے لیے ہیں۔ مسلم لیگ نے تن تنہا اس ملک کو حاصل کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے 14 کروڑ عوام اس کا دفاع کرنا بھی جانتے ہیں۔ مسلم لیگ اور افواج پاکستان آج بھی ایک ماں کے دو بیٹوں کے نام ہیں۔ صرف ایک ریٹائرڈ شخص کو نکال کر۔ آج خطے میں ایک آمر کی حکومت کو دیکھتے ہوئے واجپائی! سن لو اگر تم نے حملے کا کوئی ناپاک ارادہ کیا تو تمہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔ سینوں پہ بم باندھنے والا جذبہ آج بھی ہمارے خون میں بسا ہوا ہے۔ ایک شخص نے اگر سالمیت پاکستان کو خطرے میں ڈالا ہے تو وہ اکیلا اور تنہا ہے۔ باقی قوم ہر وقت کسی بھی جارحیت کے جواب کے لئے چاک و چوبند ہے۔

میں 14 کروڑ عوام کی طرف سے یہ قرارداد پیش کر رہی ہوں کہ پرویز مشرف! کارگل پر کمیشن بناؤ اور حقائق کو سامنے لاؤ۔ میں ان ماؤں، بیواؤں اور یتیموں کی صدا بن کر تمہارے سامنے کھڑی ہوں جن کے خاوند، بیٹے اور باپ تمہاری ناپختہ سوچ اور ناقص منصوبہ بندی کے نتیجہ میں شہید ہوئے۔ تمہیں شہداء کے خون کا حساب دینا ہوگا۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ان لوگوں کے انجام سے سبق سیکھو، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا نام تو قیامت تک زندہ رہے گا، مگر ان سے غداری کرنے والوں کا انجام آج تاریخ کے اوراق میں ایک عبرت کے نشان کے طور پر ہے۔

میں 8 جولائی کو اپنے ان بھائیوں کی امداد کے لئے مہم چلا رہی ہوں جو خشک سالی کی وجہ سے اپنے دیس میں بے یار و مددگار پڑے ہیں۔ میں پوری قوم سے اپیل کرتی ہوں کہ اپنے ان بھائیوں کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ میں نے ایک اخبار میں ایک بے گور و کفن لاش دیکھی، حالانکہ میں چولستان اور بلوچستان کا دورہ کر کے آئی تھی۔ یہ تصویر اس

دورے کے بعد کی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات کو جو قحط زدگان بھائیوں پر گزر رہے ہیں، آنکھوں سے دیکھ کر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میں تو حیران ہوں اور داد دیتی ہوں اپنے پریس کو کہ آمریت کے اس دور میں جب کہ ان پر گورنمنٹ نے طرح طرح کی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں، آزادی صحافت سلب کی ہوئی ہے، پھر بھی ایک اخبار نے قحط زدہ علاقے میں ایک بے گور و کفن لاش کی تصویر کو صفحہ اول پر لگا کر یہ ثابت کر دیا کہ حکومت نے قحط زدگان کے ساتھ کیا حشر کیا ہے۔ پرویز مشرف! کس بات سے شرماتے ہو، عوام کا سامنا کیوں نہیں کرتے، مصیبت زدگان کی امداد کے لئے کیوں نہیں پہنچتے؟ اس لئے کہ یہ کام آمروں کے نہیں ہوتے۔ وہ دکھ درد میں عوام کے ساتھ کھڑے نہیں ہو سکتے۔ یہ کام تو عوامی نمائندوں کے ہوتے ہیں جن کے دل دن رات اپنی قوم کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور ان کے دکھ درد محسوس کرتے ہیں اور جو اقتدار کو خدا کی طرف سے ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اس شخص کو عوام کا کیا دکھ درد ہوگا جس نے صرف دو لفظوں کے آرڈر کے نتیجے میں 14 کروڑ عوام سے ان کی حکومت چھین لی، ملک سے اس کا آئین چھین لیا، قوم سے ان کے لیڈر کو چھین کر سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا۔ میں ہر محب وطن سے یہ درخواست کروں گی کہ 8 جولائی کو کاروان تحفظ پاکستان کا ساتھ دے اور جن شہروں سے یہ کارواں گزرے ان سے درخواست کروں گی کہ وہ دل کھول کر قحط زدگان کی مدد کریں۔

عالمی عدالت انصاف میں اٹلانٹک طیارہ کی تباہی کے سلسلہ میں دائر کیا جانے والا مقدمہ سماعت سے پہلے ہی خارج کر دیا گیا، قوم مطالبہ کرتی ہے کہ سماعت کا ابتدائی ریکارڈ منظر عام پر لایا جائے، مقدمہ کی برخاستگی نا اہل حکمرانوں اور سفارشی لیگل ٹیم کی نالائقی پر دلالت کرتی ہے۔ آج اٹلانٹک کے شہیدوں کا مقدس لہو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں؟ نواز شریف کو سازش کے تحت طیارہ کیس میں جھوٹی سزا دلوانے والے عالمی عدالت انصاف میں شہدائے پاکستان کے لئے انصاف حاصل کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے''۔ (خطاب: 25 جون، 2000ء)

خودساختہ طیارہ سازش کیس کا جب فیصلہ آ گیا تو قوم کو یہود و نصاریٰ کے ایک نکاتی ایجنڈے سے آگاہ کرنے کے لئے میں نے ایٹمی قوت کو بنیاد پرستی قرار دینے اور لادینی قوتوں کی آماجگاہ بنانے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کا عزم کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور اسلامی جہاد کے لئے کام کرنے والوں سے یکجہتی کا اظہار کیا اور یہ بتایا کہ میاں محمد نواز شریف کو اسلامی نظام کے نفاذ سے روکنے کے لئے شبخون مار کر جیل میں ڈالا گیا ہے۔ کیونکہ اگر جمہوریت ختم نہ کی جاتی تو مارچ، 2000ء میں قرآن وسنت مملکت کا سپریم لاء بن چکے ہوتے مگر لادینی قوتوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ یہود و نصاریٰ کے یک نکتہ ایجنڈے کے حوالے سے میں نے کہا۔

یہود و نصاریٰ کا یک نکتہ ایجنڈا

''آج ان لوگوں کو آگے لایا جا رہا ہے جو پاکستان کے نام سے ''اسلامی'' کا نام نکالنا چاہتے ہیں اور جنرل مشرف کا یہ کہنا کہ ہم ایٹمی پاور بنیاد پرستوں کے ہاتھوں نہیں لگنے دیں گے، اس ریٹائرڈ جنرل نے اس ہفتے یہ بیان دے کر امت مسلمہ کے لئے ایک مسئلہ پیدا کر دیا ہے کہ بنیاد پرست کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔ ہر بندہ اپنے دل میں سوچ رہا ہے، شک و شبہ میں مبتلا ہے۔ ہر اسلام کا نام لینے والا تذبذب کا شکار ہے کہ یہ لادینی قوتوں کے احکام پر عمل کرنے والی خود ساختہ حکومت جو صرف ون پوائنٹ ایجنڈا پر کام کر رہی ہے۔ یہ اسلام کے قلعہ پاکستان کے اندر اسلام کو کمزور کرنا اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشی پالیسی کے ساتھ عالم اسلام کی جان ایٹمی پاکستان کو کمزور کرنا چاہتی ہے۔ میں آج پوچھتی ہوں ان لوگوں سے، جن کو مارچ، 2000ء میں اسلامی قانون نافذ ہوتا نظر آ رہا تھا جب نواز شریف حکومت نے اس بل کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی سے پاس کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ اس ملک کی خالق جماعت مسلم لیگ ہی واحد جماعت ہے جو اس کی بقا اور سالمیت کی ضامن ہے۔ الیکشن 1997ء میں کیا ہوا وعدہ مسلم لیگ حکومت نے پورا کر دکھایا اور اللہ کے حضور سرخرو ہوئے۔ آج نواز شریف جیل میں بیٹھ کر بھی اللہ کے حضور سرخرو ہیں کہ قوم سے کیے ہوئے ہر وعدہ پر وہ اور ان کی ٹیم پورا اتری۔

اصل میں ان کو جھوٹے طیارہ سازش کیس میں سزا نہیں دلوائی گئی بلکہ انہیں اس ملک کو ایٹمی قوت بنانے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی سزا دی جا رہی ہے۔ آج میں ان سوئے

ہوئے لوگوں کو جگانا چاہتی ہوں جو بالواسطہ اور بلاواسطہ اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنے، کبھی دھرنے دیتے تھے اور کبھی ''گو نواز'' کے نعرے لگاتے تھے اور غیر مسلموں سے مل کر نواز حکومت کو عارضی طور پر ختم کروالیا۔ میں ضمناً یہ بیان کرتی جاؤں کہ میں قوم کو ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے والی ہوں کہ اللہ کا بہت کرم ہو رہا ہے، لادینی حکومت کا بستر گول ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے ایوانوں میں خودساختہ لوگ بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی منزل کا تعین بھی کر لیا ہے۔ مگر یہ بھول رہے ہیں کہ اللہ نے ان کے لئے کون سا راستہ مقدر کر رکھا ہے۔

میں ان لوگوں سے پوچھتی ہوں کہ نواز شریف حکومت کے خلاف سازش کرنے کے بدلے میں ان کو اقتدار میں طے شدہ ایجنڈے کے مطابق کوئی حصہ ملا یا نہیں؟ بظاہر تو ان کو دھتکارا گیا۔ حکومتی عہدے تو نہ ملے۔ شاید کسی مد سے کوئی فنڈز وغیرہ ان کو مل گئے ہوں۔ اب تو وہ اپنے ضمیر کی عدالت میں بے آسرا اور بے سہارا کھڑے ہیں۔ میں بقول عطا اللہ شاہ بخاری: ان سے پوچھ رہی ہوں کہ محشر کا میدان ہوگا۔ اللہ کے حضور حاضری ہوگی اور ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے منتظر ہوں گے۔ اگر وہاں کسی نے پوچھ لیا کہ خطہ پاکستان کے مسلمانو! تم نے میری رضا کے لئے کیا کام کیے اور جب میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت پہ ڈاکے ڈالے گئے تو تم نے کیا قربانیاں دیں؟ تم اپنے ضمیر کو تو تسلی دے سکتے ہو مگر روز محشر کا بوجھ کم نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ جب مورخ تاریخ لکھے گا تو ان کا نام کس لسٹ میں آئے گا۔

میں یہاں خودساختہ حکومت کے ایجنڈے کی وضاحت کرتی ہوں کہ ان کے نزدیک بنیاد پرست وہ ہے جس نے چہرے پہ داڑھی رکھی ہوئی ہو، پانچ وقت کا نمازی ہو، جو زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو اپنے سامنے رکھ کر فیصلے کرتا ہو، جو جذبہ جہاد سے سرشار ہو، قرآن جس کا منشور ہو اور جہاد جس کی منزل ہو۔ اگر اس کا نام بنیاد پرستی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ہر پیدا ہونے والا مسلمان بنیاد پرست ہے۔ اگر اللہ کے سامنے

سر بسجود رہنے کا نام بنیاد پرستی ہے تو میں سب سے بڑی بنیاد پرست ہوں۔ یاد رکھو اگر تمہیں تحریک پاکستان کے مطالعہ کا وقت ملے، وقت تو ضرور ملے گا، اس کے بعد تم فارغ ہی ہو، نظریہ پاکستان سے لے کر وجود پاکستان تک تمہیں اپنے ہیرو بنیاد پرست ہی ملیں گے۔ جنرل صاحب! آپ نے جس عسکری زندگی میں آنکھ کھولی اس کا ماٹو بھی ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہ ایک سچے مسلمان کی اپنے اللہ کے ساتھ کمٹمنٹ ہے۔ پتہ نہیں کہ پچھلے 27 سال کمٹمنٹ کس کے ساتھ رہی اور آج کمٹمنٹ کس کے ساتھ نبھا رہے ہیں؟ یاد رکھو تمہاری حکومت دینی مدارس، جہادی تنظیموں اور تبلیغی مراکز کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، نہ تو تم نمرود سے زیادہ پاورفل ہو اور نہ تمہارے پاس فرعون جتنی طاقت ہے کہ تم ایک حکم پر اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کروالو گے بلکہ تم تو خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو۔ حقیقت میں پچھلے آٹھ مہینوں میں یہ خودساختہ حکومت ہمارے اوپر اللہ کا عذاب ہی تو ہے۔ ڈروان کے انجام سے جو آج نشان عبرت ہیں۔

اس خودساختہ حکومت نے آئے دن دوقومی نظریہ کو کیوں مختلف بیانات سے تنقید کا نشانہ بنایا؟ کبھی اپنے غیر مسلم آقاؤں کو مختلف بیانات سے یقین دہانی کرواتے ہیں کہ ملک میں حالات ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو بدلنے کے لئے سازگار نہیں۔ انشاء اللہ، ہم آپ کو کبھی ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر تم نے ایسا کرنے کا ناپاک ارادہ کیا تو گھر گھر میں غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے۔ وہ قادر مطلق ابرہہ کے لشکر کو ابابیل سے مرواسکتا ہے، نمرود کی موت مچھر سے ہوسکتی ہے، فرعون اپنے انجام کو پہنچ سکتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ کوئی سرکش انتقام قدرت سے بھاگ نہیں سکتا۔

پاکستان کا مطلب کیا: ''لا الہ الا اللہ''۔ یہ ملک تو اسی بنیاد پر حاصل کیا گیا اور یہی ہماری بنیاد ہے۔ اور ہم اسی بنیاد کے پرستار ہیں۔ آج میری پاک فوج جذبہ جہاد سے سرشار، اسی بنیاد پر تو قائم ہے۔ اگر ہماری بنیاد یہی رہی تو دنیا کی کوئی بھی طاقت پاکستان کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ ہم یکجا ہوکر، اس بنیاد کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کو مضبوط سے

مضبوط تر بنائیں گے۔

آج تمہاری حکومت بھارت کو پسندیدہ ترین ملک تسلیم کر رہی ہے۔ جو دن کے چوبیس گھنٹے ہمارے ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی سوچ میں لگے رہتے ہیں، آج تم بھارت کے اتنے ترلے کیوں لے رہے ہو، کس چیز سے ڈرتے ہو؟ لگتا ہے کہیں ڈر موجود ہے۔ اللہ پہ توکل رکھنے والے، بنیاد پرست کبھی مصیبت اور مشکلات میں گھبرایا نہیں کرتے۔ وہ اقتدار میں ہوں یا پابند سلاسل، ہمیشہ ان کی نظر اپنے رب کی رحمت پر ہوتی ہے۔

یہ مسلم لیگ کی منتخب حکومت ہی تو تھی جس کے دلوں میں خلوص تھا، خدا پر بھروسہ تھا اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم تھی کہ نواز شریف نے 28 مئی 1998ء کو اپنے دشمن ملک کے مقابلہ میں ایٹمی دھماکہ کر کے دنیا سے اپنا عسکری قوت کا لوہا منوالیا۔ نواز شریف نے بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ بھارت کے وزیر اعظم واجپائی کو بہ امر مجبوری بس میں سوار ہو کر پاکستان آنا پڑا۔ اگر ہماری حکومت کو کسی غیر مسلم حکومت کے ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے سازش کے نتیجے میں عارضی طور پر ختم نہ کیا جاتا تو میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ دعویٰ کر رہی ہوں کہ وہ وقت دور نہیں تھا کہ بھارت کا وزیر اعظم سائیکل پر بیٹھ کر پاکستان آتا۔ نہ صرف مسئلہ کشمیر حل ہوتا بلکہ پورے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوتا۔ علامہ اقبال نے ایک آزاد ملک کا خواب دیکھا تھا، قائداعظم نے اس خواب کو حقیقت میں بدلا اور نواز شریف نے اس حقیقت کی تعمیر نو شروع کی اور اس کی سربلندی کے لئے پائیدار منصوبہ بندی کی، لیکن ان سازشیوں نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنے ملک کے وزیر اعظم کو ہٹا کر افراتفری اور خون خرابے کی فضا پیدا کر کے پاکستان کو جو ترقی کی طرف گامزن تھا، تنزلی کی طرف دھکیل دیا۔

میں پوچھتی ہوں کہ مشرف نے عمان کے ساتھ ملک کے کس قیمتی حصے کا سودا کیا۔ مشرف! یاد رکھو ایک دفعہ پہلے بھی گوادر کا سودا کیا گیا تھا مگر اس حکومت کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی تھی۔ اب ایران سے انڈیا تک پائپ لائن بچھوائی جا رہی ہے۔ یہ

غاصب حکومت قانون اور ضابطے سے پیدل ہے۔ ایران سے گیس پائپ لائن پچھلی کسی حکومت میں نہیں دی گئی۔ یہ سالمیت پاکستان کے لئے کسی بھی وقت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ حکومت کو قانون اور ضابطے پڑھ کر اس طرح کے فیصلے کرنے چاہیں۔

حال ہی میں جنرل نقوی چیئرمین نام نہاد تعمیر نو نے اسلام آباد کے اندر ملک کے ذمہ دار لوگوں کی ایک میٹنگ میں محب وطن کالم نگاروں اور سرفروش صحافیوں کے سامنے قائداعظم اور علامہ اقبال کے پاکستان کے تین شہروں کے نقشے میں بھارت ظاہر کر کے پوری قوم کو حیرت میں ڈال دیا۔ ماضی میں ایک آمر اور طالع آزمانے جنگ کے نتیجہ میں پاکستان کو دولخت کیا جب کہ یہ بغیر جنگ کے ہی کسی معاہدے کے تحت بھارت کو دیئے جا رہے ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ چیئرمین صاحب جب لیفٹیننٹ جنرل بنے تو پاک فوج نے ان کی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو کسی کور کی کمانڈری تک نہ دی مگر آج وہ شخص پورے ملک کے مستقبل کے ساتھ کھیل رہا ہے اور خود ساختہ ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔

آج حکومت اس ملک کی معیشت کے ستون تاجروں کو اپنے ہی ملک میں اپنے ہی بھائیوں سے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے سڑکوں پر مروا رہی ہے۔ اگر عمارت بچانی ہے تو اس کے ستون مضبوط ہونے چاہئیں۔ یہ حکومت ملک کی صنعت کو پہلے ہی تباہ کر چکی ہے اور آج لاکھوں لوگ صنعتوں کے بند ہونے سے بے روزگار ہو گئے ہیں۔ معیشت تباہ ہو گئی، پورے ملک بالخصوص ملتان میں تاجروں کے ساتھ زیادتی کی گئی، میرے تاجر بھائی اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔ میں ان پر ظلم وستم نہیں ہونے دوں گی۔ مضبوط تاجر، خوشحال تاجر خوشحال معیشت کی ضمانت ہوتا ہے اور خوشحال معیشت خوشحال پاکستان کی ضمانت ہے"۔

(خطاب: 2 جولائی، 2000ء)

جمہوریت، اسلام، پاکستان مسلم لیگ اور قومی رہنما میاں محمد نواز شریف لازم و ملزوم ہیں۔ اس دعویٰ کی صداقت پر میرا یہ مدلل خطاب ہے جو درحقیقت دو قومی نظریہ کے ساتھ افواج پاکستان کے جذبہ حریت اور ناقابل شکست وابستگی کو واضح کرتا ہے۔ قومی ہم آہنگی کے حوالے سے میں نے کہا۔

پاکستان بچاؤ تحریک

"آج میں مجلس تحفظ پاکستان کے اس پروگرام میں سب سے پہلے اپنے ان بھائیوں، بہنوں اور بیٹوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور ان کے جذبوں کو سلام پیش کرتی ہوں جو اس وقت کے یزید اور شمر کے سامنے کلمہ حق کہہ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اپنے ملک میں جبر اور تشدد کا بری طرح نشانہ بنے۔ انہوں نے وطن سے محبت اور اسلام سے والہانہ لگاؤ کی بنا پر یہ ثابت کر دیا کہ کوئی بھی یہود و نصاریٰ کا وظیفہ خوار اسلامی جمہوریہ پاکستان سے نہ تو جمہوریت ختم کر سکتا ہے، نہ اس کے آئین کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور نہ ہی آئین کی سلامی دفعات پر شبخون مارنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ دو قومی نظریہ کی اساس پر قائم ہونے والے ملک کے 14 کروڑ عوام نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کسی کو دو قومی نظریہ کا مذاق نہیں اڑانے دیں گے۔

میں 8 جولائی کو پنجاب سے کاروان تحفظ پاکستان لے کر صوبہ سرحد اس لئے جا رہی ہوں کہ تمام پاکستانی بھائی قحط زدہ علاقوں میں بے یار و مددگار پڑے اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ اس سے پہلے اس پر امن کارواں کو ایک دفعہ چولستان اور بلوچستان لے کر گئی۔ مگر مجھے سمجھ نہیں آتی کیوں شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفاداروں نے اس کارواں کو روکا جس کے پیچھے انسانیت کی خدمت کا بہت بڑا جذبہ کارفرما تھا۔ شمر نے کربلا میں اہل بیت کا پانی بند کر کے یزید کی خوشنودی تو حاصل کر لی لیکن ہمیشہ کے لئے اللہ کے ہاں راندۂ درگاہ ہو گیا اور ذلت و رسوائی اس کی مقدر بن گئی۔ میرا ٹارگٹ

اس دفعہ قحط زدہ بھائیوں کے لئے ایک کروڑ روپیہ اکٹھا کرنا تھا جو وقت کے آمروں نے نہ کرنے دیا۔ مگر میں ان کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ یہ کارواں اپنے نیک مقصد کے لئے چلے گا اور ضرور چلے گا، خواہ کتنے ہی طالع آزماؤں سے ہمیں نبرد آزما ہونا پڑے۔

لاہور کی انتظامیہ کے چھوٹے ملازمین کو او ایس ڈی بنانے سے آئینی طور پر ریٹائرڈ جنرل نے اپنی جھوٹی انا کو تسکین دینے کی کوشش کی۔ ان بے چاروں کا کیا قصور، وہ تو چوبیس گھنٹوں سے بھوکے پیاسے ماڈل ٹاؤن کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور تمہارے چاپلوس اور نااہل ساتھی ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں وائرلیس سیٹ پر ''سب اچھا'' کی رپورٹ لے رہے تھے۔ تمہارے سفارشی ہوم سیکرٹری وقتی اقتدار کے نشے میں مدہوش آمریت کو تقویت دینے کے لئے الٹے سیدھے حکم نامے جاری کر رہے تھے۔ دوسری طرف مظلوموں کے کیمپ ماڈل ٹاؤن میں سورۂ یاسین کا ورد جاری تھا۔ تمہاری آنکھیں اندھی ہو رہی تھیں، ایک نہتی عورت اپنا مصمم ارادہ لئے ہوئے تمہاری ناپائیدار صفوں کو چیرتی ہوئی اپنے سفر کا آغاز کر رہی تھی۔ جنرل مشرف! ماڈل ٹاؤن کے باہر اگر تم خود بھی بیٹھے ہوتے تو اللہ کے فضل و کرم سے تمہیں بھی اسی طرح کی شکست ہوتی۔ کیونکہ میں اپنے ارادوں میں سچی تھی اور ہوں اور خدا ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم کیسے توپچی ہو؟ کہ تم نے اپنے دفاع میں توپخانے کی اہمیت اور حیثیت کو پس پشت ڈال دیا اور تمہاری غافلانہ حکمت عملی نے ثابت کر دیا کہ تم Professionaly پیشہ ورانہ اہلیت کے اعتبار سے بالکل زیرو ہو۔

"And now, you should not be proud to be a gunner"

(اور اب تمہیں اپنے توپچی ہونے پر اترانا چھوڑ دینا چاہیے۔)

اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ اگر تم سچائی پر ہو تو تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی فتح اور نصرت تمہارا مقدر ہے۔

میں حکومت کے ترجمان سے پوچھتی ہوں کہ کیا وہ بھی ملک میں غربت، افلاس اور بے روزگاری کے باعث ہونے والی خودسوزیوں کا خفیہ طور پر ریکارڈ اکٹھا کر رہے ہیں جس

طرح وہ ماضی میں منتخب حکومت کو توڑنے کے لئے سازش کرتے رہے۔ اب میں پوچھتی ہوں کہ پچھلے آٹھ مہینوں میں حکومت کے عاقبت نااندیشانہ رویہ کی وجہ سے کتنے پاکستانی شہریوں نے خودسوزی کی ہے۔ جب غریب کو کہیں سے امید کی کرن نظر نہیں آئے گی تو مایوس لوگ یہی کچھ کریں گے۔ حکومت جھوٹ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ لوگ تنگ آ کر خودسوزیاں کررہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ آمریت کی محبت کے نتیجہ میں ہے؟ تاجر اذیت ناک دور سے گزر رہے ہیں۔ جو ایجنڈا تاجروں کو دیا گیا ہے، حقیقت میں خودساختہ حکومت کو یہ ڈکٹیشن آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دی ہے۔ یہ ملک کا پیسہ اکٹھا کر کے سود کی شکل میں مالیاتی اداروں کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

خودساختہ حکمرانو! یاد رکھو میرے تاجر بھائی کسی آمر کی ڈکٹیشن پر ٹیکس نہیں دیں گے۔ عوام جمہوری عمل کو پروان چڑھتے ہوئے دیکھ کر اپنا پیسہ ایماندار اور باصلاحیت لوگوں کے ہاتھوں میں ٹیکس کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ اب تم کہتے ہو کہ ایماندار تاجر نیب کے قانون سے نہ ڈرے۔ تاجر تو ایماندار ہیں کیونکہ ان کا پیشہ تو سنت نبوی ﷺ ہے مگر تمہارا نیب کا قانون فرنگی کے وقت کا بنایا ہوا ہے۔ قومیں ہمیشہ لیڈروں کی آواز پر لبیک کہتی ہیں۔ قومیں اپنے لیڈر کے ایک اشارے پر جان کا نذرانہ پیش کرنے سے گریز نہیں کرتیں۔ محب وطن لوگوں کے سامنے چند ٹکے ٹیکس کی کیا حیثیت ہے، حقیقت صرف اتنی ہے کہ ٹیکس دینے والے تو نیک نیت ہیں مگر ٹیکس لینے والے حکمران عوام میں اپنا اعتماد کھو چکے ہیں۔

یاد رکھو! عوام پر تشدد کر کے ٹیکس کیا، تم ایک پائی بھی وصول نہیں کر سکتے۔ قومی لیڈر اس وقت پابند سلاسل ہیں۔ قوم ان کے ساتھ ہونے والے ظلم و زیادتی کے ردعمل کے طور پر تمہاری کوئی ڈکٹیشن نہیں لے رہی۔ یہ قوم تمہاری کیوں ڈکٹیشن لے، کیونکہ ان کے لیڈر نے ان کو یہ سبق سکھایا تھا کہ میں کسی غیر منتخب کی ڈکٹیشن نہیں لوں گا اور قوم آج بھی اس موقف پر ڈٹی ہوئی ہے۔

ریٹائرڈ جنرل! قوم تم سے پوچھتی ہے کہ پچھلے آٹھ مہینوں میں ملک کے کتنے قرضے تم

نے اتارے ہیں؟ میں قوم کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ بیرونی ممالک کے تمام قرضے خودساختہ حکومت نے ری شیڈول کرائے ہیں۔ ان قرضوں کا بوجھ تمہارے جانے کے بعد قوم پر کئی گنا بڑھ جائے گا اور آنے والا وقت مہنگائی کا ایک طوفان لے کر آئے گا۔ جمہوریت کو ختم کر کے ملک کو دنیا میں غیر جمہوری ملک بنا دیا گیا ہے، بنیاد پرستی کے معنیٰ نہ سمجھتے ہوئے خود ہی اپنی عوام کو بنیاد پرست قرار دیا جا رہا ہے، جو کام غیر مسلم پچھلے پچاس سال میں نہ کر پائے وہ اپنی اس کٹھ پتلی حکومت کے ذریعہ کروا رہے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف جو ایک سازش ایک عرصہ سے گردش کر رہی تھی کہ کسی طرح اس ملک کو دہشت گرد قرار دیا جائے، مگر وہ جمہوری حکومتوں کے سامنے ہمیشہ بے بس رہے، آمریت کے اس دور میں غیر مسلموں کے اس ناپاک ارادے کو دن بدن پروان چڑھانے میں برابر کی مددگار ثابت ہو رہی ہے۔

حال ہی میں پرویزی انقلاب نے 14 کروڑ عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے ایران سے ہندوستان تک پائپ لائن بچھانے کے معاہدے کی منظوری دی ہے۔ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے اس معاہدے کو REJECT کرتی ہوں اور حکومت کو یہ باور کرا رہی ہوں کہ مسئلہ کشمیر کو حل کیے بغیر بھارت سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا جو کہ نواز شریف حکومت کا دوٹوک اور واضح موقف تھا۔ اگر مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر دشمن ملک بھارت کے ساتھ اس معاہدے پر عمل درآمد کیا گیا تو میں 14 کروڑ عوام کی طرف سے پاکستان بچاؤ تحریک کا بہت جلد اعلان کر دوں گی۔ صرف ٹول ٹیکس کے عوض ہم اس معاہدے کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پاکستان کی لوکل انڈسٹری کو ختم کیا جا رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک برصغیر میں حکمرانی کی مگر ہندو ہمیشہ تجارت پر چھایا رہا، انگریز کے برصغیر پر قبضہ کے بعد بھی مسلمانوں کو صنعت وحرفت کے میدان میں پیچھے رکھا گیا۔ اب بھی یہ معاشی دباؤ کی شکار حکومت اسی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ اگر ہماری لوکل انڈسٹری اس سازش کے تحت ختم کر دی گئی تو ہماری

تجارت آہستہ آہستہ ہندوستان کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ اس بات کو تاجر اور صنعت کار اچھی طرح سمجھتا ہے کہ بین الاقوامی منڈی میں وہی ملک اپنی سیل بڑھا سکتا ہے جس کی کاسٹ آف پروڈکشن دوسرے کے مقابلہ میں کم ہو۔ یہ اکنامکس کا ایک سنہرا اصول ہے۔ مگر افسوس چیف ایگزیکٹو اور اکنامکس میں نہ طے ہونے والا فاصلہ پایا جاتا ہے۔

ملک پر نحوست کے سائے چھائے ہوئے ہیں۔ نواز شریف حکومت نے ڈھائی لاکھ ٹن چینی ملک سے باہر بھیج کر زر مبادلہ کمایا۔ اب 10 لاکھ ٹن چینی درآمد کر کے زرمبادلہ کے ذخائر پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے اور موجودہ آمر کی حکومت نے چینی خریدنے کے لئے جن لوگوں کو اجازت دی ہے اس میں وفاق اور سندھ کے وزراء بھی ملوث ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق اس وقت کراچی بندرگاہ پر چینی کے لدے ہوئے تین جہاز کھڑے ہیں اور مزید آرہے ہیں۔ اس حکومت نے اپنے لوگوں کو نوازنے کے لئے ڈیوٹی کم کر کے انہیں فائدہ پہنچایا۔ میں یہاں پر قوم کو بتانا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ اس حکومت کے پاس اگلے دو مہینوں کے لئے تنخواہ دینے اور روزمرہ اخراجات کے لئے پیسے ختم ہو چکے ہیں۔

اس حکومت نے 11 ارب روپے کی ریکوری کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس کو 32 ارب روپے ظاہر کیا۔ جب کہ ہماری حکومت نے 99-1998ء میں صرف حبیب بینک کے ذریعہ 10 ارب کی ریکوری کروائی۔ قوم حقائق جاننا چاہتی ہے۔ غیر مسلموں کی پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے این جی اوز کے وظیفہ خوار ملک کو دیوالیہ کرنے کے درپے ہیں۔ ملکی معیشت آکسیجن پر چل رہی ہے۔ ملک کو معاشی بحران کا سامنا ہے۔ صحافیوں کو ان کے اپنے ہی پریس کلب کے اندر پولیس گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، خفیہ والے سادہ کپڑوں میں صحافیوں کے ساتھ غنڈہ گردی کر رہے ہیں، لاہور پریس کلب کے اندر صحافیوں پر تشدد تاریخ کا بدترین واقعہ ہے، ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے پریس کی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

صحافت کی آزادی پر بالواسطہ اور بلاواسطہ پابندی لگا دی گئی ہے۔ حقیقت عوام کے سامنے نہیں آنے دی جارہی۔ کیونکہ محبِّ وطن جب بھی ملکی سالمیت کے لئے لکھتا ہے تو آمریت کے دور میں اس کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سقوط ڈھاکہ پر اتنا کچھ لکھا گیا کہ آخر کار وقت کے آمر کو سنسر شپ نافذ کرنا پڑی اور آج بھی در پردہ یہی طرز عمل اپنایا جا رہا ہے۔ جلسے جلوسوں پر پابندی اس لئے لگائی گئی ہے کہ عوام کے نمائندے عوام کو اصل حقیقت سے روشناس نہ کرا سکیں۔ عوامی نمائندوں کو جیلوں میں بند کر کے ان کا عوام سے رابطہ توڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حال ہی میں ہمارے محترم چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک اخباری بیان میں عدلیہ کو حکومت کا کمزور ستون کہا۔ میں جناب چیف جسٹس صاحب سے نہایت ادب سے گزارش کر رہی ہوں کہ عدلیہ اس ملک کا سب سے مضبوط ستون ہے۔ کیونکہ قوم اب تہیہ کر چکی ہے کہ عدلیہ! ملک بچاؤ قوم تمہارے ساتھ ہے۔ میرے نزدیک چیف جسٹس صاحب نے سچ ہی تو کہا ہے کہ جب بھی کوئی آمر کسی جمہوری حکومت پر شبخون مارتا ہے تو عدلیہ اس کے وار سے کبھی بچ نہیں سکتی۔

میں تاریخ کے اس نازک موڑ پر اپنی عدلیہ سے نہایت ادب واحترام سے درخواست کر رہی ہوں کہ اس وقت ملکی سالمیت اور اسلام خطرے میں ہے۔ خدارا وہ مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے ہمیشہ کی طرح اپنے قومی فرض کو نبھائیں۔ اسلام اور پاکستان کو اگر کوئی طاقت بچا سکتی ہے تو وہ ہماری باوقار عدلیہ ہے۔ جسے وقت کے آمر کے سامنے کلمہ حق کہنے کی روایت زندہ کرنی ہوگی۔ قوم آج اس کی عظمت کو سلام پیش کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔

میں اپنی عدلیہ کی توجہ اخبارات کے حوالے سے اس طرف مبذول کرا رہی ہوں کہ اسرائیلی کمانڈو کسی اور روپ میں مقبوضہ کشمیر میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی والی پالیسی دہرائی جا رہی ہے اور ہمارے ایوانوں میں بیٹھے خود ساختہ حکمران ''ہنوز دلی دور است'' کی خوش فہمی میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

نہ صرف یہودی مقبوضہ کشمیر میں ناپاک ارادے لئے بیٹھے ہیں بلکہ ان کے وظیفہ خوار

ہمارے ملک کے اندر خود ساختہ حکومت میں برابر کے شریک ہو کر ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے لئے خطرہ بن گئے ہیں۔ میں اس موقع پر افواج پاکستان کی عظمت کو سلام پیش کرتی ہوں اور یہ امید رکھتی ہوں کہ مشکل وقت میں ہم نظریاتی سرحدں کی حفاظت کریں گے، نہ صرف ہم نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کریں گے بلکہ افواج پاکستان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھی ہر بڑی قربانی دیں گے۔ صرف ایک شخص کی وجہ سے آج 14 کروڑ عوام تذبذب کا شکار ہوئے پڑے ہیں۔

بھارت نے آکاش میزائل کا تجربہ کرلیا ہے۔ اگر آج آئینی وزیراعظم ایک سازش کے تحت پابند سلاسل نہ ہوتا تو وہ دشمن کے اس تجربے کا منہ توڑ جواب شاہین اور غوری کی طرح بغیر وقت ضائع کیے دیتے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس شبخون کے نتیجہ میں بننے والی این جی اوز کی وظیفہ خوار حکومت نے گلے میں کشکول ڈال لیا ہے، اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے گلی گلی بھیک مانگی جارہی ہے، بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کی سازش کی جارہی ہے جب کہ خارجہ پالیسی کے نام نہاد ماہرین حکومت کا موقف بیان کرتے ہوئے انڈیا کو شملہ معاہدہ، اعلان لاہور اور اعلان واشنگٹن کو سامنے رکھ کر مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھارت کی چاپلوسی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے، اب مکے دکھا کر سستی شہرت حاصل کرنے والی حکومت بھارت سے مذاکرات کے لئے منت سماجت کررہی ہے۔ مگر ہمارا مکار دشمن بھارت یہ موقف اپنائے ہوئے ہے کہ اگر کشمیر پر بات ہوئی تو وہ کراچی کی بات کریں گے۔

حکمرانو! یاد رکھو کہ یہ نواز شریف کی ایمانی طاقت تھی جس نے بھارت کو نہ صرف مسئلہ کشمیر پر بات کرنے پر مجبور کیا بلکہ واجپائی کو بس پر بٹھا کر مینار پاکستان کے سائے تلے کھڑا کر کے پاکستان بلکہ اس کی ایٹمی طاقت کو اپنے ازلی دشمن سے تسلیم کرایا۔ ہمارا دشمن یہ جانتا تھا کہ نواز شریف اپنے ملک اور اسلام سے مخلص ہے اور وہ اپنے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کرے گا۔ دفاع پاکستان کے معاملہ میں وہ دشمن سے ایک قدم آگے ہی رہے گا۔

اس کی قوت ایمانی اور جذبہ حب الوطنی نے بھارت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ نواز شریف نے لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے نیلا بھٹ کے مقام پر کھڑے ہو کر انڈیا کو للکارا تھا۔ انہوں نے آزاد دھرتی میں کھڑے ہو کر مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے اعلان کر دیا تھا۔ قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ یہ وہی موقع تھا جب نواز شریف نے پاکستان کی ایٹمی قوت کا اعلان کر دیا تھا، نہ صرف اعلان کیا تھا بلکہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک ہونے سے بھی بچا لیا تھا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ آج بھی یہ کہتی ہوں کہ مسئلہ کشمیر کا حل صرف اور صرف پابند سلاسل آئینی وزیراعظم کی قیادت میں ہی حل ہوگا۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن سازشوں میں ملوث ہیں، وہ مقبوضہ کشمیر میں سیر کرنے نہیں آئے، وہ ایک شرمناک ایجنڈا لے کر وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سن لو یہودیو! ہماری افواج اور عوام آج بھی ایک دل کی طرح پاکستان کے اندر دھڑک رہے ہیں۔ ایک آمر کی آکسیجن پر چلنے والی حکومت تمہیں طے شدہ ایجنڈے کے تحت تمہارے ناپاک ارادوں میں بالواسطہ اور بلاواسطہ کامیابی نہیں دلا سکتی۔

ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کبھی پاک فوج کو بھل صفائی پر لگایا جا رہا ہے۔ کبھی ٹیکس فارم تقسیم کروا کر عوام کے دلوں میں اس کی محبت کو کم کیا جا رہا ہے۔ کیا ہماری قابل فخر اور باوقار فوج کا یہی کام ہے؟ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے اعلان کرتی ہوں کہ میری پاک فوج اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ دے اور جس جہاد فی سبیل اللہ کا اس نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہوا ہے اور ملک کے آئین اور اس کی جغرافیائی سرحدوں کی قسم کھائی ہے، وہ اس کو نبھاتے ہوئے بارڈروں پر واپس چلی جائے۔ اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا مقدس فریضہ ادا کرے، وہ اپنے فرض کی طرف لوٹے، میں خود ساختہ حکومت کو خبردار کر رہی ہوں کہ وہ جلد از جلد جمہوری حکومت کو بحال کرے تاکہ ملک کا دفاع مضبوط اور معیشت کو استحکام نصیب ہو۔ میں نے اور میری جماعت پاکستان مسلم لیگ نے بلکہ ہر مسلمان نے سالمیت وطن اور اس کی ترقی کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت میرے

نیک ارادے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ ہم نے اس ملک کو ایٹمی طاقت بنا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کی سالمیت اور بقا مسلم لیگ کی سالمیت اور بقا سے براہ راست مشروط ہے۔ اس ملک میں جمہوریت پروان چڑھے گی، عوام اور اس کے نمائندے حکومت کریں گے، جمہوریت کو مستحکم کر کے آمریت کا ہمیشہ کے لئے راستہ روک دیا جائے گا اور کسی طالع آزما کو تا قیامت یہ حوصلہ نہیں ہوگا کہ وہ بندوق کی نوک پر آمریت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبا سکے۔ کسی آمر کو جمہوریت اور آئین سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ہمارے کارواں کو روک کر نہ صرف خشک سالی والے علاقے کے متاثرین کے ساتھ زیادتی کی گئی بلکہ اپنے خلاف اٹھنے والے عوامی سیلاب کو روکنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اگر یہ کارواں اپنے نیک مقصد کے لئے منزل مقصود پر پہنچ جاتا تو خود ساختہ حکومت کا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا کہ مسلم لیگ عوام میں مقبول نہیں ہے۔ میں آج تمام ذمہ دار اداروں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنا کردار ادا کریں اور عوام کے اس سیلاب کو جو اس حکومت کے خلاف اٹھ چکا ہے، آئندہ روکنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔ 12 اکتوبر کے بعد خفیہ کے کچھ لوگوں سے مٹھائیاں تقسیم کرائی گئیں اور ان کو ٹی وی پر مناسب کوریج دی گئی۔

کاروان تحفظ پاکستان کو روک کر اپنے خلاف اٹھنے والے عوامی سیلاب کو حکمران نہیں روک سکتے۔ لفظ تحفظ پاکستان پر زور دے رہی ہوں کیونکہ میری جدوجہد صرف اور صرف اپنے وطن کے خلاف ہونے والی ناپاک سازشوں کے آگے بند باندھنا ہے۔ میں بہت جلد حکومت کو ایک بار پھر بھرپور سرپرائز دوں گی۔ آج ملک بھر میں ہزاروں کے حساب سے لوگوں کی گرفتاریوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حکومت کا وہ دعویٰ غلط تھا کہ نواز شریف کی محبت میں کوئی سڑکوں پر نہیں نکلا۔ اب عوامی سیلاب ان عاقبت نااندیش حکمرانوں کو بہا کر لے جائے گا اور مورخ کو ایک بار ضرور لکھنا پڑے گا کہ عوام اپنے لیڈر کی محبت میں جیلوں کو توڑ کر آمریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ کاروان تحفظ پاکستان کے پروگرام میں یہ مقدس فریضہ بھی شامل تھا کہ وہ قائداعظم کی عظیم بہن اور پاکستان میں جمہوریت کی سب سے بڑی

محسن مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی برسی کے موقع پر 9 جولائی کو انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے لئے مسلم لیگ ہاؤس راولپنڈی میں کارواں کے اگلی منزل پر روانہ ہونے سے پہلے ایک تقریب منعقد کرے۔ ہم اپنی عظیم ماں کے مشن پر چلتے ہوئے پاکستان کے تحفظ کا عہد کرنا چاہتے تھے لیکن وقت کے آمروں نے ہمارے کارواں کو لاہور میں روک کر اس خواہش کی تکمیل نہ ہونے دی۔ میں نے آج صبح مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرائی ہے اور ہماری یہ دعا اور عزم ہے کہ جس طرح ہماری اس عظیم ماں نے اس وقت، وقت کے آمر کا مقابلہ کیا تھا اور قضا کا تیر بن کر اس وقت کے حاکم کے آگے آگئی تھیں، میں بھی ان کی ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے ان کے مشن کو مکمل کروں گی تاکہ پاکستان میں اب جمہوریت پر کوئی شبخون نہ مار سکے۔

تقریر کے آخر میں میں پرویز مشرف کو یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم نہ صرف ایک خود ساختہ حکمران ہو بلکہ ایک ناکام ریٹائرڈ جنرل ہو۔ بلکہ مزے کی بات تو یہ ہے کہ آٹھ جولائی کو تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم ایک ناکام اور بزدل تو پچی بھی ہو۔ یہ حکومت پاکستان کے لئے سیکورٹی رسک بن چکی ہے"۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے" اے غافل مسلمانو"

تمہاری داستان تک نہ رہے گی داستانوں میں

(خطاب: 16 جولائی، 2000ء)

میں نے ملک کے اندر اسلام دشمنی اور بیرونی طور پر قومی نصب العین سے مسلسل اور بتدریج انحراف کی سازش کو عوام میں بے نقاب کرنے کے لئے اپنی قوت بیان کا بھرپور اور کما حقہ استعمال کیا۔ خود ساختہ فوجی حکمران جنرل (ر) پرویز مشرف کی حکومت کو، اس سے گیارہ استفسارات کر کے بالواسطہ طور پر چارج شیٹ کیا لیکن حکومت نے ان گیارہ سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خود ساختہ ترجمان حکومت بن تیل کے تیلی ثابت ہوا، دنیا میں پاکستان کی تنہائی نے عوام کو تشویش اور فکر میں مبتلا کر رکھا ہے۔

مشرف حکومت سے گیارہ سوال

''آج میں قومی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر محسن کش خود ساختہ حکومت کو متنبہ کر رہی ہوں کہ وہ پاکستان کو ایک بار پھر تاریخ کے اس نازک موڑ پر لے آئی ہے کہ اللہ نہ کرے پھر کوئی اتنا بھاری صدمہ ہمیں اٹھانا پڑے جس کی وجہ سے تاریخ کے اوراق ہمیں معاف نہ کریں۔ سقوط ڈھاکہ کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہو رہا۔ کشمیر میں نہ صرف مسلمان بھائیوں کا قتل عام جاری ہے بلکہ شہداء کی اس جنت نظیر وادی سے اسلام کے نام کو مٹانے کی ناپاک سازش بھی ہو رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ کارگل کو کشمیر کے قریب دکھانے والے اب کیوں مسئلہ کشمیر پر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں؟ کیا یہ 12 اکتوبر سے پہلے طے ہوا تھا؟ یا اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے کشمیر پر سودا بازی کی جا رہی ہے؟ آج حکومت کے پے رول پر کام کرنے والے ابن الوقت پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کو توڑنے کے درپے ہیں بلکہ کچھ لوگ حکومت کے اشاروں پر پوری مسلم لیگ کو اس کی جھولی میں ڈالنے کا عندیہ دے رہے ہیں۔

قائداعظم کی مسلم لیگ ایک دفعہ پھر انشاء اللہ تحریک پاکستان والا جذبہ اور ولولہ لئے ہوئے نہ صرف نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر رہی ہے بلکہ اس آڑے وقت میں ملک کے اندر اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام کر رہی ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان اکیسویں صدی میں دنیا کے نقشے پر ایک واحد ملک ہے، جو ایک آمر کے ہاتھوں اپنا آئین معطل کروا کر اقوام عالم میں تنہا کھڑا ہے۔ آئین کا وہ حصہ جو اسلامی دفعات پر مشتمل

ہے، اس کو گزشتہ آٹھ ماہ میں معطل رکھنا بھی ایک سازش ہے۔ اگر اب ان کو بحال کیا جا رہا ہے تو آٹھ ماہ پہلے اس طرف حکومت کی توجہ کیوں نہ ہوئی؟ یہ اسلام کے ساتھ غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ حکومت اب اسلامی دفعات کو پی سی او کا حصہ بنا کر اپنا داغ دھونا چاہتی ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو عوامی غیظ و غضب سے بچا نہیں سکتی۔ اسلامی دفعات تو تا قیامت ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ یہ پی سی او میں شامل ہوں یا نہ ہوں ان کے تحفظ کے لئے قوم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی اور ہم اس سازش کو بے نقاب کر کے چھوڑیں گے۔

کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ موجودہ حکومت کے آئین کا مکمل ڈھانچہ آج بھی وہی ہے جس سے عقیدہ ختم نبوت اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عبارت ختم کر دی گئی ہے۔ یہ عالم اسلام سے کتنا بڑا مذاق ہے کہ جس حکومت نے اپنے حلف نامہ سے اسلامی جمہوریہ کے الفاظ کو حذف کر دیا اور عقیدہ ختم نبوت والی عبارت کو نکال دیا، آج قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ ڈرامہ رچا رہی ہے۔ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ اعلان کرتی ہوں کہ اسلامی دفعات کے تحت حلف اٹھایا جائے۔ 12 اکتوبر کو اسلام دشمن قوتیں اسلام نافذ کرنے والی حکومت کے خلاف اپنے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر حرکت میں آئیں اور پاکستان کے اندر اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گئیں۔ اب ہماری منزل صرف اور صرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ہے۔ اب قوم مکمل نفاذ چاہتی ہے جس کے لئے وہ مارچ میں منتظر تھی۔ اگر 12 اکتوبر کی سازش اسلام کے خلاف نہیں تھی تو پھر موجودہ حکمرانوں کو فوری طور پر نفاذ شریعت کا اعلان کر کے اپنی پاک دامنی کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔

قوموں کی زندگی میں حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہتی ہیں، سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ جذبہ ایمان سے سرشار قومیں حالات کا مقابلہ کرنا جانتی ہیں۔ اب قوم کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے اور ایک ہی نعرہ ہے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ ہو اور اس نظام کے تحت اس ملک میں جمہوریت بھی بحال ہو۔ اللہ کی زمین پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے مطابق تمام امور مملکت انجام پائیں۔ اب قوم مزید انتظار کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ قوم کے صبر کا

پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

دو قومی نظریہ کی بنیاد پر بننے والے ملک پاکستان میں اب مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم کی جماعت مسلم لیگ ہی ایک بار پھر 14 کروڑ عوام کو مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھا کر کے اس ملک کو حقیقی اسلامی ریاست بنائے گی۔ (انشاء اللہ)

اب ہم غیر مسلموں کی سازشوں کے نتیجہ میں قائم ہونے والی آمریت کے شکنجے سے جمہوریت کو ہمیشہ کے لئے آزاد کروا کے دم لیں گے۔ میری تمام محبِ وطن اور اسلام دوست سیاسی رہنماؤں سے اپیل ہے کہ آؤ ایک بار پھر متحد ہو کر پاکستان کو بچالیں جیسا کہ ماضی میں متحد ہو کر انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزادی حاصل کی تھی۔ میں نے پچھلی تقریر میں بھی اپنی باوقار عدلیہ سے یہی گزارش کی تھی۔ آیئے آج پھر ایک منظّم سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے پاکستان کی سلامتی کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور اسلام دشمن لابی کے عزائم کو خاک میں ملادیں۔ یہ ملک بچے گا تو سب کی سیاست بھی بچے گی، سب کی عزت اور غیرت بھی بچے گی، بلکہ میں یہ کہوں گی کہ ملک بچے گا تو ہم بچیں گے اور ہمارا سب کچھ بچے گا۔

آمریت کے اس دور میں پاکستان کے پاس کچھ باقی نہیں بچا۔ اب تو دکھ سہنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ جو حکومت ملک کے چاروں صوبوں میں غریبوں کے لئے آٹے کا ریٹ ایک نہیں کر سکی، وہ چاروں صوبوں میں پانی کا مسئلہ کیسے حل کرے گی؟ پچھلے آٹھ نو ماہ میں جھوٹ اور منافقت سے حکومت کو مصنوعی سانس دے کر چلایا جا رہا ہے، معیشت آخری سانس لے رہی ہے۔ عوام میں مسلسل اعتماد کھونے والی حکومت کیسے 14 کروڑ عوام کو قومی مسائل پر اکٹھا کر سکے گی؟ عوام صرف اور صرف جمہوری حکومت کے فیصلوں پر لبیک کہتی ہے۔

مسلم لیگ کی حکومت، 2000ء تک آئی ایم ایف کے تمام قرضے اتار کر قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا منصوبہ بنا چکی تھی۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب مسلم لیگ کی حکومت اپنے ملک میں صنعتی اور زرعی انقلاب لا کر اس ملک کی تقدیر کو بدلے گی۔

آٹھ نو مہینوں میں چینی 20 سے 27 روپے کو پہنچ چکی ہے، پورے ملک میں آٹا مہنگا ہو گیا ہے۔ یہ موجودہ حکومت کا عوام کے لئے تحفہ ہے۔ باقی صوبوں میں آٹے کا ریٹ پنجاب سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اپنے خاص لوگوں کو پنجاب سے گندم اور آٹا سمگل کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ آٹے اور گندم کی اس سمگلنگ پر نیب کا کالا قانون خاموش ہے۔ ملک میں پرمٹ مافیا عام ہے۔ مہنگائی کے ہاتھوں اس حکومت کے خلاف نفرتیں عروج پر ہیں۔ بے روزگاری کے ہاتھوں خودسوزیوں کے واقعات ''سب اچھا'' کی رٹ لگانے والے مشرف کے ترجمان کا منہ چڑا رہے ہیں۔

چند دن پہلے بلوچستان میں ایک پہاڑی سے میزائلوں کی بارش ہوئی۔ حکومت اس پر تبصرہ کرنے سے خاموش کیوں ہے؟ اگر کوئی محبّ وطن اس پر اپنی زبان کھولے تو اس کی حب الوطنی پر شک کیا جائے گا بلکہ اس کے خلاف جھوٹے مقدمات کھڑے کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ قوم اس سانحہ کے متعلق معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اس بارے میں مشرف کا ترجمان چپ سادھے کیوں بیٹھا ہے؟ کیا سیاسی سرگرمیوں پر پابندی اسی لئے عائد کی گئی ہے؟ کیا قوم کے نمائندے ملک کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا نوٹس لے کر عوام کو بروقت آگاہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے؟ میں آمریت کے سیاسی اجتماعات پر پابندی کے حکم نامہ کو مسترد کرتی ہوں اور جمہوریت کے سرفروشوں کو یہ دعوت دیتی ہوں کہ وہ اپنے اور عوامی نمائندوں کے درمیان حائل ہونے والی کمزور دیوار کو آخری دھکا دے دیں۔

اس بات پر ہر کوئی متفق ہے کہ اگر 1971ء میں ملک میں کوئی منتخب حکومت ہوتی، عوام کو سچ اور حقائق سے باخبر رکھا جاتا، نفرتیں مٹائی جاتیں تو لوگ پابند سلاسل نہ ہوتے۔ سیاسی سرگرمیوں کی اجازت ہوتی تو بڑے بڑے اجتماعات میں بھائی چارے کی بات ہوتی۔ آج حالات بالکل مختلف ہوتے اور تاریخ کے اوراق پر ذلت آمیز الفاظ رقم نہ کیے جاتے۔ آخر میں میں یہ پوچھتی ہوں اور 14 کروڑ عوام جواب کے منتظر ہیں کہ:

1۔ کیا12 اکتوبر کا شبخون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف سازش کا پیش خیمہ ہے؟
2۔ کیا عالم اسلام کی پہلی عالمی ایٹمی طاقت کو کمزور کرنے کی منصوبہ بندی تو نہیں؟
3۔ کیا مسلم لیگ کی حکومت کے بیرونی قرض اتارو مہم کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؟
4۔ کیا پاکستان کے نقشہ سے بے خبر قصیدہ گو لوگوں کو اہم حکومتی مناصب پر بٹھا کر کوئی خاص کام لینا مقصود ہے؟
5۔ کیا ورلڈ بنک کے حکم سے بجلی مہنگی کر کے عوام کا گلا دبانا اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنا مقصود ہے؟
6۔ دینی مدارس پر پابندی لگا کر قوم کو کیا پیغام دیا جارہا ہے؟
7۔ کیا افغانستان کی جیتی ہوئی جنگ کو خانہ جنگی کی نذر کرنا موجودہ حکومت کی ترجیحات میں شامل تو نہیں؟
8۔ کیا اسلام سے محبت کرنے والوں کو بنیاد پرست کا نام دے کر اسلام کی خدمت کی جارہی ہے؟
9۔ کیا تاجروں کو اپنے ہی ملک میں تشدد کا نشانہ بنا کر ملکی معیشت کو مضبوط بنانے میں رکاوٹ کھڑی کرنا نہیں؟
10۔ کیا لوکل انڈسٹری کو تباہ کر کے بے روزگاری اور معاشی بدحالی کی طرف قدم نہیں بڑھایا جارہا؟
11۔ کیا زراعت کے شعبہ میں حکومت کی پالیسی نے چھوٹے کاشتکار کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا نہیں کیا؟

کل کے حکومتی یک طرفہ فیصلے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ معاشی بدحالی کی شکار حکومت اپنی تمام تر طاقت صرف اور صرف نواز شریف کے خلاف جھوٹے مقدمے بنانے اور ان میں سزا دلوانے کے لئے صرف کر رہی ہے۔ نواز شریف کے خلاف اٹک قلعہ میں چلنے والا

کیس ایسے لوگوں کے ہاتھوں چلایا گیا جو خود اس ملک کے غدار اور اسلام کے خلاف سازش کے نتیجہ میں سزا بھگت چکے ہیں۔ نواز شریف کو سزا نیب کے کالے قانون کے تحت نہیں دی گئی بلکہ نواز شریف کو سزا اسلام سے محبت اور ایک مضبوط پاکستان کا خواب دیکھنے کی دی جا رہی ہے۔ 1965ء کی جنگ میں جب دشمن ہمارے ملک پر حملہ آور ہوا تھا اور نواز شریف کے خاندان کا اس وقت سیاست سے بالواسطہ کوئی تعلق نہ تھا پھر بھی یہ محبّ وطن خاندان دن رات اپنی افواج کو اپنی اتفاق فونڈری سے جنگی ساز و سامان تیار کر کے بارڈر پر پہنچا تا رہا تھا اور اپنے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو نبھاتا رہا تھا۔ اس حب الوطنی کی سزا بعد میں حکومت وقت نے شریف خاندان کے پورے کاروبار کو نیشنلائز کر کے دی۔ مگر شریف خاندان کے حوصلے کسی انتقامی کاروائی کے سامنے اللہ کے فضل و کرم سے پست نہیں ہوئے۔ جیسا کہ دنیا جانتی ہے اس دفعہ تو نواز شریف نے اس ملک کو ایٹمی طاقت بنایا، اتنے بڑے کارنامے کی سزا دینے کے لئے یہ چھوٹے چھوٹے مقدمے اور یہ چھوٹی چھوٹی سزائیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں اسلام اور پاکستان کے لئے ہم کسی بھی بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ (انشاء اللہ) اور ہمیشہ جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہیں گے۔

حکمرانو! سن لو جیلیں ہمارے لئے آزمائشیں ہیں۔ اللہ اس آزمائش پر ہم پر کرم کرے اور یہ جیلیں اب تمہارا مقدر بنیں گی کیونکہ آج تک جس نے بھی اسلام کے خلاف سازش کی یا اپنے ملک کے خلاف سازش کی وہ قدرت کے انتقام سے نہیں بچ سکا۔ اور تم قدرت کے انتقام کا نشانہ بن چکے ہو''۔ (خطاب: 23 جولائی، 2000ء)

میں نے اپنی اس مہم کے دوران دوقومی نظریہ، پاکستان مسلم لیگ کی نظریاتی، فکری اور سیاسی جدوجہد، نظریہ اسلام اور عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کشمیر میں جاری عظیم اسلامی جہاد کے تقاضوں پر نہ صرف روشنی ڈالی بلکہ عوام کو پاکستان کی بقا، استحکام، ترقی، سالمیت اور اس کے جغرافیائی وجود کے خلاف سازش کے بارے میں بھی آگاہ کیا اور اس سیکورٹی رسک کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے پاکستان کے ایٹمی پروگرام سمیت ملکی وحدت اور اسلامی نظریہ کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ گویا مشرف حکومت کے خلاف یہ ایک چارج شیٹ ہے۔ میں نے کہا۔

چارج شیٹ

"آج پاکستان کی سالمیت کو عاقبت نااندیش حکمرانوں سے خطرہ ہے۔ بلکہ جس مقصد کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا اس مقصد کو ختم کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی دشمن اس کے درپے ہیں۔ یعنی اسلام دشمن اپنے وظیفہ خوار چیف ایگزیکٹو کے ساتھ مل کر اس ملک کے اندر اسلام کو ختم کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں پر رہنے والے مسلمانوں کو مذہبی آزادی دی جائے گی، وہ آزادی سے اپنی مسجدوں میں جاسکیں گے، آزادی سے اسلام کی تبلیغ اور اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں گے، اپنے اچھے اخلاق اور کردار سے دوسری قوموں کو متاثر کر کے اسلام کی طرف راغب کریں گے اور اس ملک میں رہتے ہوئے اسلام کے بتائے ہوئے انسانی حقوق کی پاسداری کریں گے۔ گویا جیو اور جینے دو کی پالیسی کو اس خطے میں عملی جامہ پہنائیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ارکان اسلام کی پابندی کرتے ہوئے ہر برائی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرتے ہوئے میدان عمل میں اتریں گے۔

یہی پیغام لے کر سرزمین عرب سے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اس خطے میں داخل ہوئے اور اس خطے کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ مسلمان اپنی انتھک کوششوں سے اس خطے میں اسلام کو ہمیشہ پھلتا پھولتا دیکھتے رہے۔ مگر جب اور جہاں کہیں مسلمانوں کو اپنے ہی غداروں اور منافقوں نے کمزور کیا تو اس کے بعد پھر ایک نئے ولولے اور ہمت کی ضرورت پڑی۔ اگر 1857ء کی جنگ آزادی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس وقت سازش کے نتیجہ میں

بننے والی فرنگی حکومت جواس خطے سے اسلام ختم کرنے آئی تھی، اس کے خلاف اعلان جہاد تھا۔ گویا اس ملک کی تخلیق کے لئے 1857ء سے قربانیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس خطے میں اسلام کو بچانے کے لئے یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔ فرنگی کی اذیت ناک صعوبتوں یعنی کالا پانی جیسی سزائیں برصغیر کے مسلمانوں کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکیں۔ اور وہ ہر قسم کے ظلم وجبر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے رہے اور آخر کار انہوں نے اپنے لئے ایک آزاد ملک حاصل کر لیا۔

پرویز مشرف! تمہارے یہ قلعے، تمہاری یہ جیلیں اور تمہارے چاپلوس ان مجاہدوں کو یہ سزائیں دے کر، کیا ان کو حق کے راستے سے ہٹا لیں گے؟ ہرگز نہیں۔ آج 14 کروڑ عوام سروں پر کفن باندھ کر حکومت وقت سے 70 ہزار شہدائے کشمیر کے خون کا وقت کے فرعون سے حساب لینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ پرویز مشرف! تم نے اپنے اقتدار کو عارضی طول دینے کے لئے 12 اکتوبر کے پہلے سے طے شدہ ایجنڈا پر کام کرتے ہوئے ان 70 ہزار شہداء کے خون کا سودا کیا جو ہندو کی غلامی کی زنجیریں توڑ چکے تھے اور اس خطے میں اسلام کا علم بلند کر چکے تھے بلکہ میں یوں کہوں گی کہ یہ قافلہ حق منزل پر پہنچنے کے بعد لوٹا گیا۔ جس مقدس خون کے نذرانے نے جہاد کشمیر کو زندہ رکھا ہوا تھا اس کا تم نے اپنے آقاؤں سے سودا کر لیا۔ بلکہ تم نے خدا کے عذاب کو دعوت دے دی۔ نہ صرف تم نے مسلمانوں سے غداری کی بلکہ اپنے ملک سے غداری کی۔ میں تو کہوں گی کہ تم نے اپنے پیشہ سے غداری کی۔ میں تو 12 اکتوبر کے بعد ہر فورم پر یہ بات کر رہی ہوں کہ یہ شبخون پر بننے والی حکومت پاکستان سے اسلام اور جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے ہمارے اوپر مسلط کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حکومت پہلے مارچ، 2000ء میں نافذ ہونے والے اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنی اور اپنے ایجنڈے کا آئیٹم نمبر ایک پورا کیا۔ جب جہاد کشمیر زوروں پر تھا تو چیف ایگزیکٹو نے ایک سازش کے تحت کارگل میں جنگ شروع کروا کے اس وقت کشمیر کی جنگ کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ میں پوچھتی ہوں کہ کارگل کے ذریعہ کشمیر لینے والو! آج جیتی ہوئی

جنگ دشمن کی جھولی میں تم کس انعام کے عوض ڈال رہے ہو؟ جہاد کشمیر سے غداری کر کے 70 ہزار ماؤں کے بیٹوں، بہنوں کے بھائیوں، عورتوں کے سہاگوں اور اسلام کے سپوتوں کا راہ حق میں بہایا ہوا خون تمہیں اتنی آسانی سے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے رائیگاں نہیں کرنے دیں گے۔ آج کشمیر کے مسلمان پابند سلاسل وزیر اعظم، مجاہد اسلام محمد نواز شریف کو کتنی بے بسی سے یاد کر رہے ہیں کہ نواز شریف آج تم جس جرم کی سزا پا رہے ہو وہ یہ ہے کہ ہماری آزادی کا نعرہ تمہارے ایجنڈے میں شامل ہے۔ کشمیری بھائی یہ جانتے ہیں کہ نواز شریف حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں، ہر سال اس مہینے نیلا بھٹ کے مقام پر کھڑے ہو کر مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو یہ پیغام دیا کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والو! تم اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھنا، کیونکہ پورا عالم اسلام تمہارے اس جہاد میں برابر کا شریک ہے۔

مگر اس دور کے ننگ دین، ننگ ملت، اس سازشی ٹولے نے جو غداری طے شدہ ایجنڈا کے مطابق کشمیر سے کی ہے، اس پر وقت کے غدار میر جعفر اور صادق بھی انگشت بدنداں ہیں کہ ہمارے خون کا اثر اب بھی باقی ہے۔ جب بھی اس ملک میں آمریت آئی تو اس ملک کا نا قابل تلافی نقصان ہوا۔ کبھی ملک دولخت ہوا، کبھی اس کے کسی حصے پر دشمن نے قبضہ کر لیا۔ اس دفعہ حیرت یہ تھی کہ ہمارے پاس گنوانے کو کچھ بھی تو نہیں تھا مگر وقت کے آمر نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ نہ صرف سالمیت پاکستان کے لئے خطرہ ہے بلکہ شہ رگ پاکستان کشمیر پر دشمن کو مضبوط ہاتھ ڈالنے کی بھی دعوت دے چکا ہے۔

اس سکیورٹی رسک پرویز مشرف نے شہدائے تحریک پاکستان، شہدائے کشمیر، شہدائے جنگ 1948ء، شہدائے جنگ 1965ء، شہدائے جنگ 1971ء اور اس ملک پہ مرمٹنے والے سپوتوں کے خون کی ہمارے ازلی دشمن بھارت کے ساتھ ارزاں قیمت پر جو سودے بازی کی ہے، یہ غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ میں وقت سے پہلے نہ صرف 14 کروڑ عوام بلکہ عالم اسلام کو یہ باور کرا رہی ہوں۔ میں قوم کو یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ موجودہ حکمران ایک

منصوبہ اور حکمت عملی کے تحت ایٹمی پروگرام کو سرد خانہ میں ڈالنے والے ہیں بلکہ ڈال چکے ہیں اور یہ بھی مصدقہ اطلاع ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ہم میں سے جس نے تیر اندازی سیکھ کر اس کو بھلا دیا گویا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ حکومت تو تیر اندازی کیا، سرے سے جہاد کی ہی منکر نکلی ہے۔ اس کے بارے میں علمائے کرام کا کیا نقطہ نظر ہو سکتا ہے، یہ مفتیان دین جانیں اور ان کا کام۔

اب اس غیر نمائندہ حکومت سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں وہ مجاہدین اسلام کی لسٹیں اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بھارت کو تحفتاً پیش نہ کر دے۔ اور یہ بات جہادی تنظیموں کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور انہیں اس پر فوری توجہ دینی ہو گی اور اپنی صف بندی مضبوط کرنی ہو گی۔ کیونکہ کچھ عرصہ پہلے اس حکومت نے جہادی تنظیموں کو بنیاد پرست کہا پھر دشمن کو یہ موقع فراہم کیا۔ وہ اب ہر فورم پر ہمیں دہشت گرد قرار دلوانے میں بڑی گہری دلچسپی لے رہا ہے۔

جو کچھ مقبوضہ کشمیر میں ہو رہا ہے اس پر حکومت اور ترجمان حکومت کی پراسرار خاموشی میرے اس خدشے کی تائید کر رہی ہے۔ منکرین جہاد حکومت کے سائے میں بیٹھ کر مسلمانوں کے دلوں سے اپنے عقیدہ کے مطابق جذبہ جہاد ختم کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہیں۔ نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے اندر شہدائے کشمیر کی روحیں آج پرویز مشرف سے یہ سوال کر رہی ہیں کہ تمہیں ہمارے خون کا سودا کرنے کا حق کس نے دیا؟ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے وادی کشمیر میں دن رات اسلام کی دعوت کو بذریعہ تبلیغ عام کیا اور اس خطے کو اسلام کی روشنی سے اس تعلیمات کے مطابق منور کیا جس کے اثرات آج بھی کشمیریوں کے دلوں اور دماغوں میں موجود ہیں۔ کیا ان کی کوششیں اس لئے تھیں کہ کوئی طالع آزما اس خطے کو دشمن کی جھولی میں ڈال دے اور ہمیشہ کے لئے اس خطے میں اسلام کو سوچی سمجھی طے شدہ سازش کے نتیجہ میں کمزور کر دے۔ کیا برصغیر کے جید علمائے کرام

نے قید و بند کی صعوبتیں اس لئے برداشت کی تھیں کہ ان کی تمام قربانیوں اور محنت کو کوئی فرد واحد اس طرح رائیگاں کر دے۔ آج دو قومی نظریہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، دینی مدارس کو پابند کرنے کے اشارے دیئے جا رہے ہیں، جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے این جی اوز ایک خاص فرقے کی سرپرستی میں جہادی قوتوں کو کمزور کر رہی ہیں۔ قادیانی کلیدی اسامیوں پر قابض ہو گئے ہیں، کیا یہ اسلامی انقلاب ہے؟

حکمرانو! سن لو اب ہم 1971ء والا ڈرامہ نہیں دہرانے دیں گے، پہلے 90 ہزار قیدی بنوا کر ملک کو دولخت کیا، اور اب 70 ہزار شہداء کے خون کی قربانی کو رائیگاں بنا کر جہاد کشمیر کا سودا کیا۔ اب کشمیر پر ریلیاں نکالنے، جلسے جلوس کرنے اور ان کی حمایت میں ہڑتالیں کرنے والوں کے لب کیوں سلے ہوئے ہیں؟ جب ملک دولخت ہوا تب بھی ملک پر آمریت مسلط تھی اور اب بھی جب کشمیر کا سودا ہوا تو ملک آمریت سے دوچار ہے اور اس کے باوجود یہ کہا جا رہا ہے کہ سیاستدان کرپٹ ہیں۔ خود ساختہ حکمران یہ بھول گئے ہیں کہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں میں قیام پاکستان سے لے کر آج تک ملک کے مایہ ناز قانون دان، علماء و مشائخ بلکہ شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے سچے محب وطن اس ملک کے سیاسی سسٹم کا حصہ ہیں اور رہے ہیں۔ اور انہی لوگوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں آج یہ ملک دنیا کے نقشہ پر باوقار طریقہ سے ابھرا ہے۔ یہ سیاسی لوگوں کی سوچ ہی تو تھی کہ آج پاکستان عالم اسلام میں پہلی ایٹمی طاقت بن چکا ہے۔ آمر تو ہمیشہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی سوچ میں رہتے ہیں اور سیاستدان ہمیشہ قوم کی خدمت کا سوچتے رہتے ہیں کیونکہ یہ قوم میں سے ہوتے ہیں اور انہوں نے اللہ اور اپنی قوم کے سامنے جوابدہ ہونا ہوتا ہے۔ جن سیاستدانوں کو کرپٹ کہا جا رہا ہے انہوں نے ہی ملک کو نہ صرف بچانا ہے بلکہ اس کو مضبوط کرنا اور قائم بھی رکھنا ہے اور یہی وہ سیاستدان تھے جنہوں نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا۔ اور آج میں نوابزادہ نصر اللہ خان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تمام مکاتب فکر اور تمام قابل سیاسی طاقتوں کو اکٹھا کیا جس کا اول اور آخر مقصد

ملک کو بچانا، ملک کو آمریت سے نکالنا اور ملک میں صحیح جمہوری اسلامی نظام کو نافذ کرنا ہے۔
اور میں ان تمام سیاسی جماعتوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو آج پھر اسلام اور ملک کو بچانے کے لئے مل بیٹھی ہیں۔

اس پرویز حکومت نے مارچ، 2000ء میں اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر اور جولائی، 2000ء میں جہاد کشمیر سے غداری کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کشمیر میں جہاد ختم کر کے حکومت وقت نے اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑی شکست کو اپنے ماتھے پہ سجالیا ہے۔
دشمن جمہوری حکومت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا مگر ایک بزدل آمر نے دشمن ملک کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ یہ حکومت آخر اور کیا کرتی۔ اس کو تو لایا ہی اس لئے گیا تھا کہ کشمیر میں جہاد ختم کر دو اور افغانستان کی جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں بدلو اور یہ کام آہستہ آہستہ خود ساختہ حکومت کر رہی ہے۔ مورخ اگر سقوط ڈھاکہ کے اس سانحہ پر روشنی ڈالے گا تو اس سانحہ کی ذمہ داری کا بوجھ کس کے کندھوں پر ہوگا اور وہ میر جعفر اور صادق کے القاب کس کو عطا کرے گا؟ مجھے یقین ہے کہ اس سانحہ میں ملک کا کوئی بھی محب وطن سیاستدان حصہ دار نہیں بنا اور ہمیشہ کی طرح یہ ذلت آمیز شکست اور غداری بھی آمریت کے حصے میں آئی ہے۔ میں ریٹائرڈ جنرل قبضہ گروپ کو یہ یقین دلاتی ہوں کہ ان کا جہاد کشمیر سے غداری کا خواب، خواب ہی رہے گا اور کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ ہم کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو اس مشکل گھڑی میں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ پرویز مشرف! تم نے تو طے شدہ بیرونی ایجنڈے پر کام کر کے بیرون ملک بھاگ جانا ہے، ہمارا تو جینا مرنا اسی دھرتی کے ساتھ ہے۔
ہم اس کے ساتھ وفا کریں گے۔ اس کے آئین کے ساتھ وفا کریں گے۔ اس کی جغرافیائی سرحدوں سے وفا کریں گے، اس کی نظریاتی سرحدوں سے وفا کریں گے کیونکہ ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ اس ملک اور اس کی عوام کے لئے ہے۔

اب علماء و مشائخ بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض ہو گیا ہے کہ آج ملک کے ساتھ جو سازش ہو رہی ہے اسے بے نقاب کریں اور ملک میں نفاذ شریعت کے لئے ایک بار پھر متحد ہو کر

جدوجہد کریں۔ یاد رکھو نفاذ شریعت ہی ہمارا مقصد اور ہماری منزل ہے۔ موجودہ حکومت نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اسلامی دفعات کو پی سی او کا حصہ بنانے کا اعلان کیا اور عملاً جہاد کشمیر کا سودا کر لیا ہے۔ موجودہ حکومت دشمنوں سے دوستی کی راہ و رسم بڑھا رہی ہے لیکن اپنوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ مسلم لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں کو بلا جواز اور بے قصور نہ صرف گرفتار کیا جا رہا ہے بلکہ چند مخصوص سپرسیڈ ڈ فوجی افسروں کی تحویل میں دے کر اپنے بنائے ہوئے محفوظ پورہ، لاہور کینٹ ٹارچر سیل میں لے جا کر ایسا انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے کہ جس سے احترام آدمیت کی تذلیل ہوتی ہے۔ میں پرویز مشرف سے پوچھتی ہوں کہ کیا یہ مسلم لیگ کے لیڈر اور کارکن وطن کے غدار ہیں؟ کیا انہوں نے ایسا کوئی جرم کیا ہے؟ جس کی اتنی کڑی سزا دی جا رہی ہے۔ وہ جان لیں کہ یہ حربے وطن پرست لوگوں کو سچائی کی راہ سے نہیں ہٹا سکیں گے اور اس طرح سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سپرسیڈ ڈ آفیسرز کے ذریعہ نفرت کا بیج بویا جا رہا ہے۔ اس سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سپرسیڈ ڈ آفیسرز کو پروموشن کا لالچ دے کر ان سے اپنے ہی بھائیوں پر ظلم کروایا جا رہا ہے۔ پرویز مشرف! سب نے ہی جانا ہے اور تم بھی چلے جاؤ گے، لیکن فوج اور عوام ایک ہیں اور متحد ہو کر انہوں نے وطن کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے۔ اس ملک اور پاک فوج کا تمہاری ذات پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس احسان کا بدلہ اس طرح ادا نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ محسن کش انسانوں کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوست رکھتا ہے''۔

(خطاب: 16 اگست، 2000ء)

میں نے بابائے قوم، بابائے ملت، بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے مزار پر کراچی جا کر حاضری دیتے ہوئے 14 اگست 2000ء کو بانی پاکستان کے افکار ونظریات کی روشنی میں پاکستان کی سالمیت، بقا، استحکام، ترقی اور جمہوریت کا کیس پیش کیا۔ اسلام اور قوم سے بے وفائی کرنے والوں کے چہروں سے نقاب الٹ کر لوگوں کو عوام دشمن اور اسلام مخالف قوتوں کی نشاندہی کرائی۔ بلاشبہ میری یہ گفتگو پاکستان کے قومی نصب العین کی جدید دور میں بہترین سیاسی توجیہ اور تصریح ہے۔

اسلام اور عوام کے دشمنوں کی نقاب کشائی

"اپنے ملک کے 53 سالہ یوم آزادی کے موقع پر آج میں باب الاسلام میں کھڑی ہوں۔ میں اس سرزمین پر کھڑی ہوں جس کو باب الاسلام کے نام سے تاریخ قیامت تک یاد رکھے گی۔ اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ پوری دنیا کی قومیں آزادی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ مجاہد اپنے خطے کی جنگ آزادی کے لئے کشمیر کے اندر تاریخ ساز جہاد کر رہے ہیں مگر جب اپنے ملک کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو یہ ملک آج بھی ذاتی اغراض اور مقاصد کی گھناونی سازشوں کے چنگل میں پھنسا ہوا نظر آتا ہے۔ غیر مسلموں کے پیروکار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تعمیر و ترقی کا سفر منجمد ہو گیا ہے اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت 1971ء کے المناک سانحہ کی تاریخ کو دہرانے کی ایک اور گھناؤنی سازش تیار کی جا رہی ہے۔ مگر میں ریٹائرڈ جرنیل کو اس یوم آزادی کے موقع پر 14 کروڑ عوام کی طرف سے یہ باور کروا رہی ہوں کہ اب قوم کسی بزدل سازشی کو برداشت نہیں کرے گی۔ یہ سکیورٹی رسک حکومت 14 کروڑ عوام کو اس بات کا جواب دے کہ تمہارے سرد خانہ میں پڑی ہوئی سانحہ مشرقی پاکستان کی حمود الرحمان کمیشن رپورٹ دشمن کے ہاتھوں میں کیسے پہنچی؟ فکر تو اس بات کی ہے کہ حکومت میں موجود غیر مسلموں کے ایجنٹوں نے اس رپورٹ کے ساتھ اور کیا کچھ دشمن ملک بھارت کو پہنچا دیا ہو گا۔ جو حکمران جاگ رہے ہوتے ہیں، ان کی قومی امانتیں چوری ہو کر دشمن ملک نہیں پہنچتی بلکہ خلوص نیت والے حکمرانوں کے پاس دشمن ممالک خود چل کر آتے ہیں۔ میں آج سندھ

کی سرزمین پر کھڑی ہو کر ملک کی سلامتی کے لئے نیا عہد کرنے آئی ہوں۔ کیونکہ ملک خطرہ میں ہے اور رہا ملک کا آئین تو وہ پہلے ہی عاقبت نا اندیش لوگوں کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہے۔ میں یہاں کھڑی ہو کر تاریخ کے اس حصے کو دیکھ رہی ہوں جب اس خطے کی مظلوم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں نے ایک ظالم حکمران راجہ داہر کے خلاف دادرسی کی اپیل کی اور ان کی پکار پر اسلام کا سپوت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ لبیک کہتے ہوئے نہ صرف اس خطے میں مظلوم کی حمایت کے لئے آیا بلکہ اس کے آنے سے برصغیر میں اسلامی نظام کی تحریک شروع ہوگئی اور اسلام کی تعلیمات سے یہ خطہ منور ہونا شروع ہو گیا۔ مگر آج پھر اس ملک پر راجہ داہر کے پیروکاروں کا قبضہ ہے اور آج میں اس کے خلاف 14 کروڑ مظلوم بے بس عوام کے ساتھ مل کر آواز بلند کرنے آئی ہوں اور میں 14 کروڑ عوام کو بتا رہی ہوں کہ یہ وقت ہے اپنا دین بچانے، اپنا ملک بچانے، جہاد کشمیر بچانے اور اپنا ایٹمی پروگرام بچانے کا۔

عالم اسلام کا قلعہ پاکستان آج مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے ہاتھوں چلا گیا ہے آؤ ایک بار پھر تحریک پاکستان والا جذبہ بیدار کر کے اٹھیں اور غیر مسلم قوتوں کی مسلط کی ہوئی آمریت کو ٹھوکروں سے ختم کر دیں۔ گزشتہ روز ایک محب وطن کالم نویس نے اپنے کالم میں قوم سے سوال کیا تھا کہ قوم سوچے، اس ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کون سے عناصر ہیں؟ آج کے اخبارات کی شہ سرخیاں اس کے سوال کا مکمل جواب دے رہی ہیں۔ اب میں محب وطن کالم نگاروں اور صحافت کے علمبرداروں سے اس ملک کو بچانے کے لئے درخواست کر رہی ہوں کہ وہ پاکستانی ہونے کے ناطے اپنا قلمی جہاد کریں۔ وقت کے غداروں کے چہروں سے نقاب اٹھائیں۔ اب اصل احتساب کا وقت قریب پہنچا ہے۔ سیاستدانوں کو تو عوام ان کے اچھے اور برے کی جزا اور سزا ہر آنے والے انتخاب میں سنا دیتی ہے مگر عوام سقوط ڈھاکہ اور کارگل جیسی غلطیوں کا خون کن کے ہاتھوں پر تلاش کریں۔ کیا ہر دور میں جسٹس حمود الرحمان جیسے جرأت مند محب وطن افراد کی آواز کو بندوق کے زور پر دبا دیا جائے گا؟ اس سکیورٹی رسک حکومت نے نہ صرف دشمن ملک بھارت کے آگے مکمل

طور پر گھٹنے ٹیک دیئے ہیں بلکہ اسلام کی دشمن طاقتوں سے بھی مرعوب ہوگئی ہے، ملک بین الاقوامی طور پر تنہا ہوگیا ہے، مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں اور ایسے حالات میں اللہ کے دین کا پرچار کرنے والے مدارس کو غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ڈکٹیشن دی جارہی ہے اور انہیں پابندیاں لگانے کے اشارے ہو رہے ہیں مگر ہم ایسا کبھی ہونے نہیں دیں گے۔

تاجر بھائیوں کو اپنے ملک میں ظلم و تشدد کا بری طرح نشانہ بنایا جارہا ہے اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی تاجروں اور کسانوں پر ناقابل برداشت ٹیکس عائد کر کے ان کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کمزور کیا جارہا ہے۔ یہ ٹیکسوں کی وصولی کس کی جھولی میں ڈالی جارہی ہے؟ حکومت ہر روز عوام کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے لئے نت نئے آرڈیننس جاری کر رہی ہے مگر 14 کروڑ عوام حکومت کے تمام آرڈیننس اور نیب کے کالے قانون کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں۔ نیب کا قانون دوسرے لفظوں میں حکومتوں کا اغوا برائے تاوان ہے۔ خود ساختہ چیف ایگزیکٹو نے اپنے 5 کرڑو روپے کے اثاثے تو ظاہر کر دیئے ہیں مگر 5 کروڑ کہاں سے آیا؟ اس کا نہیں بتایا۔ قوم ان سے ثبوت مانگ رہی ہے۔ کیا ملک میں لوٹ کھسوٹ ایمنیسٹی سکیم کے تحت یہ اثاثے وائٹ کر لئے گئے ہیں یا نہیں۔

ریٹائرڈ جرنیل! وقت آنے پر تم سے پوچھا جائے گا اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ وقت بہت قریب آگیا ہے۔ اپنے وزیر خزانہ سے اس کے متعلق مشورہ کر لو کیونکہ وہ ملک کو معاشی طور پر دیوالیہ کر کے بہت جلد ملک چھوڑنے والا ہے۔ بجٹ سے پہلے کا لکھا ہوا استعفیٰ اب بھی ان کی جیب میں موجود ہے۔ ماہانہ 20 ہزار روپے تنخواہ لینے والے جنرل کا بیٹا دنیا کی مہنگی ترین یونیورسٹی میں کیسے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا بھر کی قومیں اپنا یوم آزادی تجدید عہد کے طور پر مناتی ہیں۔ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے مستقبل کی راہوں کا تعین کیا جاتا ہے، آئندہ آنے والی نسل کے لئے مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور معاشی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے اور ماضی کے ایسے ہیروز کو تاریخ کا حصہ بنایا جاتا ہے جن کا کردار اور قربانیاں مستقبل

کے لئے مشعل راہ ہوں۔

مگر جب ہم اپنے ماضی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنے 53 سالہ زندگی کا نصف سے زیادہ وقت براہ راست آمریت کے شکنجہ میں غیر مسلم سازش کے تحت جکڑا ہوا ملتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج پھر ملک غیر مسلموں کی گرفت میں ہے۔ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈال کر اس حکومت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی سازش کی ہے۔ یہ ملک پہلے 1971ء میں انہی طالع آزماؤں کی غیر دانش مندانہ سوچ کے نتیجہ میں نہ صرف دولخت ہوا بلکہ اس کی عسکری طاقت کو بری طرح منتشر کیا گیا۔ آج کی طرح ہمیشہ اس ملک کے نازک کندھوں پر غیر مسلموں نے آمریت کے ذریعہ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کروائی جب کسی محبّ وطن نے عالم اسلام کے قلعہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی کوشش کی تو ملک کے اندر یہود، ہنود اور نصاریٰ کے ایجنٹ متحرک ہو گئے اور اپنے وظیفہ خوار اور وفادار آمروں کے ذریعہ نہ صرف ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا بلکہ اس کے آئین کے تقدس کو پامال کیا اور اس ملک کی باوقار عدلیہ کی مختلف حیلوں، بہانوں، آرڈیننس اور پی سی او سے آزادی کو سلب کیا۔ آزادی صحافت کو ختم کرنے کی ریت بھی انہی ڈکٹیٹرز کے دور حکومت میں پڑی۔ آج بھی جس کا سلسلہ جاری ہے۔ آج پابند سلاسل نواز شریف کو سزا سربلندی اسلام اور ایک مضبوط ایٹمی پاکستان کی منصوبہ بندی کی دی جا رہی ہے۔

نواز شریف نے مارچ، 2000ء میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کرنا تھا اور اس سلسلہ میں تمام تر ضروری اقدام کئے جا چکے تھے۔ علماء اور مشائخ سے مشاورت کی جا چکی تھی اور جون، 2000ء میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے سودی نظام سے نجات دلانی تھی، افسوس کہ پرویز حکومت نے ایسا ہونے نہ دیا۔ مگر میں یقین رکھتی ہوں جس طرح عوام نے فرنگی حکومت سے نجات حاصل کر کے اپنی سیاسی لیڈر شپ پر بھروسہ کیا، اب وہ اس عظیم الشان ماضی والے بامقصد اور تعمیری قومی جذبے کے ساتھ ملک اور قوم کے دامن پر

آمریت کے جو داغ ڈالے گئے ہیں، انہیں بھی دھوڈالیں گے۔ آؤ مل کر اس موقع پر تجدید عہد کریں کہ

1۔ ہم 14 کروڑ عوام اسلام کے خلاف سازش کرنے والی پرویزی آمریت کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنیں گے اور ملک کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔

2۔ ہم شہدائے تحریک آزادی کے خون اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر بننے والے ملک پاکستان اور اس کے آئین کے ساتھ وفا کریں گے۔

3۔ شہ رگ پاکستان کشمیر پر سودے بازی نہیں ہونے دیں گے۔

4۔ ایٹمی پروگرام کو سرد خانہ میں ڈالنے سے بچائیں گے۔

5۔ اپنے اسلامی ورثوں یعنی دینی مدارس کی حفاظت کریں گے۔

6۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے حکومتی مشن کے خلاف لڑیں گے۔

7۔ ملک کو سود کے بوجھ سے نجات دلوا کر حقیقی اسلامی نظام اور معیشت کی راہ ہموار کریں گے جیسا کہ ہماری حکومت نے جون، 2000ء میں اس کی تکمیل کا ایجنڈا تیار کر رکھا تھا جو 12 اکتوبر کی سازش کی نذر ہو گیا۔

8۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ ہماری بقا اور ہماری منزل نفاذ شریعت میں ہے اور نفاذ شریعت کے لئے ہم پرویز حکومت کے خلاف جہاد کریں گے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

کل 14 اگست کو میں مزار قائد پر فاتحہ کے بعد قوم کے ساتھ مل کر یہ عہد کروں گی کہ ہم اس ملک کی اسلامی، دینی، اخلاقی اور معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ آمروں اور طالع آزماؤں کا راستہ روکیں گے جو ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور میں مزار قائد پر کل حاضری کے بعد اس مصمم ارادے کو لے کر پورے پاکستان کا دورہ کروں گی جس طرح عظیم ماں، مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے آمریت کے خلاف مثبت قدم اٹھایا تھا۔ میں اس

مشن کو جاری رکھنے کا عہد کروں گی۔

آمرو! تاریخ گواہ ہے کہ تم نے بانی پاکستان قائداعظم کے خاندان کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ کیا ہوا اگر نواز شریف کا خاندان اسلام کی سر بلندی، پاکستان اور قوم کی ترقی کے لئے وقت کے آمر کے سامنے کلمہ حق کہہ رہا ہے اور ان کے ظلم اور زیادتی کو خندہ پیشانی سے برداشت کر رہا ہے۔ آخر میں، میں حکومتی مشینری سے پوچھتی ہوں کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ دشمن کے ہاتھ کیسے لگی؟ کیا اس پر انکوائری کا مطالبہ کرنے والے مجرم ٹھہرائے جائیں گے؟ میں آج اس موقع پر اپنی قوم کو یہ نوید دیتی ہوں کہ آمریت کے سائے ڈھل چکے ہیں۔ اسلام اور جمہوریت کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو"۔

(خطاب:14اگست،2000ء)

کشمیر کی آزادی، جہاد کی کامیابی، ایٹمی ترقی اور قومی سلامتی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی اور عملی کامل نفاذ کے لئے کام کرنے اور حمود الرحمٰن انکوائری کمیشن رپورٹ کی اشاعت یقینی بنانے کے حوالے سے بھی میں نے قومی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اخوت کی نگہبانی کا فریضہ ادا کیا۔ یہ گفتگو ایک بت شکن کا پھاوڑا اور ہتھوڑا قرار دی جاسکتی ہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عزم نو

جذبہ جہاد، شوق شہادت

"آج میں نیلا بھٹ کے اس تاریخی مقام پر کھڑی ہو کر تجدید عہد آزادی کشمیر کر رہی ہوں جہاں سے جہاد کشمیر کی تحریک نے جنم لیا۔ اس مقام کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ پابند سلاسل اور عالم اسلام کے عظیم ہیرو نواز شریف نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر دنیا کو اس وقت ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا، جب اس نے نہ صرف لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے پہلی ایٹمی طاقت ہونے کا اعلان کیا بلکہ خدا کی عطا کی ہوئی حکومت میں جب یہ موقع آیا تو دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اور یہود و ہنود کے شدید تر دباؤ کے باوجود ایٹمی دھماکے کر کے اپنے اس وعدے کو سچا ثابت کر دیا اور اپنے کریم رب اور قوم کے سامنے سرخرو ہوئے اور آج اسی کی پاداش میں پابند سلاسل ہیں۔ مسلمانوں کے اندر اللہ کی راہ میں لڑنے اور اپنی آزادی کے حق اور تحفظ کے لئے آج بھی وہ 313 والا جذبہ ایمانی موجود ہے۔ میں مجاہدین آزادی کشمیر کو یہ خوشخبری سنا رہی ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب 70 ہزار شہدائے کشمیر کا خون رنگ لائے گا اور یہ غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں گی یہ مضبوط ارادے اور نیک نیتی کا اعجاز تھا کہ عبداللہ بن ابی کی منافقت کے باوجود بدر کے مقام پر ابوجہل اور اس کے قماشوں کی لاشیں اٹھیں۔ مجھے دکھ ہے کہ ایک آمر اپنی آمریت کو طول دینے اور ہوس اقتدار کی جھوٹی تسکین کے لئے 70 ہزار شہداء کے خون کا اپنے ازلی دشمن سے سودا کرنے کی مذموم سازش کر رہا ہے۔ قوم یہ جان چکی ہے کہ شبخون کے نتیجہ میں بننے والی حکومت ملک سے اسلام اور کشمیر میں جہاد ختم کرنے کے لئے آئی ہے۔ انشاء اللہ 14 کروڑ عوام پرویز حکومت کو جہاد

کشمیر کے خلاف سازش نہیں کرنے دیں گے۔ آج شہدائے کشمیر کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں یہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ نواز شریف ان کی آزادی کی خاطر اپنے ہی ملک میں غیر مسلموں کے ایجنٹوں کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہے۔ میں اپنے کشمیری بھائیوں کو اس مشکل گھڑی میں یہ یقین دلا رہی ہوں کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔ نواز شریف آج جیل میں بیٹھ کر بھی ان کی آزادی کی جدوجہد کے لئے فکرمند ہے۔ یہ نواز شریف کی حکومت ہی تو تھی جس نے بھارت کو کشمیر پر بات کرنے پر مجبور کیا اور بھارت کے وزیراعظم کو مجبوراً بس پر بیٹھ کر نہ صرف پاکستان آنا پڑا بلکہ مینار پاکستان کے سائے تلے پاکستان کے وجود اور اس کی ایٹمی طاقت کو تسلیم کرنا پڑا۔ دنیا پر یہ واضح ہو گیا کہ آزادی کشمیر پر بھارت بات چیت کے لئے تیار تھا۔ 12 اکتوبر کے بعد غیر مسلموں کے اشارے پر بننے والی حکومت نے جہاد کشمیر کو ختم کرنے کی سازش کر کے جس طرح مجاہدین کشمیر سے غداری کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی طرح پاکستان میں نفاذ شریعت کی راہ میں طے شدہ ایجنڈا کے مطابق رکاوٹ ڈالنے کے گھناؤنے جرم کا بھی ارتکاب کیا۔

میں 14 اگست کے دن مزار قائد پر پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے والوں پر پرویزی حکومت کا ظلم دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی کہ آج اپنے آزاد ملک میں 14 اگست منانا اتنا ہی مشکل ہو گیا ہے جتنا کہ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے لئے پاکستان ڈے منانا مشکل ہے۔ میرے دکھ اور رنج میں 14 اگست کو مزید اضافہ اس وقت ہوا جب میں نے رات کو خود ساختہ چیف ایگزیکٹو کا قوم سے خطاب سنا۔ پوری قوم کا سر شرم سے جھک گیا۔ کارگل کے راستے کشمیر جانے والے نادان جنرل نے اب مسئلہ کشمیر پر دشمن کے سامنے اپنی پالیسی واضح کیوں نہیں کی؟ قوم سے خطاب کرتے ہوئے شہ رگ کشمیر کے لئے اپنی طرف سے ایک لفظ نہ کہا اور 70 ہزار شہداء کی ماؤں، بہنوں کے جذبوں کو خراج تحسین پیش کرنا یا ان کی حوصلہ افزائی کرنا تک گوارا نہ کیا۔ ان کا قصور نہیں وہ تو ایک خاص ایجنڈے کے لئے لائے گئے ہیں۔ اور میں آپ کو یہ نوید دے رہی ہوں کہ انشاء اللہ وہ اس ایجنڈے پر نہ تو عملدرآمد کر

پائیں گے اور نہ ہی پورا کر سکیں گے اور جلد جا بھی رہے ہیں۔ قوم ایک خصوصی بلٹن سننے کی منتظر رہے۔ اس دفعہ ملک کے ٹی وی سٹیشنوں کو بندوق کی نوک پر قبضے میں لینے کا موقع نہیں آئے گا کیونکہ قدرت سے حالات نے ان کے اردگرد اپنا گھیرا تنگ کر دیا ہے۔

قوم مہنگائی کے ہاتھوں مکمل طور پر تنگ آ چکی ہے اور حکومت نے ''غریب مکاؤ پروگرام'' شروع کر دیا ہے۔ غریب عوام کی سسکیاں اور آہیں شاید بڑے بڑے ایوانوں میں سنائی نہیں دے رہیں مگر ان کی بددعائیں عرش معلیٰ تک پہنچ گئی ہیں۔ نہ صرف ان کی بددعائیں بلکہ ان کی آہیں بھی۔ مجاہدین کشمیر کو اس حکومت نے دشمن کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی حکمت عملی پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کی ہے جو افسوس ناک ہے۔

میں اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس حمود الرحمن اور ان کی ٹیم میں موجود تمام افراد کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ اس دھرتی کے جرأت مند بیٹوں نے غداران وطن کے چہروں پر اوڑھا ہوا شرافت کا جھوٹا لبادہ اتار دیا۔ 28 سال کے بعد مرنے والوں کی روحوں کو اذیت ناک سزا دی اور غداران وطن کو ان کی ضمیر کی عدالت میں شرمندہ کر کے کھڑا کر دیا۔ اب یہ کمیشن رپورٹ تا قیامت تاریخ کا وہ باب بن چکی ہے جس کی ابتدا میر جعفر اور صادق سے شروع ہو کر انتہا سقوط ڈھاکہ کے مجرموں پر ہوئی بلکہ تاریخ کا یہ باب آمریت کے ہر دور کو اس ملک کے ساتھ ہونے والی سازشوں کے تحت عبرت کا نشانہ بناتا رہے گا۔ اگر یہ سیاسی شکست تھی تو میں پوچھتی ہوں کہ اس وقت کی سیاست کس کے ہاتھ میں تھی؟ اس وقت کی آمریت کا تسلسل آج بھی موجود ہے۔ یہ ملک کے ساتھ ایک سانحہ تھا کہ یہ رپورٹ وقت پر شائع نہ ہوئی اور یہ قوم کی بدنصیبی ہے کہ یہ ایک دشمن ملک میں شائع ہوئی ہے۔ میں اس وقت کے حکمران پرویز مشرف سے کہتی ہوں کہ وہ سرکاری طور پر اس کو شائع کریں اور رپورٹ کے مطابق اس پر کارروائی کریں۔ ورنہ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ میاں نواز شریف اقتدار میں آ کر اسے شائع کریں گے۔ اگر یہ رپورٹ وقت پر شائع ہوتی اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا اور انہیں سزا دی جاتی تو ملک میں بار بار آمریت شبخون نہ مار سکتی۔

آج ہمارا ملک آمریت کی سازش سے دوچار ہے۔ 12 اکتوبر 1999ء کے بعد سستی شہرت حاصل کرنے والے نام نہاد چیف ایگزیکٹو ٹی وی پر بھارت کو دو مکے دکھا کر بہت جلد ہی ہر میدان میں پیٹھ دکھا چکے ہیں۔ مگر تاریخ کے اس نازک موڑ پر میں اپنے کشمیری بھائیوں اور آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدوں کو پورے عالم اسلام کی طرف سے یہ یقین دہانی کرا رہی ہوں کہ پوری دنیا کے مسلمان تمہاری آزادی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ اب یہ اکیلا اور تنہا کھڑا پرویز مشرف تمہاری آزادی کی راہ میں رکاوٹ ہرگز نہیں بن سکے گا۔

کشمیری بھائیو! مٹھی بھر جرنیلوں کے سوا 14 کروڑ عوام اور ساری پاک فوج تمہارے ساتھ ہے۔ میں اپنے آباؤ اجداد جو اس خطے میں مدفون ہیں، کی روحوں کو گواہ بنا کر یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اب کسی آمر کو اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے سقوط ڈھاکہ جیسا سانحہ کشمیر میں دہرانے نہیں دیں گے۔

میں بھارت کو یہ باور کرا رہی ہوں کہ تم اپنے ایجنٹوں سے کشمیر کاز کو سبوتاژ نہیں کرا سکتے۔ تمہیں بھی ایک دن دھرتی پر ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم سقوط ڈھاکہ کا اپنے ضمیر پر سے بوجھ بہت جلد کشمیر میں اتاریں گے اور وہ وقت دور نہیں جب کشمیر بنے گا پاکستان اور کشمیر کو بھارت کے ظلم و تشدد سے نجات ملے گی اور پاکستانی عوام کو آمریت سے نجات ملے گی بلکہ وہ وقت قریب آ پہنچا ہے کہ اب نہ تو بندوق کی نوک پر کوئی آئین معطل کر سکے گا اور نہ فرد واحد کے فیصلے 14 کروڑ عوام پر مسلط ہو سکیں گے، نہ باوقار عدلیہ کو مختلف حیلے بہانوں سے جکڑا جائے گا، نہ ملک لوٹ سیل پہ لگے گا اور نہ ہی فرد واحد کے اشارے پر قوم کو یرغمال بنایا جا سکے گا۔

سردار صاحب! آپ کو یاد ہوگا کہ یوم نیلا بھٹ کے موقع پر اسی مقام پر کھڑے ہو کر پابند سلاسل وزیر اعظم محمد نواز شریف نے آپ کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ سردار صاحب! کشمیر پر حملہ کر دو۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کے پاس ایٹمی قوت ہے۔ آج میری اور

آپ کی یہ شدید تر خواہش تھی کہ یوم نیلا بھٹ کے موقع پر جب بھارت اپنے مکروہ عزائم کے تحت ایک بار پھر کشمیر پر سودے بازی کرنے کی ناپاک سازش میں مصروف ہے، پابند سلاسل وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اس مقام پر کھڑے ہو کر ایک بار پھر دشمنوں کو للکارتے۔ اور سردار صاحب! مجھے یقین ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب اسی مقام سے کھڑے ہو کر میاں محمد نواز شریف آپ کے ساتھ شانہ بشانہ آزادی کشمیر کا اعلان کریں گے۔

اس تاریخی مقام پر میں نواز شریف صاحب کی طرف سے قوم کو ملک کے اندر انشاء اللہ بہت جلد نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی نوید دیتی ہوں۔ یاد رکھو یہ ملک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تکمیل کے لئے معرض وجود میں لایا گیا تھا۔ ہماری دنیا و آخرت تب ہی سنورے گی جب ہم عملی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے نظام کو اپنی زندگی میں لاگو کریں گے اور انشاء اللہ یہ کام بھی ایٹمی دھماکوں کی طرح نواز شریف صاحب کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک پہنچے گا"۔

"اسلامی جمہوریہ پاکستان زندہ باد"

(خطاب: 27 اگست، 2000ء)

میں نے حمود الرحمٰن انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے حوالے سے غداران ملت کا احتساب کرنے کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ حکومت کو کارگل کے بارے میں بھی انکوائری کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر لانے کے لئے کہا۔ میں نے اپنی اس تقریر میں عوامی جوش و جذبے کی خوب ترجمانی کی۔ تقسیم پاکستان کا صدمہ جو محسنین وطن کے دل و دماغ کو پریشان اور مختل کیے ہوئے ہے، یہ اس کی بھرپور عکاسی ہے۔

پاکستان توڑنے والوں کا احتساب

’’1947ء کے بعد ریڈیو اور بعد میں ٹیلی ویژن پر 14 اگست کے حوالے سے یہ خبر سنا کرتے تھے کہ مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں نے پاکستان کا یوم آزادی، چار دیواری کے اندر اور بندوق کی نوک پر دبے اور سہمے ہوئے حالات میں منایا۔ مگر اپنی 53 سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ اپنے آزاد ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس طرح کے حالات کا بنفس نفیس مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس عظیم ملک کے یوم آزادی پر 14 اگست کے دن حکومت کا کراچی میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے مزار پر یوم آزادی منانے والے محبّ وطن بھائیوں کے ساتھ ناروا سلوک دیکھ کر فرنگی کے ظالمانہ دور کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ جیسے تحریک پاکستان کے وقت فرنگی حکومت میں مسلمان اپنی آزادی کی تحریک چلا رہے ہوں۔ پاکستان زندہ باد کے نعروں کو بند کرنے کے لئے حکومت نے عوام پر لاٹھی چارج کروایا۔ لگتا ہے پرویز حکومت لوگوں کا جذبہ حب الوطنی دیکھ کر بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئی اور اپنے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبانے کے لئے انتقاماً ایسا کیا۔

محبّ وطن پاکستانیوں نے یہ دن ہر صورت منانا ہی تھا اور انشاءاللہ تا قیامت مناتے رہیں گے۔ کیونکہ یہ ملک قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں عوام کی بے مثال قربانیوں سے بنا تھا اور اس ملک کو عوام اور قائداعظم کے حقیقی سیاسی وارث پروان چڑھائیں گے۔ یہ ملک کسی ڈکٹیٹر یا آمر نے نہیں بنایا بلکہ آمریت نے تو اس ملک کے نازک وجود کو ہمیشہ ناقابل تلافی نقصان پہنچایا بلکہ اس پاک سرزمین کو اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے

چور چور کر دیا۔ آمروں نے اس ملک کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا اور آج بھی اسی نقش قدم پر چل کر ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ آج ایک شخص تنہا کھڑا اپنی خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ملک اور قوم سے کھیل رہا ہے۔

شاید ایک آمر کو 14 اگست پر لاٹھی چارج کرنے کا خیال اس لئے آیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ نے ایک سابق آمر کے چہرے پر اوڑھا ہوا حب الوطنی اور شرافت کا نقاب اٹھا کر اس کو ظاہر کر دیا اور 28 سال بعد قوم کو ان آمروں کا اصلی چہرہ دکھایا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت 28 سال تک ان آمروں نے عوام کی نظروں سے پس پشت رکھا۔ اگر یہ رپورٹ وقت پر شائع ہو جاتی تو 1971ء کے بعد اس ملک کو کبھی بھی آمریت کے سیاہ دور سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ آمریت نے ہمیشہ ملک کی ترقی کو روکا، عدالتی نظام کو مفلوج کیا اور اسلامی قانون کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ ڈالی اور پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر تنہا کیا۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بدکردار لوگوں کے ہاتھوں میں جب بھی پاکستان کی باگ ڈور آئی سب سے پہلے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو نقصان پہنچا۔ پھر آمریت میں شامل ہنود و یہود کی فکر کا حامل گروہ ملک کو نظام مصطفیٰ ﷺ سے ایک طے شدہ ایجنڈا کے تحت بہت دور لے گیا۔

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جب 313 صحابہ نبی پاک ﷺ کی کمانڈ میں بدر کے مقام پر کفار کے مقابلہ میں اترے تو حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں فتح و نصرت کے لئے اٹھ گئے۔ اس جنگ میں نہ صرف 313 کو فتح ہوئی بلکہ کفار کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جن مسلمان لشکروں کے کمانڈر اللہ کے ہاں عاجزی و انکساری سے رجوع کرتے ہیں، خدا رہتی دنیا تک ان کی غیبی مدد کرتا ہے۔ مگر جس گروہ کے کمانڈر رات کی تاریکی میں میدان جنگ میں بنائے ہوئے بنکرز میں بیٹھ کر اللہ کی یاد سے غافل ہو کر تمام رات عیش و عشرت کی محفلیں سجائیں تو ایسے کمانڈروں کے لئے اللہ کے ہاں ذلت آمیز

شکست کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ آج 28 سال بعد قوم مطالبہ کرتی ہے کہ ان غداران اسلام کی بوسیدہ ہڈیوں کو ان کی قبروں سے نکال کر باہر پھینک دو۔ کیونکہ ان کی مدہوشی اور غفلت کے نتیجہ میں ہمارے ماتھے پر ذلت آمیز شکست کا دھبہ لگا ہوا ہے۔ تاریخ کا سب سے بڑا مذاق یہ ہے کہ جس شخص نے میدان جنگ میں پیٹھ پھیر کر سلطنت خداداد پاکستان کو دو لخت کروایا اسے اپنے ملک کے عظیم پرچم میں لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ یہ اپنی اسلامی روایات کی خلاف ورزی نہیں تو اور کیا ہے۔ سقوط ڈھاکہ کے ذمہ دار لوگوں کا وجود یا ان کا تابوت اس پاک دھرتی پر نا قابل برداشت بوجھ ہے۔

حمود الرحمٰن کمیشن نے سقوط ڈھاکہ کا لہوان عاقبت نا اندیش لوگوں کے ہاتھوں پر تلاش کر لیا تھا۔ مگر قوم کو دھوکہ دے کر اس رپورٹ کو منظر عام پر نہ آنے دیا گیا۔ ایسے بدکار اور میدان جنگ میں مدہوش لوگوں پر سوچی سمجھی سازش کے تحت پردہ ڈالا گیا۔ مطبوعہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے کردار کا اصل چہرہ بے نقاب کرنے کی کسی نے کوشش ہی نہیں کی تھی۔ یہ لوگ اسلام کی تعلیمات سے کتنے دور تھے۔ بزدل دشمن کے آگے ہتھیار ڈال کر وطن عزیز کا ایک بازو تن سے جدا کر دیا گیا اور اب کشمیر کو بغیر ہتھیار اٹھائے دشمن کی جھولی میں ڈالنے کی ناپاک سازش کی جا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا کرنے والے اس سازش میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ (انشاء اللہ) میں خود ساختہ چیف ایگزیکٹو کو خبردار کر رہی ہوں کہ پاکستان کے عوام کسی بھی ایسی کوشش کو قبول نہیں کریں گے جو قومی مفاد کے خلاف ہو اور اصولوں پر سودے بازی کہلائے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ دورہ امریکہ کے موقع پر وقت کے آمر سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے کوئی خفیہ معاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس پر ایک نہیں سو بار غور کر لیں، ملک کے عوام ہی نہیں دلیر پاک فوج بھی ان کا ساتھ نہیں دے گی اور اگر ایسا کوئی خفیہ معاہدہ کیا گیا تو پاکستانی قوم اسے قبول کرے گی اور نہ ہی اس کی پاسداری اس پر لازم ہو گی۔

سقوط ڈھاکہ سے تو پردہ اٹھ ہی گیا، وقت قریب آ گیا ہے کہ کارگل سازش اور جہاد

کشمیر سے غداری کرنے والوں کے چہروں سے بھی بہت جلد پردہ اٹھ جائے گا۔ اب قوم کسی کمیشن کی رپورٹ کا انتظار کے بغیر ہی اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ یہ سازشیں پاکستان کے خلاف کس ملک میں تیار ہوتی ہیں اور کن کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچتی ہیں۔

میں شہدائے اسلام، شہدائے پاکستان کی روحوں کو سلام پیش کرتی ہوں اور آج اس فورم سے اعلان کرتی ہوں کہ میں 1971ء کی جنگ کے ہیرو میجر محمد اکرم شہید نشان حیدر کا جسد خاکی بنگلہ دیش سے لا کر 14 کروڑ عوام کی سلامی کے ساتھ پاکستانی پرچم میں لپیٹ کر ان کے آبائی گاؤں میں سپرد خاک کروں گی اور اس سپوت کو خراج عقیدت پیش کروں گی جس نے ہلی محاذ پر دشمن کے دانت کھٹے کیے اور اپنی جرأت و بہادری کا لوہا منوایا۔ حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ میں بھی اس سپوت کی قربانی کے صلہ میں ملنے والی فتح کو سنہری الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ ایسے محب وطن جاں نثاروں پر قوم ناز کرتی ہے، ان کے مزارات پر آج بھی اللہ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ میں 6 ستمبر کو پاک دھرتی پر جان دینے والے اپنے فوجی بھائیوں کے مزارات پر حاضری دوں گی اور اسیر وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی جانب سے پھولوں کی چادریں چڑھاؤں گی اور ساری قوم کے ساتھ اس عزم کا اعادہ کروں گی کہ جس وطن کی سالمیت اور استحکام کے لئے میرے ان عظیم بزرگوں اور سپوتوں نے جام شہادت نوش کیا تھا اس وطن کی حفاظت کے لئے کسی بھی بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ظلم اور جبر سے مسلم لیگ کے لیڈروں اور کارکنوں پر رات کے اندھیروں میں تشدد کر کے انہیں اپنی منزل سے روکا جا سکتا ہے تو یہ ان کی بھول ہے۔ ہم ہر بڑی قربانی دے کر پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا تحفظ کریں گے۔

یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک شکست خوردہ جنرل کو بغیر کسی سزا کے ملک کے مختلف ریسٹ ہاؤسوں میں پناہ دیئے رکھی اور جب مرا تو قومی اعزاز کے ساتھ دفنایا گیا۔ ڈھاکہ میوزیم میں جنرل نیازی کے پسٹل کے نیچے جو جنرل اروڑہ کو پیش کر کے ہتھیار پھینکنے کی علامت بنایا گیا تھا، لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر دل میں ٹیس اٹھتی ہے کہ یہ وہ میدان ہے جس

میں ہماری سب سے بڑی ذلت آمیز شکست کا جنازہ اٹھا تھا۔ کاش اس میوزیم میں یہ لکھا ہوتا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جنرل نیازی آخری گولی تک لڑتا ہوا ملک پر قربان ہو گیا۔ تاریخ کی سب سے بڑی اس شکست کے بدنما دھبے کو مٹانے کے لئے جب نواز شریف نے جہاد کشمیر کے اندر قدم بڑھایا اور ایٹمی دھماکے کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تو وہ مجاہد اسلام پہلے تو کارگل سازش کا شکار ہوا اور پھر 12 اکتوبر کی ''پاکستان کمزور کرو'' سازش سے دوچار ہو کر آج پاکستان کو حقیقی اسلامی ملک بنانے کے عزم کے ''جرم'' میں پابند سلاسل ہے۔

ملک پر ہمیشہ وہ نثار ہوتے ہیں جن کا شہادت کے بعد کی ابدی اور پر لطف زندگی پر ایمان ہوتا ہے۔ کیا یہ ملک آمروں کی عیاشی اور من مانی کے لئے معرض وجود میں آیا تھا؟ اس طرح کے شکست خوردہ ذہن آج تک اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

شہداء کے بچے تو فوجی فاؤنڈیشن کے وظائف پر زندگی گزاریں مگر 20 ہزار تنخواہ لینے والے ریٹائرڈ جنرل کا بیٹا یورپ میں زندگی گزارے۔ واہ احتساب کرنے والو! لگتا ہے انصاف صرف محشر پر موقوف ہے۔ جو سیاستدان سزا یافتہ ہو وہ تو کسی عہدے کے حق سے محروم ہو جائے مگر ملک سے غداری کا مجرم ٹھہرایا جانے والا اور پاک فوج سے سزا یافتہ فاروق آدم آج حکومت میں چیف پراسیکیوٹر بنا بیٹھا ہے۔ جس نے محب وطن لوگوں کو سزائیں دلوانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ قوم یہ سوال حکومت کے ترجمان خاص سے پوچھ رہی ہے۔ آج کل حکومت اور حکومت کے ترجمان کی حمود الرحمٰن کمیشن پر معنی خیز خاموشی 14 کروڑ عوام کو ورطہ حیرت میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ اگر یہ رپورٹ صحیح نہیں تو حکومت کو اس کی تردید کرنی چاہیے تھی اور اصل رپورٹ شائع کرنی چاہیے۔

بے روزگاری اور مہنگائی کے ہاتھوں عوام کے لئے جینا مشکل ہو گیا ہے۔ پاکستانی روپے کی قیمت روز بروز گر رہی ہے۔ آٹے، چینی اور دال کی قیمتوں میں اضافے اور یوٹیلٹی بلوں کی بھاری رقوم کی وجہ سے آئے دن خودسوزیوں میں اضافہ ہو رہا ہے، فاقہ کشی گھر گھر

کی دہلیز پر آ پہنچی ہے۔ مگر چیف ایگزیکٹو صاحب آمریت کے عطا کیے ہوئے اور عوام کے مسترد کیے ہوئے بوسیدہ نظام کو ری کنڈیشن کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

جنرل نقوی صاحب! ملک پرانی فائلوں پر چھاپے لگا کر نہیں چلائے جا سکتے۔ قوموں کی تقدیر بدلنے کے لئے جامع اور ٹھوس پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ 14 کروڑ عوام اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور 12 اکتوبر سے اب تک مایوسی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ وقت قریب ہے جب عوام سڑکوں پر آ کر حکومت وقت سے اپنا حق مانگیں گے جس کا سامنا کرنا حکومت کے لئے پھر مشکل ہوگا۔

میں تمام اسیران جمہوریت کو سلام پیش کرتی ہوں کہ وہ کوٹ لکھپت کی جیل اور حکومت کے ٹارچر سیلوں میں حق کی آواز بلند کرنے کے جرم میں اپنے ہی ملک میں ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنے ہیں۔ میری بہن تہمینہ کا کوٹ لکھپت جیل میں آمریت کے چہرے پر لگایا گیا طمانچہ اس کی حب الوطنی اور فروغ جمہوریت پر مکمل اعتماد کی دلیل ہے۔ کیا یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ان کو ان کی حب الوطنی کے ”جرم“ میں لگائی جا رہی ہیں؟ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں تو سقوط ڈھاکہ کے مجرموں کا حق ہے۔ کیا 12 اکتوبر کا شبخون کسی کمیشن کی رپورٹ سے بچنے کے لئے مارا گیا تھا؟ ایک دن تو حقائق سامنے آئیں گے۔ تاریخ اور مورخ کسی کو معاف نہیں کیا کرتے اور جنہیں تاریخ معاف نہ کرے انہیں آئندہ آنے والی نسلیں بھی معاف نہیں کرتیں بلکہ وہ انتقام قدرت سے بھی بچ نہیں پاتے۔

حال ہی میں ماڈل ٹاؤن تھانہ کے اندر محبان وطن، اسیران جمہوریت مخدوم جاوید ہاشمی، تہمینہ دولتانہ، خواجہ سعد رفیق، خواجہ احمد حسان اور ڈپٹی میئر آفتاب اصغر ڈار جو اپنی خاندانی تاریخ کے حوالے سے دو قومی نظریہ، پاکستان کے اندر اسلامی نظام اور اس ملک میں حقیقی اور سچی جمہوریت کے فروغ کی کوششوں میں کسی سے کم نہیں ہیں، رات کے وقت ان پر بے انتہا ظلم و تشدد کیا گیا جس سے پورے تھانہ میں سوئے ہوئے پولیس والے بھی لرز اٹھے۔ یہ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں انوکھا واقعہ ہے کہ دفعہ 188 کے تحت پانچ روزہ

جسمانی ریمانڈ کو ہتھیار بنا کر انصاف اور اعلیٰ عدالتوں کا مذاق اڑایا گیا۔ جن لوگوں نے رات کے اندھیرے میں ان محبان وطن کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ظلم وتشدد کیا، لگتا ہے کہ یہ ٹریننگ انہوں نے شاید 1971ء کے بعد دشمن ملک بھارت کے ٹارچر سیلوں سے حاصل کی تھی جو اپنے بھائیوں پر آزمائی جا رہی تھی۔ خدا کے لئے ریٹائرڈ جنرل صاحب! اپنے رفقائے خاص کے ذریعہ نفرت کا وہ بیج نہ بوئیں جو پہلے مشرقی پاکستان میں ایک تنا آور درخت بنا جس کی وجہ سے ذلت کا داغ آج بھی ہمارے ماتھے پر ہے۔

میں حکومت وقت سے پوچھ رہی ہوں، کیا یہ نفرتوں کو پروان چڑھانے کا وہ پرانا ایجنڈا نہیں جس پر 71ء میں یحییٰ خان کے ذریعہ اور آج آپ کے ذریعہ ملک کی سرحدوں کو کمزور کیا جا رہا ہے۔

12 اکتوبر کو آپ نے اسلام آباد کو تو فتح کر لیا مگر پاکستان میں اسلام کو کمزور کرنے کی سازش میں آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور اب پہلے کی طرح قوم اور فوج ایک ہو چکی ہے۔ 14 کروڑ عوام کے قائد میاں نواز شریف، قائداعظم کے اسی مشن کی تکمیل کے لئے سرگرم تھے اور وہ وقت قریب تھا جب پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی، فلاحی، جمہوری مملکت کے طور پر دنیا میں ایک نمونہ عمل بن کر ابھرتا، کہ ایک منصوبے اور سازش کے تحت ملک کی ترقی کی راہ میں قید و بند کی دیوار کھڑی کر دی گئی۔ لیکن ایسا نہیں ہوگا اور یہ دیوار بہت جلد گر جائے گی اور آپ کا قائد آپ کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگا۔ انشاءاللہ“۔

”پاکستان پائندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد“

(خطاب: 3 ستمبر، 2000ء)

میں نے جنگ ستمبر 1965ء میں وطن کے عظیم فوجی شہیدوں کو سلام پیش کرنے کے لئے پاک بھارت سرحد لاہور پر قائم گنج شہیداں کا دورہ کیا اور وہاں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر کے کشمیری مجاہدین کے خون کا سودا کرنے پر پرویز حکومت کو للکارتے ہوئے یہ وارننگ دی کہ قوم ایسا ہرگز نہیں ہونے دے گی بلکہ سارا عالم اسلام اور نظریہ پاکستان کی محافظ، دلیر اور فرض شناس افواج پاکستان بھی ایسا ہرگز نہ ہونے دیں گی۔ قادیانی وزیروں کی اشتعال انگیزیاں 1953ء کی تحریک کی طرح کوئی نئی قومی تحریک کو جنم دے سکتی ہیں۔

گلشن قائد کے تحفظ کا عہد

''ستمبر 65ء کی جنگ میں اس پاک دھرتی پر جانیں نثار کرنے والوں کے مزارات اور یادگاروں پر جانے اوران کی روحوں کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کا موقع ملا۔ وہاں پہنچ کر دلی سکون اور راحت نصیب ہوئی۔ جس ملک کو'' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ'' کے نام پر حاصل کیا تھا اس پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والوں کا جذبہ آج بھی اسی طرح زندہ و تابندہ ہے۔ شہداء کو سلام پیش کرتے ہوئے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ہماری آمد سے باخبر ہیں اور ہمارے تحفظ پاکستان کے عہد کو داد دے اور تائید کر رہے ہیں۔ ہم ان کی عظمت کو کیوں نہ سلام کریں، کیوں نہ ان کے مشن کو آگے لے کر چلیں، وہ خود تو ہمارے شعور سے دور ہیں مگر ان کی قربانیاں تو آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ اور مشعل راہ ہیں۔ وہ شہید ہو گئے اور رہتی دنیا تک اس خطے کے مسلمانوں کو تحفظ، آزادی اور جذبہ جہاد کا سبق سکھا گئے۔ جو اللہ کی راہ میں لڑے اور شہید ہوئے وہ مرے نہیں زندہ ہیں۔

ملک پاکستان جس کی بنیاد ہی دو قومی نظریہ یعنی دین اسلام ہے، شہداء کے خون کا ثمر ہے اور اس ملک کے سپوت ہونے کے ناطے ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ اس کی سلامتی، استحکام اور اسلام کی سربلندی کے لئے تحریک پاکستان والے جذبہ کے ساتھ دن رات ایک کر کے وطن کی سربلندی اور نفاذ شریعت کے لئے جدوجہد کریں۔ 6 ستمبر کا دن میں نے اپنے کارکنوں کے ساتھ پرعزم اور تجدید عہد کے ساتھ گزارا، شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مزار پر حاضری دی، میجر شبیر شریف شہید نشان حیدر کے مزار پر کاروان تحفظ

پاکستان نے اختتامی دعا کی اور وطن کے اس عظیم سپوت کی عظمت کو سلام پیش کیا۔ مگر 7 ستمبر کو جب صبح کے اخبارات پر نظر پڑی تو دل خون کے آنسو رونے لگا کہ جن شہداء کو ہم نے خراج تحسین پیش کیا، جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر، اپنے سے کئی گنا بھاری دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنی عسکری طاقت کا لوہا منوایا، جن کی قربانیوں سے افواج پاکستان کا وقار بلند ہوا، یقیناً وہ ہستیاں بھی ضرور رنجیدہ ہوئی ہوں گی کہ جو کچھ ہم نے اسلام کی سربلندی اور سالمیت پاکستان کے لئے کیا تھا، 12 اکتوبر 1999ء سے ایک ریٹائرڈ جنرل ہماری ان قربانیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے غیر مسلموں کے اشارے پر ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہا ہے بلکہ اب وہ اس خطے میں اسلام اور جہاد کے لئے خطرہ بن گیا ہے۔ جن سپوتوں نے بھارت سے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ان کی روحیں آج اس حکومت سے کیونکر خوش ہوں کیونکہ یہ حکومت تو ہمارے ازلی دشمن بھارت کو کبھی پسندیدہ ترین قوم قرار دے رہی ہے اور کبھی اشارۃً اس کے سامنے گھٹنے ٹیک رہی ہے۔ تاریخ کا عجیب تماشہ ہے، کہیں دو قومی نظریہ کا مذاق اڑا جا رہا ہے اور کہیں سیکولر سٹیٹ بنانے کے ناپاک خواب دیکھے جا رہے ہیں، کہیں جہاد کشمیر پر اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے سودا بازی ہو رہی ہے اور کہیں اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی طاقت پاکستان کو سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے اشارے دیئے جا رہے ہیں اور کہیں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے قرضے حاصل کرنے کے لئے اپنے ملکی وقار اور اس کی سالمیت کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔

میں 7 ستمبر کے اخبارات کے حوالے سے بات کر رہی تھی کہ اس صدی کا سقوط ڈھاکہ سے بھی بڑا سانحہ یہ ہے کہ جس ملک کی بنیاد حب رسول ﷺ اور جذبہ جہاد پر ہے، اس کے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور ''ڈاکٹر محمود احمد غازی'' کا 7 ستمبر کو شرمناک بیان پڑھ کر سر شرم سے جھک گیا، جسم کانپنے لگا کہ خود ساختہ حکومت کا ایک اسلام دشمن وزیر قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر پاس شدہ قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر کھلے عام حملہ آور ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا ایک جذباتی فیصلہ تھا۔ کیا یہ توہین رسالت ﷺ نہیں ہے؟

میں پوچھتی ہوں کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعلان جہاد کے بارے میں اس حکومت کا عقیدہ کیا ہے؟ مرتد کو مرتد کہنا اور اس کے خلاف جہاد کرنے کا حکم آج سے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں پر فرض ہے، میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے 14 کروڑ عوام سے سوال کرتی ہوں کہ ایسا بیان دینے کے پیچھے موجودہ حکومت کے کون سے ناپاک عزائم مضمر ہیں۔ آئے دن یہ حکومت ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہو کر عوام کے جذبات کا امتحان لیتی ہے۔ مگر اللہ کے فضل وکرم سے انہیں کوئی موقع نہیں ملے گا کہ جس ناپاک ارادے کو بزعم خویش یہ لے کر آئے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ 14 کروڑ عوام اب اپنے علماء سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے خیالات رکھنے والے شخص کے بارے میں اپنی رائے دیں۔

منسٹر صاحب! اخباری تردید سے کام نہیں چلے گا۔ کیا 12 اکتوبر کو شبخون اس لئے مارا گیا تھا کہ اسلام کے نفاذ کو روک کر غیر مسلموں کو ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکیک حملے کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے؟ این جی اوز کی بنائی ہوئی حکومت ناحق، ناروا بلکہ سراسر بلا جواز وضرورت اشتعال دلا کر ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ 1953ء والی قومی تحریک کو دہرایا جائے۔ اب حضرت مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے لاکھوں عقیدت منداور شاگرد آج بھی تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اس غیر اسلامی ذہن رکھنے والی حکومت کے ہاتھوں ایک بار نہیں ہزار بار پھانسی کی سزا پانے کو تیار ہیں۔

مذہبی امور کے وزیر نے دین اسلام اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنی کم علمی کا ثبوت دے ہی دیا ہے تو اب ہمیں بھی اس این جی او کی تلاش کرنا ہوگی جس کی سفارش پر وہ وزارت مذہبی امور کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ وزیر صاحب کا ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اخباری بیان ان کے عقیدہ تحفظ ختم نبوت کو واضح کر گیا ہے۔ غازی صاحب! اب تمہاری غذا مشکوک ہوگئی ہے۔ ذہن میں ہزاروں سوال اٹھتے ہیں، اب تمہیں پی سی او میں شامل

اسلامی دفعات کے تحت دوبارہ حلف اٹھانا پڑے گا، مرتد کو مرتد کہنا پڑے گا، میں تمہارے عقیدے کو درست کرنے کے لئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب موسومہ (قادیانی مسئلہ) بھیج رہی ہوں اور اس کتاب میں موجود مولانا مودودی صاحب کا عدالت کے اندر ایمان افروز بیان شاید تمہیں راہ راست پر لے آئے۔ کیونکہ اب عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے تمہاری شخصیت متنازعہ بن گئی ہے۔ تمہارے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ سے 12 اکتوبر کے فوجی نہیں بلکہ قادیانی انقلاب کی تائید ہوتی ہے اور تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ 12 اکتوبر کی سازش کے پیچھے کیا عزائم کارفرما تھے۔ آج پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح کس قدر کرب میں مبتلا ہو گی کہ تحفظ ختم نبوت کا جو مشن انہیں گنبد خضریٰ سے (بذریعہ حاجی امداد حسین مہاجر مکی) سونپا گیا تھا اور جس کو انہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا آج اس تحفظ ختم نبوت پر حکومت پہلے 12 اکتوبر کو پاکستان کے آئین کو ختم کر کے اور اب اپنی کابینہ کے مذہبی امور کے وزیر سے بیان دلوا کر براہ راست حملہ آور ہے۔ خود ساختہ چیف ایگزیکٹو کے مغربی ممالک کے دورے کے دوران یہ بیان اس لئے دلوایا گیا تھا کہ یہ تاثر دیا جائے کہ یہ حکومت اسلامی نظریاتی حکومت نہیں اور اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ میں مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے درازی عمر کی دعا کرتی ہوں۔ اگر یہ ہستیاں تحفظ ختم نبوت پر مر مٹنے کا عزم لئے ہوئے ہم میں موجود ہیں تو انشاء اللہ ہم کبھی غیر مسلموں کے ارادوں کو اس پاک سرزمین میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

ریٹائرڈ اور متنازعہ جنرل اپنی سیکورٹی کے پیش نظر عام پرواز پر امریکہ جا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ قوم یہ جاننا چاہتی ہے کہ جنرل صاحب! آج کی پانچ منٹ کی بے معنیٰ اور بے سود تقریر اس ملک کے خزانہ پر کتنے کروڑ کا بوجھ بنی ہے اور جسے نفرت کی بنا پر پاکستان کی اکثریت نے دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ اور جس جنرل اسمبلی کے ہال میں آپ خطاب فرما رہے تھے، آپ کی محبت کے اظہار میں خالی کرسیوں اور جنرل اسمبلی کے اسٹاف کے علاوہ کسی بھی جمہوری ملک کے سربراہ نے اس

کو سننے کے لئے اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیا۔ جنرل اسمبلی کے باہر محبان جمہوریت کا نفرت بھرا جذبہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا اور جنرل اسمبلی میں بھارت کے رویہ کو جاننے کے باوجود کہ وہ کسی بھی مرحلے پر آپ کی خود ساختہ حکومت سے مذاکرات کرنے کو تیار نہیں تھا اور اپنے اٹوٹ انگ کو دہرا رہا تھا، آپ نے بھارت کو جنگ نہ کرنے اور اپنی فوجیں کم کرنے کی پیش کش کردی اور ساتھ ہی مذاکرات کی دعوت بھی دے دی۔ مگر بھارتی وزیر اعظم نے آپ کی درخواست کے باوجود بغیر فائل دیکھے آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ اس موقع پر پوری قوم کا سر شرم سے جھک گیا، چاہیے تو یہ تھا کہ آپ کشمیری مجاہدین کی تحریک آزادی کی بھرپور حمایت کا اعلان کرتے اور بھارت کو یہ باور کراتے کہ پاکستان اپنے مسلمان بھائیوں کی اخلاقی، سیاسی امداد کرتا رہے گا۔ مجھے یاد ہے کہ 1998ء میں پاکستان کے منتخب وزیر اعظم محمد نواز شریف نے اسی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بھارت کو للکارا اور یہ اعلان کیا کہ کشمیر کی آزادی تک جنگ جاری رہے گی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بھارتی وزیر اعظم نے ملاقات کے دوران پہلی بار مسئلہ کشمیر پر بات کرنے کے لئے ورکنگ گروپ بنانے کا اعلان کیا اور آج وہی واجپائی کشمیری مجاہدین کی تحریک کو مذہبی دہشت گردی کا نام دے کر اس کی مخالفت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ ہمارے ریٹائرڈ جنرل استقبالیہ لابی میں سر راہ دو دو منٹ کی ملاقاتوں کو اپنی سفارتی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ امریکہ کی جانب سے سی ٹی بی ٹی اور کشمیر کے بارے میں جو خفیہ معاہدوں کے اشارے ملے ہیں، میں اس پر سے جلد پردہ اٹھاؤں گی۔ میں اپنی پاک فوج کو یہ بتا رہی ہوں کہ وہ امریکہ نژاد قادیانی منصور اعجاز کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیں اور مسئلہ کشمیر کے حوالہ سے وہ جو خفیہ معاہدہ کروانے کی کوشش کر رہا ہے اسے قوم اور فوج کسی صورت منظور نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس ملک کی اندرونی اور بیرونی سالمیت اور استحکام کا فریضہ عوام اور فوج نے ادا کرنا ہے۔ ریٹائرڈ جنرل کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بھارتی وزیر اعظم کے غیر مناسب رویے کا موثر طور پر جواب دیتے، لیکن ان کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے بھارت سے مذاکرات کی بھیک کے عوض پاکستان کی

ایٹمی اور میزائل ٹیکنالوجی ختم کرنے کی پیش کش کر دی ہے۔ میں پرویز حکومت سے سوال کرتی ہوں کہ انہیں یہ پیشکش کرنے کا اختیار اور حق کس نے دیا ہے؟ پاکستان نہ صرف ایک ملک بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے باعث فخر ایٹمی قوت ہے۔ اب یہ فرد واحد اس ایٹمی طاقت کو جسے لاکھوں جتن کر کے ہم نے حاصل کیا اسے صرف بھارت سے بے سود مذاکرات کے عوض ختم کرنے پر آمادہ ہے۔ خود ساختہ ریٹائرڈ جنرل کان کھول کر سن لو! کہ اس ملک کے عوام اور فوج تمہاری من مانیوں کو قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی تمہیں ایسا کرنے دیں گے۔ اب فرد واحد کے فیصلے قوم اور فوج ماننے کو تیار نہیں۔

مجلس تحفظ پاکستان نے نچلی سطح سے اوپر کی سطح تک موجودہ حکومت کی سرگرمیوں پر گہری نظر رکھنے کے لئے محب وطن، باصلاحیت، مخلص اور دیانتدار افراد پر مشتمل ضلع سے مرکز کی سطح تک تحریک تحفظ پاکستان مانیٹرنگ سیل قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو اس حکومت کی بدعنوانیوں، بے قاعدگیوں اور بے ضابطگیوں کو مانیٹر کر کے ہمیں باضابطہ رپورٹ دے گا اور ان افراد کی خصوصاً نشاندہی کی جائے گی جن کی سفارش پر قادیانیوں کو اہم عہدوں پر تعینات کیا جا رہا ہے۔ ہم انہیں مجلس کے فورم سے بے نقاب کریں گے۔ اور جو شخص بھی حکومتی کرپشن کے بارے میں اس سیل (CELL) کو مطلع کرے گا اس کے نام کو نہ صرف صیغہ راز میں رکھا جائے گا بلکہ مجلس اس کے مکمل تحفظ کی ضمانت بھی دے گی۔

حکومت کی پالیسیوں کا یہ حال ہے کہ عوام پر بجلی، آسمانی بجلی بن کر ٹوٹی ہے اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ پٹرول کی قیمتوں میں بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس سے ہر چیز مہنگی ہو جائے گی اور ایسا لگتا ہے کہ موجودہ حکمران ”غربت مکاؤ کی بجائے غریب مکاؤ“ پروگرام پر عمل کر رہے ہیں۔ خدا کے لئے اس قوم پر رحم کریں اور جتنا جلدی ہو واپس چلے جائیں“۔

(خطاب: 10 ستمبر، 2000ء)

میں نے پورے عزم، حوصلے اور استقلال کے ساتھ اپنی تقریروں میں اس بات کو تسلسل کے ساتھ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ قومی جرم اور خیانت پر کبھی کسی کو ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ ذاتی جرم اور زیادتی کو اسلام کے جذبہ ترحم کے تحت معاف کیا جا سکتا ہے۔ سقوط ڈھاکہ ایک اجتماعی قومی جرم ہے، اسی طرح کارگل، دراس اور بٹالک سیکٹر کی اصل حقیقت کو چھپانا بھی ایک قومی جرم ہے جسے بالکل معاف نہیں کیا جا سکتا۔ 1857ء کی تحریک آزادی اور 1940ء کی تحریک پاکستان کے مقاصد کی ہم آہنگی کو ختم کرنا، قادیانی سازش اور یہود و ہنود کی پالیسی کا حصہ ہے۔ اس حوالے سے میں نے یہ کہا۔

اسلام، افواج پاکستان اور
میاں محمد نواز شریف لازم وملزوم

"ہمارے خود ساختہ چیف ایگزیکٹو صاحب بڑی دھوم دھام سے جنرل اسمبلی میں خطاب کرنے گئے اور جنرل اسمبلی میں ان کو جمہوری حکومتوں کی طرف سے جو پذیرائی ملی اس سے پوری قوم کا سر شرم سے جھک گیا اور وہاں سے ان کا ایک بیان جاری کیا گیا کہ کشمیر کے پہاڑوں پر آزاد ریاست نہیں بن سکتی۔ میں جنرل صاحب کو بتاتی ہوں کہ پہاڑ ہوں یا میدان، صحرا ہوں یا دریا ہمیں تو حکم اذاں، لا الہ الا اللہ ہے۔ جنرل صاحب کے اخباری بیان سے لگتا ہے کہ کشمیر پر مکمل سودے بازی ہو چکی ہے۔ آج شہدائے کارگل کا خون اس سازشی حکومت سے پوچھ رہا ہے کہ تم نے غیر مسلموں کے اشارے کو عملی جامہ پہنانا تھا تو پھر کارگل میں اپنے آٹھ سو سے زائد اسلام کے شیدائیوں کا خون کس لئے کروایا؟ جنرل اسمبلی میں چیف ایگزیکٹو کی تقریر اور کم فہمی کی بنا پر ملک نہ صرف اس خطے میں بلکہ پوری دنیا میں حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی کی وجہ سے تنہا ہو رہا ہے۔ مسلم ملک بنگلہ دیش کی وزیر اعظم نے خود ساختہ، نام نہاد چیف ایگزیکٹو کے 12 اکتوبر 1999ء کے غیر جمہوری اقدام اور ملکی آئین کو ختم کرنے کی مذمت کی ہے، دوسری طرف دشمن بھارت نے نام نہاد چیف ایگزیکٹو کی عاجزانہ پیشکش کو ٹھکرا کر دنیا کے جمہوری ملکوں کو یہ باور کرایا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر عزت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو عوام کے حقیقی نمائندے ہوں اور وہ شبخون کے نتیجہ میں بننے والی کسی حکومت کے سربراہ نہیں ہوتے۔ تمہاری ہر التجا پر

بھارت کے منفی جواب سے پوری قوم کو پشیماں ہونا پڑا۔ یہ وہی بھارتی وزیراعظم ہے جو ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان پیدل آنے پر تیار تھا۔ وہ بھی وقت تھا جب بھارتی وزیر اعظم نے لاہور میں مینار پاکستان کے سائے تلے پاکستان کے وجود کو تسلیم کیا اور مسئلہ کشمیر پر بات کرنے کو تیار رہا۔ یہ وہ تاریخی واقعہ ہے جس سے پاکستانی عوام کے سر فخر سے بلند ہو گئے اور بھارتی وزیراعظم یہ جانتا تھا کہ نواز شریف ہی وہ شخص ہے جو سقوط ڈھاکہ کی شکست کا بدلہ بزور شمشیر کشمیر میں لے کر رہے گا۔ ریٹائرڈ جنرل! عالم اسلام کی بہادر پاک فوج کے وقار سے نہ کھیلو کیونکہ اس پاک فوج کا وقار اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وقار کے ساتھ مشروط ہے، پاکستانی عوام اور پاک فوج اب آپ کے راستے میں دیوار بن چکے ہیں اور بہت جلد تمہیں اپنی من مانیوں میں رکاوٹ محسوس ہو گی۔ ہم کسی کا برا نہیں چاہتے مگر تاریخ گواہ ہے جس نے بھی پاکستان کا برا چاہا، انتقام قدرت سے نہ بچ سکا۔ میں جو کہہ رہی ہوں وہ حقیقت ہے اور حقیقت کے پس منظر میں تقدیر الٰہی اپنی حقیقت لئے ہوئے ہوتی ہے، اس حقیقت کو ہی مکافات عمل کہتے ہیں۔

برصغیر میں ایک ظلم وستم کی طویل اور سیاہ رات ڈھل گئی اور 1947ء کو اس خطے میں اسلام کی سربلندی کے لئے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو آزادی کی نعمت حاصل ہوئی، ظلم وستم کی اس سیاہ رات کی درد بھری کہانی آج بھی لاکھوں اپنے پہلو میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ قائداعظم کی پرخلوص قیادت کا ثمر اور علامہ اقبال کی فکر کی بدولت یہ ملک ہنود و یہود کے چنگل سے نکل کر آزاد ہوا۔ مسلمانوں کے الگ اور آزاد ملک بننے سے اس خطے میں اسلام کی سربلندی یقینی ہو گئی تھی، انگریز برصغیر میں عارضی طور پر غداروں کے ساتھ مل کر ملک پر قابض تو ہو گیا تھا، مگر اس کا اصل مقصد برصغیر میں اسلام کے جذبہ ایمانی کو ختم کرنا تھا، لیکن برصغیر کے اولیاء اور صوفیا کرام کی اس پاک سرزمین پر اسلام کے لئے دن رات محنت اور تبلیغ کے سامنے انگریز اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ اولیاء اللہ کا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سچا عشق ہی تھا کہ ہر جگہ خدا نے ان کی غیبی مدد کی۔ انگریز نے کہیں مساجد اور تبلیغی مراکز کو کمزور کیا اور کہیں علمائے کرام کی تذلیل و توہین کی اور کہیں بھائی کو بھائی سے لڑانے کی کوشش کی اور آخری حربے کے طور پر ہندوستان کے ایک گاؤں قادیان میں اس نے اپنے وظیفہ خوار ایک شخص مرزا غلام احمد سے جھوٹی نبوت کا دعویٰ بھی کروا دیا۔ انگریز کا خود کاشتہ یہ پودا جو وقت کے اولیاء اور علماء کے سامنے کئی دفعہ میدان سے بھاگا، ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس جھوٹے نبی کو کئی مقامات پر جھوٹا ثابت کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کئی مرتبہ مباہلہ میں شکست کے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔ دکھ اور افسوس یہ ہے کہ آج اسی خارجی دین کی وظیفہ خور این جی او کے لوگ 12 اکتوبر 1999ء کے قادیانی انقلاب کے نتیجہ میں بننے والی حکومت کے وزیر بنے ہوئے ہیں۔ آج قادیانی ملک کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ آج میں سرفروشان اسلام کی دھرتی صوبہ سرحد میں کھڑی ہو کر یہ اعلان کرتی ہوں کہ اب گھر گھر غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ شہید پیدا کرنا ہوں گے، علماء کو اپنے فروعی اختلافات بھلا کر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے متحد ہونا ہوگا۔ آج مجھے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں کہ

"روز محشر اگر خدا پوچھے گا، بتاؤ میرے محبوب کی ختم نبوت پر جب ڈاکہ پڑا تو میرا کلمہ پڑھنے والے! تم کہاں تھے؟ تو اس وقت ہمارے پاس کیا جواب ہوگا"۔

میں یہاں اعلان کرتی ہوں کہ قادیانی نواز وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نے اگر استعفیٰ نہ دیا تو میں اسی صوبے سے اس حکومت کے خلاف تحریک چلاؤں گی۔

1857ء سے چلا ہوا اسلام کی سربلندی اور آزادی کا یہ قافلہ جب 1947ء کو اپنی منزل پر پہنچا تو کہیں بچھڑے ہوؤں کی تلاش کی جا رہی تھی، تو کہیں والدین اپنے بیٹوں کے غم میں نڈھال تھے، کہیں بھائی اپنی گم شدہ بہنوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے اور ایک خون

کا دریا تھا جس کو جوان بیٹوں کی لاشیں کندھوں پر رکھ کر عبور کیا گیا۔ یہ ایک جذبہ ایمانی تھا کہ چلو اپنے آزاد وطن چلو اور آزادی کے قافلے اس تڑپ کے ساتھ اپنی آزاد سرزمین پر پہنچے کہ یہاں اسلامی نظام اور معاشرہ قائم ہوگا، اپنی اذان ہوگی، اپنی نماز ہوگی، زندگی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق بسر ہوگی اور دنیا کی تمام اقوام کے لئے یہ اسلامی مملکت ایک ماڈل کہلائے گی۔ ابھی ہم وطن کی آرائش و تزئین میں مصروف تھے، مسائل اور مصائب پر قابو پانے کا عمل جاری تھا کہ قائداعظم جلد دنیا سے رخصت ہو گئے ان کے جانے کی وجہ سے ہمارے لئے قیادت کا مسئلہ کا بھی کھڑا ہو گیا، اچانک ایک منظم سازش کے تحت شبخون مار کر ملک پر جبراً آمریت مسلط کر دی گئی جس قوم نے بے مثال قربانیاں دے کر بیل گاڑیوں پر دشوار گزار سفر کر کے یہ ملک حاصل کیا تھا اور یہ عہد کیا تھا کہ پاکستان کو ایک مثالی مملکت بنا کر اسلام کا قلعہ بنائیں گے اور وہ ایک جذبہ اور ایمان کے ساتھ اس سفر پر رواں دواں تھے اور دشمنوں کو یہ بات کھٹک رہی تھی کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا کہیں ماہ کامل نہ بن جائے۔ پہلے آمریت کے شکنجے میں اسے جکڑا گیا اور اس کے بعد جب مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح اس ملک کو بچانے کے لئے میدان عمل میں آئیں تو دھونس دھاندلی اور بندوق کے زور پر انہیں الیکشن میں شکست دی گئی اور دشمنوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک پر حملہ کر دیا۔ جس میں ہمارے غیور فوجی جوان اور قوم دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی، لیکن اس کے بعد بقول مادر ملت میدان میں جیتی ہوئی جنگ تاشقند میں میز پر ہار دی، اس کے بعد سازشیں جنم لیتی رہیں کہ ایک آمر کے جانے کے بعد دوسرا فوجی ڈکٹیٹر برسر اقتدار آیا جس نے عام انتخابات کے باوجود جمہوری روایات کا احترام نہ کیا اور بات پھر وہاں جا پہنچی کہ ایک رات اچانک یہ روح فرسا اعلان قوم پر قیامت بن کر ٹوٹا کہ اے آزادی کے پروانو! تمہارے بال و پر تمہارے ہی مدہوش غداروں نے جبراً کاٹ ڈالے ہیں۔ تمہارا ایک بازو جسد چمن سے جدا ہو گیا ہے، حیدر کرار اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے وارث

جنرل جن اسلامی لشکروں کے سربراہ ہوا کرتے تھے اس اسلامی لشکر کے 90 ہزار سپوت سروں پر کفن باندھے اور جذبہ شہادت لئے ہوئے دشمن کی اذیت ناک قید میں پہنچ گئے ہیں۔ جانباز اور دلیر جوانوں کا جذبہ تو وہی تھا مگر سپہ سالار بہکے اور بھٹکے ہوئے تھے اور یہ اندوہ ناک المیہ اور سانحہ ہماری تاریخ کا ایک نہ بھولنے والا دردناک باب بن گیا کہ آج بھی اس زخم سے خون رس رہا ہے اور ہمیں اتحاد و اتفاق کی دعوت دے رہا ہے۔

ریٹائرڈ جنرل! تاریخ بھلائی نہیں جاتی بلکہ اس کو یاد کر کے سبق حاصل کیا جاتا ہے تاکہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا اعتراف کر کے مستقبل کو سنوارا جائے اور ان غلطیوں اور کوتاہیوں سے گریز کیا جائے جن کی وجہ سے ہم اپنے ملک کے ایک حصہ سے محروم ہوئے تھے۔

پرویز مشرف! یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تم نے امریکہ کی سرزمین پر بیٹھ کر نہ جانے کس کو خوش کرنے کے لئے اس سانحہ کی رپورٹ کو مردہ گھوڑا قرار دیا۔ تمہارا یہ کہنا کہ سقوط ڈھاکہ کو 30 سال گزر چکے ہیں، ہمیں تاریخ میں سانس لینے اور ماضی میں گم رہنے کی ضرورت نہیں، ہماری نظریں مستقبل پر ہونی چاہئیں، گویا یہ تم نے اسے بھول جانے کا مشورہ دیا ہے۔ ایسا مشورہ کوئی ان پڑھ اور تاریخ سے ناواقف شخص ہی دے سکتا ہے۔ اگر ہم بھولنے پر آئے تو سب کچھ بھول جائیں گے، اپنی تاریخ بھی اور جغرافیہ بھی۔ سانحہ مشرقی پاکستان میں 90 ہزار جوان قید ہوئے ان گنت لوگوں کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیئے گئے۔ اگر اتنی بڑی غداری کو فراموش کر دیا جائے تو کیا وہ قوم زندہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ ریٹائرڈ جنرل! آنکھیں کھول کر دیکھو اور کان کھول کر سنو کہ قوم نے تمہاری یہ بات مسترد کر دی ہے اور اس کو بھولنے کے لئے تیار نہیں اور کیسے بھول سکتی ہے کہ 30 سال گزرنے کے باوجود اس کے زخم ابھی تک تازہ ہیں۔ تم کیسے جنرل ہو کہ تمہارے جسم سے یہ زخم مٹ گیا ہے، تم کہتے ہو کہ یہ رپورٹ یک طرفہ ہے کمیشن بنانے والا شخص بھی اس میں ملوث تھا۔ اگر یہ درست ہے تو اس میں جو بھی سیاست دان یا فوجی ملوث ہے، اسے سزا دو۔ غدار کوئی بھی ہو اسے معاف نہیں کیا

جا سکتا۔ ذاتی جرم معاف ہوسکتا ہے مگر قومی جرم اور خیانت ہر گز معاف نہیں ہوسکتی۔ ایسا لگتا ہے کہ فوجی حکمران ایک کمیشن کو بھولنے کی بات کر کے دوسرے کمیشن سے بچنا چاہتے ہیں، لیکن نہ حمود الرحمٰن کمیشن سے بچا جا سکتا ہے اور نہ سانحہ کارگل کے ذمہ دار اپنی جان بچا سکتے ہیں۔ جس طرح یحییٰ خان سقوط ڈھاکہ کا ذمہ دار تھا اسی طرح سانحہ کارگل کی جواب طلبی صرف اور صرف تم سے کی جائے گی۔ وقت کا کوئی بھی میر جعفر اور صادق مکافات عمل سے نہیں بچ سکتا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں ایسے غداروں کا ذکر کیا ہے جو غداری کی سزا بھگت رہے ہیں جو کسی کمیشن نے انہیں نہیں دی قدرت نے دی۔ یہ قدرت کا فیصلہ ہے کہ وہ غداروں کو معاف نہیں کرتی''۔ (خطاب: 25 ستمبر، 2000ء)

ملک کے اندر نام نہاد قومی احتساب بیورو نے حکومت اور آمریت کے مخالف جمہوریت پسندوں کو خوفزدہ کرنے اور ٹھکانے لگانے کے لئے جو یک طرفہ کاروائی شروع کر رکھی ہے اسے میں نے چیلنج کیا اور کارگل، دراس اور بٹالک کی جنگ میں کام آنے والے 800 سے زیادہ فوجی شہیدوں کے مقدس اور بے گناہ خون کا حساب لینے کے عزم کا اظہار کیا۔ یہ گفتگو خالصتاً عوامی جذبات کی ترجمان اور عکاس تھی۔

شہدائے کارگل کے خون کا حساب

''اس سیکورٹی رسک حکومت سے سالمیت پاکستان کو جتنا خطرہ آج ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ اس کا اندازہ صرف اور صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے اندر جذبہ حب الوطنی ہو۔ مہنگائی کے اس دور میں موجودہ حکومت نے ہنود و یہود کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت چودہ کروڑ عوام کے منہ سے روٹی کا آخری نوالہ بھی چھین لیا ہے۔ قوم سے ٹیکسوں اور مہنگائی کے نتیجہ میں اکٹھا کیا گیا پیسہ ملک کے کسی کام نہیں آرہا بلکہ خود ساختہ حکومت کی ناقص کارکردگی کے باعث ملک کے لئے حاصل کیے گئے قرضوں پر سود کے طور پر ادا کیا جا رہا ہے۔

اس وقت کرپشن پاکستان کی 53 سالہ تاریخ میں اپنے عروج پر ہے۔ ڈیفنس ایریاز میں حکومت کے منظور نظر اور چہیتوں کو پلاٹس دینے کی لوٹ سیل لگی ہوئی ہے۔ کہیں پلاٹس رشوت میں دیئے جا رہے ہیں اور کہیں مربعے الاٹ کیے جا رہے ہیں۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے نیوی کے سابق چیف منصور الحق کو وطن واپس لانے کی جھوٹی طفل تسلی دی جا رہی ہے۔ مگر ملک کے اندر منصور الحق کے کئی کرپٹ بھائی حکومت کے پروں تلے پناہ لئے ہوئے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اسلام آباد میں 34 لاکھ کا پلاٹ لے کر سوا کروڑ کا بیچا۔ جنہوں نے مہنگی ترین گاڑیاں کسٹم ڈیوٹی دیئے بغیر خریدیں اور مہنگے داموں بیچ ڈالیں۔ وہ لوگ جن کی دس پندرہ سال پہلے بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کینٹین کنٹریکٹر کے مقروض ہوا کرتے تھے آج کروڑ پتی کیسے بن گئے؟ قوم پوچھ رہی ہے جو بچے کل تک اپنے بیٹ مین کے ساتھ سائیکل پر بیٹھ کر کینٹ پبلک سکول جایا کرتے تھے

آج وہ پاکستان کے مہنگے ترین علاقوں میں محلات نما کوٹھیوں، لمبی لمبی گاڑیوں اور چار چار مربعوں میں پھیلی ہوئی انڈسٹریل سٹیٹ کے مالک کیسے بن گئے؟

قوم پوچھتی ہے: کیا یہ جائیداداں کو آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے یا خاکی کرائم کالر کا کرشمہ ہے؟ کیا ان لوگوں کا احتساب کرنا کوئی مشکل یا ناممکن کام ہے جو نہیں ہو پا رہا۔ یہی تو وہ چند لوگ ہیں جو پاکستان کو دیمک کی طرح چاٹ گئے۔ اور خود مشکل کی گھڑی میں عوام اور اپنی فوج کو بے یارومددگار دشمن کی قید میں چھوڑ کر کفن کے اوپر پاکستانی جھنڈا اوڑھ کر قبر میں گھس گئے۔ مگر انتقام قدرت دیکھئے: 28 سال بعد حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ کی صورت میں قیامت تک ذلت آمیز تاریخی فیصلہ ان کی قبروں کا کتبہ بن گیا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ فوج کے خود احتسابی عمل اور نام نہاد شفاف پروموشن سسٹم پر قوم کا ہر فرد انگشت بدنداں ہے جس سے گزر کر شکست خوردہ ذہن اور کرپٹ مافیا اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر پاک فوج پر مسلط ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ایک بار نہیں کئی بار پروموشن کے ان مراحل سے گزر کر اعلیٰ رینک پر پہنچتے ہیں۔ اب یقین ہو گیا ہے کہ ان لوگوں کی ترقی کے پیچھے میرٹ نہیں بلکہ کنبہ پروری، اقربا پروری اور رشتہ داری کی اجارہ داری کارفرما ہے۔ اگر انہوں نے میرٹ پر فوج میں اعلیٰ رینک حاصل کیے ہوتے تو نہ تو مسلمانوں کی تاریخ کو داغدار کرنے کے لئے ایک مسلمان جنرل کسی اروڑہ سنگھ کے آگے ہتھیار پھینکتا بلکہ موت کو ترجیح دیتا اور ابدی زندگی پاتا اور نہ کسی جنرل یحییٰ کی بوسیدہ ہڈیوں کو قوم کوستی اور نہ کوئی پرویز مشرف جیسا جنرل اس ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بننے کا شرف حاصل کرتا۔ آخر کب تک یحییٰ، کاکڑ، نیازی اور "نیازی نما" پرویز حکمران جیسے بددیانت اور مجاہدانہ عسکری روایات سے عاری لوگ فوج کے پاک اور باعزت ادارے کے نام کا سہارا لے کر قوم پر مسلط ہوتے رہیں گے۔

ریٹائرڈ جنرل! ہمارا روایتی دشمن ہمیں للکار رہا ہے، مکار دشمن تمہاری دورہ امریکہ میں بری طرح ناکامی سے اب یہ بھی جان گیا ہے کہ تم اکیلے ہو اور تنہا ہو، فوج اور قوم تم سے

نالاں ہوگئی ہے۔تمہارے اندر تو دشمن کو جواب دینے کی سکت باقی نہیں رہی ہے۔مگر میں اپنے دشمن ملک بھارت کو یہ ضرور باور کرادوں کہ پاکستان کی سلامتی کے لئے آج بھی فوج اور قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں گے۔ مشرف کی ناکام شخصی حکومت سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔قومیں اپنا دفاع خود کیا کرتی ہیں۔ریٹائرڈ جنرل تو تنہا آیا تھا، تنہا ہے اور تنہا چلا جائے گا۔یادرکھو اگر تم نے کسی جارحیت کا ارادہ کیا یا قوم کو اندھیرے میں رکھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی تو چودہ کرڑ عوام اور فوج تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔قوم اب بھی اپنے پابند سلاسل وزیر اعظم کے اشارے پر ملک کی بقا کے لئے خون کا آخری قطرہ بہادینے کے لئے تیار ہے۔اس وقت قوم کی ایٹم بم ساز عوامی لیڈر شپ زندہ ہے اور اٹل فیصلہ کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ریٹائرڈ جنرل! دیکھو آج بھی پاک فوج کی بیرکس میں نواز شریف کی تصویریں آویزاں ہیں اور پاک فوج کے ہر جوان کا دل نواز شریف کے ساتھ دھڑکتا ہے۔

یہ 1971ء نہیں بلکہ یہ 2000ء ہے۔قوم کو اندھیرے میں رکھ کر ایک آمر نے بغیر ہتھیار اٹھائے ہوئے اس ملک کو دولخت کیا تھا، مگر حمود الرحمٰن کمیشن نے ان آمروں کی سازش سے پردہ اٹھادیا۔اب حق وسچ کی صدا بلند کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔جاوید ہاشمی، خواجہ سعد رفیق، خواجہ احمد حسان اور میری بہن تہمینہ دولتانہ جیسے محب وطن سپوت ہر آمر کے سامنے اب کلمہ حق بلند کرتے رہیں گے اور کلمہ حق بلند کرنے کی سزا پاتے رہیں گے۔ان کی یہ قربانیاں ''پاکستان بچاؤ'' کا سنہرا باب ثابت ہوں گی۔

خواجہ سعد رفیق کی عظیم ماں پہلے اس ملک پر اپنا سہاگ قربان کرتی ہے، پھر اس شہید جمہوریت کے یتیموں کو پاکستان سے محبت اور اس پر قربان ہونے کا سبق دیتے ہوئے انہیں جوان کرتی ہے۔ جب وہ محبّ وطن دکھی عورت ایک دن اپنے ملک کے اندر اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال ہوتے دیکھتی ہے اور قوم کے عظیم سپوت اپنے بیٹے کو پاکستان سے محبت کی پاداش میں پابند سلاسل پاتی ہے، اس پر ظلم وستم کی

کہانیاں گلی کوچوں میں سنتی ہے تو ممتا کے نازک دل سے یہ صدمہ پہلے کی طرح برداشت نہیں ہوتا۔ کیا ہم نے غیر مسلموں سے یہ پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا کہ اپنے ہی ملک میں فرنگی کی حکومت جیسا سلوک روا رکھا جائے گا۔ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک پر ہنود و یہود کا بالواسطہ اور بلاواسطہ کنٹرول ہوگا۔ کوٹ لکھپت جیل سے اپنے قیدی بیٹے کی راہ تکتے ہوئے وہ ہمیشہ کے لئے اپنی راہ ہی الگ کر لیتی ہے۔ ماں بیٹے کو دیکھنے کی آخری حسرت دل میں لئے اس عالم فانی سے کوچ کر گئی۔ اس دکھی ماں کی بددعا ضرور عرش معلیٰ تک پہنچی ہوگی۔ پتہ نہیں اللہ کی بے آواز لاٹھی کب ممتا کی لاج رکھتی ہے۔

پرویز مشرف! سن لو ظلم کی رات خواہ کتنی لمبی ہو اس کا اختتام مظلوموں اور بے کسوں کی آہوں اور فتح کی نوید سناتے ہوئے صبح روشن کی شکل میں ضرور ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو مٹ جاتا ہے اور صبح درخشاں کی آمد آمد ہوتی ہے، ظالم کے حصے میں اندھیرا ہی آتا ہے۔ پرویز مشرف! اگر تمہاری پیاری اور محترم بوڑھی ماں تمہارا راستہ تکتے تکتے اپنی ہمت ہار جائے تو تمہارے دل پر کیا گزرے گی۔ اللہ تمہاری ماں کو ایسا دن نہ دکھائے۔ میں بھی کسی کی ماں ہوں، ماں کا دل رکھتی ہوں۔ ہم کسی کا برا نہیں چاہتے۔ ہم کسی کو بددعا نہیں دیتے، مگر سعد رفیق کی دکھی ماں کی بددعا نے عرش معلیٰ کو ضرور ہلایا ہوگا۔

نیب کا کالا قانون صرف اور صرف محب وطن سیاستدانوں اور سول بیوروکریٹس کے لئے ہے۔ ملک کے ساتھ غداری کرنے والا اور پاک فوج سے سزا یافتہ سابق میجر فاروق آدم آج نیب کے آدم خور قانون کی آڑ میں قادیانی انقلاب کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو ناحق سزائیں دلوا رہا ہے۔ ان سزاؤں کی مدت کا تعین ربوہ میں کیا جاتا ہے اور ڈرافٹ چیف ایگزیکٹو کے دفتر میں تیار ہوتا ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اٹک قلعہ میں بے یار و مددگار پاکستانیوں کو سزا ہونے پر ملک کی بڑی بڑی عدالتیں کیوں خاموش ہیں؟ کیا اٹک کے بدنام قلعہ میں قانون سے مذاق نہیں ہو رہا؟ کیا دنیا کے سامنے اٹک کے قلعہ میں پاکستان کے عدالتی نظام کی دھجیاں نہیں اڑائی جا رہی ہیں؟ قیدی سے قیدیوں کو سزا دلوانے کا کیا

انوکھا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے۔

ہم نیب کے ربوہ میڈ قانون کو نہیں مانتے۔ علماء اور تحفظ ختم نبوت کی تنظیمیں آج کیوں خاموش ہیں؟ 12 اکتوبر کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف سازش کی گئی۔ یہ وہی غیر مسلم اقلیت ہے جو 1947ء سے 1999ء تک مختلف حیلے بہانوں سے حکومت پر قبضہ کی کوشش کرتی رہی ہے مگر اس دفعہ وہ پرویز مشرف کے ناپاک خاکی کندھوں کو سیڑھی بناتے ہوئے اپنے ناپاک جسم کو 14 کروڑ عوام پر مسلط کرنے کی پچھلے ایک سال سے کوشش میں کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے۔ مگر ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے ہم ان ناپاک لوگوں سے پاک فوج کو پاک کریں گے۔ جن لوگوں کے مذہب میں جہاد منسوخ اور حرام قرار دیا گیا ہے وہ پاک فوج میں کیونکر بھرتی ہوں جس کا نعرہ ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو! جہاد ہی مسلمانوں کی منزل ہے، یہ دین اسلام کا اہم رکن ہے۔

مرزائی نواز پرویز حکومت مہنگائی کا جو طوفان لے کر آئی ہے یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عوام کو کچلنے کی منظم منصوبہ بندی ہے۔ ریٹائرڈ جنرل! اگر تم میں عوام کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہے تو تم کسی سی ایس ڈی (CSD) یا فوجی ویلفیئر شاپ میں جا کر خریداری کرتی ہوئی مہنگائی کے ہاتھوں تنگ آئی خاتون خانہ کی آہ وزاری کو سن لو۔ کرنل اور بریگیڈئر لیول کے افسروں سے پوچھو کہ وہ مہینہ کتنی تنگدستی سے گزارتے ہیں، میجر اور کیپٹن کا کیا بنتا ہوگا۔ انہیں بچوں کو تعلیم دلوانے میں کتنی مشکلات ہیں۔ پرویز مشرف! وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اب تمہیں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اب قوم اور فوج کو مزید مایوسیوں میں نہ دھکیلو۔ ایسی تاریخ رقم نہ کرو کہ جس کی ذلت کا داغ سقوط ڈھاکہ سے بھی زیادہ نمایاں ہو۔ مہنگائی کے دور میں ان آفیسرز اور دوسرے رینک کے لوگوں کی بد دعاؤں کو سنو جن کی جوان بیٹیاں شادی کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ تمہارا سات نکاتی ایجنڈا سراسر جھوٹ کا پلندا ثابت ہوا ہے۔ اور پچھلے ایک سال سے اس جھوٹ کے پلندے نے عوام کی گردن پر گرفت مضبوط کر رکھی ہے۔ 12 اکتوبر کو من وسلویٰ لانے کے دعوے کرنے

والو! تم نے ایک سال میں فاقوں سے بچ جانے والے غریبوں کو دھماکوں میں ختم کر دیا ہے۔ اس ملک کی باگ ڈور محبان وطن کے ہاتھوں میں دو، جمہوریت کو بحال کرو، آئین کو سرد خانہ سے نکالو، ملک کے عدالتی نظام کو بندوق کی نوک سے چلانے کی پرانی روش ختم کرو۔ تمہاری عاقبت نااندیش سوچ کے نتیجہ میں اس ملک کو کہیں ایسا ناقابل تلافی نقصان نہ پہنچ جائے جس کی قوم متحمل نہ ہو سکے اور جس کی تلافی ممکن نہ ہو۔ ہر دفعہ نواز شریف جیسا مخلص انسان تمہیں کارگل سازش جیسی حماقت سے بچانے کے لئے نہیں آئے گا۔ اب مستقبل کا مورخ نہ جانے تاریخ کے اوراق میں تمہارے لئے کون سی جگہ تجویز کرے گا۔ خدارا پاک فوج کے وقار سے نہ کھیلو کیونکہ پاک فوج کا وقار اس عظیم ایٹمی ملک کے وقار کے ساتھ پیوست ہے۔ تمہاری حکومت نے نہ صرف کرپشن کے دروازے بلکہ بڑے گیٹ کھول دیئے ہیں، تمہارے اردگرد ''لوٹو اور لٹاؤ'' کی پالیسی پر عمل ہو رہا ہے۔ لگتا ہے حکومت پر 1971ء والی مدہوشی غالب ہے۔

دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج وہی لوگ ملک کی تقدیر سے کھیل رہے ہیں جنہوں نے 1971ء میں اس کو دولخت کیا۔ جو نہ دور اندیش تھے اور نہ ہی اصول حرب سے واقف تھے۔ انہوں نے اس وقت بھی اس ملک کو لوٹا اور آج بھی دونوں ہاتھوں سے اس ملک کو لوٹ رہے ہیں۔ ٹینک جو میدان جنگ کا فیصلہ کن عسکری ہتھیار ہوتا ہے، اس کی خریداری پر اگر اپنے کمیشن کے لئے کوئی خودغرض اس کی ناقص کارکردگی پر پردہ ڈالے اور ان ٹینکوں کی کھیپ کو خرید کر میدان جنگ میں شکست کو سو فیصد ممکن بنائے اور اس طرح کے لوگ بعد میں اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کریں تو یہ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنا نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ ملک اور قوم سے غداری کے زمرے میں نہیں آتا؟ اگر ایسے لوگوں پر کوئی محب وطن سیاستدان ہاتھ ڈالے یا ان کی کرپشن کو سامنے لائے تو اس کو بندوق کی نوک پر پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر ایک سوچی سمجھی مہم کے تحت ان محب وطن سیاستدانوں کو کرپٹ کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ اس ملک کے لئے قربان کیا اور آج بھی قربان

کر رہے ہیں۔ ان کو تو اپنے رب اور اپنی قوم کے سامنے جوابدہ ہونا ہوتا ہے۔، جنرل صاحب! ایک جنرل نے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرتے ہوئے آدھا ملک گنوا دیا۔ کیا وہ کسی کے سامنے جوابدہ ہوا؟ آپ نے کارگل میں 800 سرفروشان اسلام کو شہید کروایا، آپ کس کے سامنے جوابدہ ہوئے؟ یقین رکھیے یہ حساب ایک دن دینا پڑے گا۔

ہاں ہاں! آپ ضرور کارگل سازش میں جوابدہ ہوں گے، آپ نے اپنے ہی محسن کو پہلے اقتدار سے الگ کیا اور پھر اس کو ایک جھوٹے طیارہ سازش کیس میں عمر قید کی سزا بندوق کی نوک پر سنوادی۔ مگر اس کیس کی سچائی 14 کروڑ عوام پر روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔ پوری قوم نے اپنے وزیر اعظم کو اس کیس میں سندھ ہائی کورٹ کی کارروائی سننے کے بعد بری قرار دے دیا ہے۔ اور قوم جان چکی ہے کہ کارگل سازش کی سزا سے بچنے کے لئے یہ ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ یاد رکھو! تم وقتی طور پر مارچ میں نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ ضرور بنے ہو مگر قدرت تمہیں اتنا موقع نہیں دے گی، تمہارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

پاکستان ٹیلی ویژن پر این جی اوز کے طے شدہ ایجنڈے کے مطابق بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ وہی تاریخی ڈرامہ دہرایا جا رہا ہے جو سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوج کے ساتھ عیسائیوں اور یہودیوں نے بے حیائی پھیلا کر رچانے کی ناکام کوشش کی تھی"۔

پاکستان زندہ باد

پاکستان مسلم پائندہ باد

(خطاب: 18 اکتوبر، 2000ء)

میں نے اپنے تئیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا۔ اپنی فہم، ہمت اور استقلال سے سامنا کیا اور صرف میں نہیں بلکہ اس وقت پوری دنیا کے مدبر اور سرکردہ سفارتکار بھی کہہ رہے ہیں اور عالمی میڈیا میں بھی یہ تاثر عام طور پر اجاگر کیا جا رہا ہے کہ پاکستان خدانخواستہ داخلی کشمکش کے بھنور سے نکلنے کی بجائے غالباً جنگ و جارحیت کا نشانہ بننے کے علاوہ خانہ جنگی کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔ میں نے خودساختہ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو یہی نوشتۂ دیوار پڑھانے کی کوشش کی۔ ملک کے تحفظ کا ایک نکاتی ایجنڈا، قادیانی انقلاب کے خاتمے اور وسیع تر قومی مفاد کے لئے عوامی اور جمہوری قوتوں کے اتحاد کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ اسے قومی یکجہتی کا مشترکہ ایجنڈا کہا جا سکتا ہے۔

محفوظ پورہ ٹارچر سیل

''میں آج مسلم لیگی کارکنوں اور عوام کو یوم سیاہ منانے اور اسے کامیاب کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ دراصل یہ یوم سیاہ حکومت کی ایک سالہ ناقص کارکردگی اور اسلام دشمن سرگرمیوں پر عوام کی نفرت کا اظہار تھا۔ اس دن کی سیاہی تو 12 اکتوبر 1999ء کو ہی ملک پر چھا گئی تھی، ریٹائرڈ جنرل نے رات کے اندھیرے میں جب ملک میں جمہوریت اور آئینی عملداری پر ڈاکہ مار کر اسے ختم کیا۔ 13 اکتوبر کو ملکی تاریخ کی سب سے بڑی ڈکیتی، دہشت گردی اور سیاسی تخریب کاری کی گھناؤنی سازش کو مکمل کرنے کے بعد اس نے 14 کروڑ عوام سے خطاب کیا، جس میں اس نے آئین، جمہوریت اور عوامی حکومت ختم کرنے کا اعلان کیا اور 7 نکاتی ایجنڈے کے نام سے ایک پھندا عوام کے گلے میں ڈال دیا جس کی تکلیف اسی دن سے شروع ہو گئی تھی۔ ایک حکومتی آرڈر کے تحت حکومت نے اپنے شبخون کو تحفظ دینے کے لئے 12 اکتوبر کے دو دن بعد تمام عدالتی دروازے بند کر دیئے تھے، بڑی بڑی گاڑیوں کے اوپر L.M.G اور R.R نصب کر کے قوم کو یہ خوف دلایا گیا کہ یہ مہلک ہتھیار حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ملک میں خوف و ہراس کی ایک ایسی فضا تھی، لگتا تھا کہ اپنے حق کے لئے آواز بلند کرنے کی شدید سزا ہو گی۔ اس سیاہ دن سے ہی یہ ثابت ہو گیا تھا کہ محبانِ جمہوریت کو اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں محفوظ پورہ ٹارچر سیل میں عبرتناک سزا دلوا کر حق کی آواز کو دبانے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ عوام بندوق کی نوک پر دبوچ لیے گئے تھے۔ چار دیواری کے اندر رات کے

اندھیرے میں بد بخت لوگ اپنے پیارے بھائیوں پر کوڑے برسا رہے تھے اور مشرقی پاکستان والی نفرت کا ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت آغاز کیا جا رہا تھا۔ ان حالات میں، میں داد دیتی ہوں ان لوگوں کو جو خود ساختہ حکومت کی مخالفت میں بڑے سے بڑے نقصان کی پروا کیے بغیر جذبہ حب الوطنی کے تحت پابند سلاسل ہوئے۔

ہم یوم سیاہ کیوں نہ مناتے، پاکستانی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ جو ملک دو قومی نظریہ اور اسلام کی سربلندی کے لئے بنا تھا اس پر فوجی انقلاب کی شکل میں درحقیقت قادیانی انقلاب کی سازش نے قبضہ کرلیا۔ یہ وہی سازش تھی جو قائداعظم کے وقت سے شروع ہوئی اور اسی سازش کی بھینٹ لیاقت علی خان چڑھے۔ یہ اندرون خانہ سازش ہر دور میں ہوتی رہی مگر اس دفعہ ایک ریٹائرڈ سیکورٹی رسک جنرل کے ذریعہ پروان چڑھنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔ انشاء اللہ اس دھرتی کے سپوت اور پاک فوج اس ملک پر قادیانیوں کا قبضہ نہیں ہونے دیں گے۔ اب لوگ قادیانی انقلاب کے خلاف اپنے سروں پر کفن باندھ کر باہر نکل آئیں گے۔

صوبہ سرحد کے غیور عوام جو ریلی لے کر چلے تھے اگر اس ریلی کی راہ میں حکومتی مشینری رکاوٹ نہ ڈالتی، میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لاہور پہنچتے ہی قادیانی سازش کے خاتمے کی نوید سنا دیتا۔ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والو! 1953ء میں بھی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے ہم نے اپنے خون سے اس دھرتی کو سرخ کر دیا تھا اور تمہارے عزائم خاک میں ملا دیئے تھے اور اب 1953ء والی مارشل لاء کی گھناؤنی سازش دہرانے نہیں دیں گے۔ عوام یہ جان چکے ہیں کہ ریٹائرڈ جنرل اکیلا ہے، یہ فوجی انقلاب نہیں بلکہ قادیانی انقلاب ہے۔ نحوست بھرا ایک سال مکمل ہو گیا، عوام کی نفاذ شریعت کی دیرینہ خواہش سازش کی نذر ہو گئی۔ مہنگائی اپنے زوروں پر ہے، افراط زر میں اضافہ ہوا، روپے کی قیمت کو گرایا گیا، خود سوزیاں معمول بن گئیں، اسلام آباد کے اندر دھماکوں نے خود ساختہ حکومت کو سلامی دی۔ کوئٹہ کا شہر پچھلے سال سے آج تک میدان کارزار بنا پڑا ہے نوجوان بے روزگار ہو گیا، کسان بے یارو مددگار ہو گیا۔ امریکہ کے دورے میں پاکستان کے

عالمی وقار کو جو جھٹکا لگا اس کا مداوا اب کیسے ہو سکتا ہے۔

میں اس فورم سے تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ اپنے فروعی اختلافات کو بھلا کر ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے اکھٹے ہو جائیں۔ آج اگر علماء ون پوائنٹ ایجنڈا تحفظ ختم نبوت پر اکٹھے نہ ہوئے تو یاد رکھو! قیامت کے دن کس منہ سے حضور پاک ﷺ کی شفاعت کی بھیک مانگو گے۔ اب ان ناپاک لوگوں سے پاک فوج کو بھی پاک کرنا ہوگا اور ان کے عزائم بھی خاک میں ملانا ہوں گے۔ یہودیوں کی تنخواہ دار این جی اوز کا راستہ روکنا ہوگا۔ آج اس ملک کا آئین سرکش لوگوں کی سرکشی کے باعث معطل ہے۔ اس آئین کا جرم یہ ہے کہ اس نے مرتد کو مرتد قرار دیا، یا اس آئین کا جرم یہ ہے کہ اس نے وزیر اعظم پاکستان کو یہ اختیار دیا کہ وہ کسی بھی سیکورٹی رسک جنرل کو ملکی سلامتی کے لئے وقت سے پہلے ریٹائر کر سکتا ہے۔ ایک سال پہلے جب ملک کا وزیر اعظم یہ بھانپ گیا تھا کہ اس کا چیف آف آرمی سٹاف اب ملک کے لئے خطرے کی علامت بن چکا ہے کیونکہ ملک کسی عاقبت نااندیش کی کارگل جیسی سازش کا دوبارہ متحمل نہیں ہو سکتا اور پاکستان کے آٹھ سو سپوتوں کے خون کا حساب مانگا گیا تو اپنے گناہ چھپانے کے لئے اس شخص نے چودہ کروڑ عوام کو یرغمال بنالیا۔ کارگل سازش اصل میں دفاع پاکستان کو کمزور کرنے اور جہاد کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لئے ہنود و یہود کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جو انہوں نے پرویز مشرف سے پورا کروایا۔ اسلام دشمن یہ بھانپ گئے تھے کہ پاکستان اب ایٹمی طاقت ہے، وہ کسی بھی دشمن ملک کے دانت کھٹے کر سکتا ہے۔ دشمن نے ایک منصوبہ کے تحت کارگل میں جنگ شروع کروا کر اصل میں ملکی خزانے کو کمزور کرنے کی کوشش کی اور آج کی منصوبہ کے تحت مصنوعی مہنگائی کا مقصد بھی یہی ہے کہ پاکستان کو معاشی طور پر دیوالیہ کر دو تاکہ مستقبل میں وہ کسی جارحیت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دنیا یہ جانتی ہے کہ جس ملک کی اکانومی مضبوط ہوگی اس کا دفاع بھی مضبوط ہوگا کیونکہ اقتصادیات بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے اور باقی سب کچھ بالائی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ پوچھو آج ان مجاہدوں سے جو کارگل میں اپنے ملک پر قربان ہو رہے تھے، دشمن

کے مقابلے میں ان کے حوصلے بلند تھے مگر اپنوں کی ناقص منصوبہ بندی اور ذرائع رسدان کے لئے پریشانی کا باعث بن گئے۔ ریٹائرڈ جنرل! کیا جنگیں کمزور لاجسٹک سے جیتی جا سکتی ہیں؟ افسوس کہ منتخب حکومت کو یہ وقت نہ دیا گیا کہ وہ اس سازش کو بے نقاب کرتی تا کہ قوم کو 28 سال تک حمودالرحمٰن کمیشن کی طرح کارگل سازش کے بے نقاب ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

این جی اوز مافیا کے باس جاوید جبار نے کہا تھا کہ سورج 12 اکتوبر کو بھی نکلے گا، سورج 12 اکتوبر کو ضرور نکلا مگر اس کی تپش تم تک 15 اکتوبر کو پہنچی۔ اب آنے والا ہر دن اسلام کے نام لیواؤں اور ملک سے پیار کرنے والوں کے لئے ایک روشن دن ہوگا۔ حکومتی مشینری کے اختلافات آہستہ آہستہ سامنے آ رہے ہیں، پرویز مشرف کے امریکہ جانے سے پہلے کچھ اختلافات منظر عام پر آئے تھے حکومت کا ہر وزیر اپنی جیب میں استعفیٰ لئے پھر رہا ہے۔ اب استعفیٰ دو یا معافیاں مانگو، قانون قدرت تمہیں معاف نہیں کرے گا کیونکہ ان لوگوں نے پاکستان کا آئین معطل کیا اور اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنے، جس معاشرے میں انصاف کی فراہمی جبر کی مشکلات کا سامنا نہ کر سکے، جس معاشرے میں اپنے گھر کے در و دیوار سے خوف آنا شروع ہو جائے، مہنگائی کے گھٹن میں سانس لینا مشکل ہو جائے، ہر روز نیا منی بجٹ آ رہا ہو، آٹا، چینی، روزمرہ کی ضروریات دردسر بن جائیں تو ایسے حالات میں ہر نکلنے والا سورج یوم سیاہ کی علامت نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا۔ لوگ ہسپتالوں میں مہنگائی کے ہاتھوں ادویات خریدنے سے عاجز ہیں مگر ڈیفنس میں اب بھی کرپٹ لوگ عام پلاٹوں کو کمرشل پلاٹوں میں تبدیل کرنے کے قانون بنا رہے ہیں۔ بھل صفائی مہم نے اب بھل بھرائی کی طرف رخ کر لیا ہے۔ ذہانت کا عالم یہ ہے کہ نہروں سے اتنی بھل نکال لی کہ زمیندار کی زمین میں پانی کی سطح کم ہوگئی، اب دوبارہ اپنے ہی ہاتھوں سے نکالی گئی بھل کو نہروں میں ڈال کر پانی پورا کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ ایک پانی نہ چلا سکیں وہ پورے ملک کا نظم و ضبط کیسے سنبھالیں گے۔ جو ریٹائرڈ جنرل E.M.E سے کرپشن ختم نہ کر سکے وہ 14 کروڑ

عوام کو کیا انصاف دلوائے گا۔ جو ایک سال میں محکمہ سی بی آر کا نظام بھی ٹھیک نہ کر سکے، وہ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے قرضے کیسے اتاریں گے۔

12 اکتوبر کو 14 کروڑ عوام کی نفرت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عوام اپنے ملک کی سلامتی کے فیصلے خود کیا کرتے ہیں۔ اب حکومت کو بہت جلد چھینا ہوا اقتدار واپس دے کر عزت کے ساتھ جانا ہوگا۔ اب عدالت عظمیٰ کو چاہیے کہ عوام میں جتنی نفرت اس خود ساختہ حکومت کے لئے پیدا ہو گئی ہے اس کے تحت اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور ملک کو خانہ جنگی کے حالات سے بچائے۔

مجھے یقین ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے نوشتہ دیوار پڑھ لیا ہوگا۔ ہم بہت جلد ایک نیا سیاسی سیٹ اپ قائم کرنے کے لئے ایسا لائحہ عمل مرتب کریں گے جو ملک کی دینی و سیاسی سب جماعتوں کو بھی قابل قبول ہوگا اور اس میں نہ صرف ان کا بلکہ سب کا بھلا ہے کہ ملک میں جلد از جلد جمہوریت اور جمہوری ادارے بحال کر دیئے جائیں اور ملک اس وقت جن اندرونی و بیرونی خطرات سے دوچار ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمہوریت بحال کی جائے اور اس سلسلے میں میں وکلاء برادری کو بھی خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ پنجاب بار کونسل نے بحالی جمہوریت کی قرارداد منظور کی ہے اور وقت ملک کی تمام سیاسی جماعتیں اے پی سی کے پلیٹ فارم پر متفقہ قرارداد منظور کر چکی ہیں۔ اس ملک کے مسائل کا صرف اور صرف حل یہ ہے کہ عوام کے منتخب نمائندوں کو ان کا حق حکومت دیا جائے اور انہیں ایسا کرنا ہوگا"۔

(خطاب: 15 اکتوبر، 2000ء)

ملک کی تاریخ میں قانون دانوں اور سیاستدانوں کے علاوہ دینی سوچ رکھنے والوں کے مشترکہ اجتماع سے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے بعد مجھے ہی گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ خطاب کرتے ہوئے میں نے 12 اکتوبر 1999ء کے پرویزی خودسری کے باغیانہ اقدام کو جمہوریت کے خلاف تاریخ کی سب سے بڑی ڈکیتی اور اغواء برائے تاوان کی گھناؤنی واردات کہا اور اس ریکارڈ انجینئرڈ بدعنوانی کا عوامی مقدمہ تاریخ کی عدالت میں پیش کیا۔ بلاشبہ اس گفتگو سے نظریہ پاکستان کی اصل سمت اور میری جمہوریت سے محبت سامنے آئے گی۔

انجینئر ڈبد عنوانی کا عوامی مقدمہ

"محترم جناب نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب!
میرے ہائی کورٹ بار کے صدر اور جملہ عہدیداران!
میرے سینئر وکلاء بزرگ اور میری قابل احترام خواتین!
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

میں ہائی کورٹ بار کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے تاریخ کے ایک نازک موڑ پر ہمیشہ کی طرح اپنا کردار ادا کرتے ہوئے مجھے ان محب وطن اور جمہوریت پسند سیاستدانوں کے روبرو ہونے کا موقع فراہم کیا جن سے آج میں نہ صرف جمہوریت کی بحالی کے لئے بلکہ ملک کو بچانے کے لئے استدعا کر سکوں۔ آج یہ پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ پاکستان بنانے والوں کے فورم پر پاکستان بچانے والے اکٹھے ہوئے ہیں۔ میں آج آپ لوگوں کے سامنے خود کو پا کر آپ کو بقائے پاکستان کی ضمانت دے رہی ہوں۔ یقیناً آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آج ہم نے اپنی ذاتی رنجشیں ختم کر کے ملک کو بچانے کے لئے اس غیر مسلم قوتوں کے اشارے پر بننے والی غیر جمہوری حکومت کے خلاف اعلان جہاد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اب نوابزادہ نصر اللہ صاحب کی زیر قیادت، جمہوریت کی گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو کر رہے گی۔ آج کم از کم تمام سیاسی فکر رکھنے والوں کو یہ احساس تو ہو گیا ہے کہ ہماری چھوٹی چھوٹی لڑائیاں یا رنجشیں، چپقلشیں کن ناہنجاروں کو موقع فراہم کرتی ہیں کہ وہ سیاستدانوں کے کندھوں کو سیڑھی بناتے ہوئے

اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں اور پھر اپنی ہوشیاری سے خود ہی سیڑھی کو زمین پر گرا دیتے ہیں۔ آج اگر ملک میں جمہوریت نہیں ہے، انصاف نہیں ہے، شرافت نہیں ہے، آئین نہیں ہے، خوشحالی نہیں ہے، استحکام نہیں ہے، اور سالمیت پاکستان کو خطرہ ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں یہ ہمارے اعمال کی باز پرس ہے۔ آج ہم اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹ رہے ہیں۔

وقت کے حالات لمحہ بہ لمحہ، لحظہ بہ لحظہ آپ سب محب وطن اور جمہوریت پسند لوگوں کے سامنے ہیں۔ 12 اکتوبر 1999ء کے سیاہ، جمہور دشمن اور ملت کش دن سے لے کر آج تک تقریباً ایک سال کا عرصہ پاکستان کے اس نازک وجود کو زخمی کرتا ہوا گزر گیا جس کے جسم سے پہلے ہی سقوط ڈھاکہ کا خون رس رہا ہے۔ اس ملک کے زخمی دل میں کتنے خیال ٹیس بن کر ابھرتے ہوں گے کہ میرے وجود میں طاغوتی عناصر اور شیطانی قوتیں اپنی حماقت سے کیسی دشمنیاں پال رہی ہیں اور نت نئی گروہی تنازعات کو جنم دے رہی ہیں۔ ''عیاں راچہ بیان است''۔

پاکستان کے قیام کے لئے مفکر پاکستان علامہ اقبال نے ہندو مسلم الگ قومیت کا فکرو فلسفہ 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں پیش کیا۔ پاکستان کے قیام کی نظریاتی، قانونی، سماجی اور آئینی بنیادیں تاریخ کے قلب میں بطور امانت محفوظ ہیں۔ یہ بنیادیں تاریخ میں امانت کے طور پر اس لئے محفوظ ہیں کہ جب کوئی حقیقی جمہوری نظام اس ملک میں رائج ہوگا تو تاریخ ان بنیادوں کی امانت صحیح معنوں میں قوم کو واپس کرے گی۔ لکھنؤ پیکٹ 1916ء، تجاویز دہلی، دنیا کی نظر میں اعلیٰ قانون دان ملت اسلامیہ کے قائداعظم محمد علی جناح کے مشہور زمانہ 14 نکات، 23 مارچ 1940ء لاہور کی قرارداد پاکستان، برٹش کیبنٹ پلان، جسے خود بانی پاکستان اور ان کی جماعت مسلم لیگ نے انڈین نیشنل کانگریس کی طرح تسلیم کیا تھا، گورنر جنرل آف پاکستان کی حیثیت سے 11 اگست 1947ء کو قائداعظم کا دستور ساز اسمبلی میں تاریخی خطاب، پرنسپلز آف پالیسی، رولز آف بزنس سب آج بھی گورنمنٹ آف پاکستان میں آئین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں جمہوریت کے خلاف یہ پہلی سازش

تھی کہ پاکستان بنانے والے کی تقریر کو ان دیکھے ہاتھوں نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی طرح پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ 1949ء کی قرارداد مقاصد جسے منظور کرانے کی پاداش میں شہید ملت سزا پا گئے اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اس ملک کے دستور کا بنیادی حصہ نہ بن سکی اور پھر اسی قرارداد مقاصد کی روح کو نواز شریف نے زندہ کر کے جب اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے قرآن وسنت کو مملکت کا سپریم لاء قرار دینے کا متفقہ قانون قومی اسمبلی سے منظور کرایا تو انہیں بھی اسلام دشمن طاقتوں نے پابند سلاسل کرا کے سزا دلوائی۔ ''گو نواز گو نواز'' پر تو عمل ہو گیا مگر قائداعظم اور لیاقت علی خان کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا خواب بکھر گیا اور 1951ء میں سید ابوالاعلیٰ مودودی بانی وامیر جماعت اسلامی کی دن رات کی کاوشوں سے مرتب کیا گیا 23 نکاتی آئینی خاکہ جو قرارداد مقاصد کی روح اور علماء کی کاوش کا نتیجہ تھا اور جس پر ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء متفق تھے، نواز شریف کے جانے کے ساتھ ہی خاکہ بھی ختم ہو گیا اور ان علماء کی محنت بھی بندوق کی نوک تلے دب گئی اور آج ان علماء کی روحیں ضرور اس کی حالت پر تڑپ رہی ہوں گی۔ میری دعا ہے کہ اس تاریخی علماء کنونشن میں بیٹھے ہوئے تمام علماء پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور بالخصوص مولانا عبدالستار خان نیازی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی پر، جن کی تحفظ ختم نبوت کے لئے خدمات اور قربانیوں کو ہم کبھی بھلا نہیں سکتے۔

قرآن وسنت کی بالادستی مملکت پاکستان کی ایک اہم ترین روحانی اور نظریاتی بنیاد قرار پاتی ہے۔ بانی پاکستان نے آئین، مقننہ، پریس، انتظامیہ اور عدلیہ ہی نہیں فوج کا آئینی اور قانونی کردار بھی بالکل صاف کر دیا تھا۔ 1948ء میں کشمیر میں جیتی ہوئی جنگ کو جب پسپائی میں بدلا گیا تو اسی وقت قائداعظم اور شہید ملت لیاقت علی خان نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اگر ان تمام اداروں نے اپنا قانونی اور آئینی حق ادا نہ کیا اور ڈسپلن کی پابندی نہ کی تو ملک کی باگ ڈور کسی زور آور ادارے کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

میں یہ کہنے میں خود کو حق بجانب سمجھتی ہوں کہ قوم کی عظیم ماں محترمہ فاطمہ جناح کا عوامی تائید کے باوجود اقتدار کا راستہ اس لئے روکا گیا کہ قوم کی ماں قائداعظم کے بعد ان کی سوچ کے مطابق کسی ادارے کو قانون کے دائرے میں لاتے ہوئے بند نہ کر دے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ جمہوریت کا فروغ اور استحکام پاکستان کے بنیادی داخلی اتحاد، اخوت، یکجہتی، ہم آہنگی اور یگانگت میں مضمر ہے۔ استحکام اور ترقی کی واحد بنیاد احساس ذمہ داری کی بیداری ہے۔

1956ء کو پہلا آئین نافذ ہوا جو پہلے الیکشن ہونے سے قبل ہی آمریت کی بھینٹ چڑھ گیا۔ 6 مارچ 1953ء میں پنجاب میں خونی مارشل لاء مستقل مارشل لاء کے راستے کو ہموار کرنے کی ایک کڑی تھا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو مستقل طور پر آئینی عملداری ختم ہوگئی، ملک قانونی اور آئینی خلا میں چلا گیا جس کے بعد فرد واحد کا دستور اس ملک میں نافذ ہوگیا۔ یحیٰی خان نے پی سی او اور ایل ایف او (لیگل فریم ورک آرڈر) دیا مگر ملک کو اتحاد، اخوت، استحکام اور یگانگت نہ دے سکا۔ حقیقی جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتا رہا مگر انتخابات کرانے کے بعد نہ تو اسمبلی کا اجلاس طلب کیا اور نہ اقتدار کی پر امن منتقلی اور آئین سازی کے جمہوری عمل کے مکمل کرنے کا وعدہ پورا کیا۔ جس کے مضر اثرات کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور 90 ہزار سے زائد فوجی بھارت کی قید میں پہنچ گئے۔

1971ء کی جنگ میں بچ جانے والے پاکستان کی اسمبلی نے مارشل لاء کے عذاب کو ٹالنے اور اس ملک کے جمہوری نظم وضبط کو پٹری پر چڑھانے کے لئے 1973ء کا آئین بنایا، مگر اس آئین کے تقدس کو آمریت نے ہمیشہ پامال کیا اور یہ آئین اپنی دادرسی لے کر دو دفعہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں حاضر ہوا مگر سیکورٹی کمیٹی خود ساختہ پی سی او نے ہر دفعہ آئین پاکستان کو نظریہ ضرورت کا قیدی بنا دیا۔

1973ء کے آئین کے مطابق 14 اگست 1983ء کو صوبوں کو جو حقوق واختیارات دینے کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ بھی پورا نہ ہوسکا اور یوں ملک میں عملاً ایک نئی ناراضگی کا ماحول

پیدا کر دیا گیا۔ میں یہاں تشریف فرما ماہرین قانون سے پوچھتی ہوں، کیا آٹھویں دستوری ترمیم نے صوبوں کے اختیارات اور حقوق کا گلا نہیں گھونٹا؟ مگر اس گھٹی ہوئی فضا کو ختم کرنے کے لئے پابند سلاسل وزیر اعظم نے تمام صوبوں کی چھوٹی پارٹیوں کو وفاق پاکستان کے اندر سیاست کرنے کی دعوت دی اور ان کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ مل کر استحکام پاکستان کے لئے کام کریں اور اجتماعی قومی دھارے کی سیاست میں اشتراک عمل کریں۔

جمہوری عمل نے سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر پاکستان کو جتنا مضبوط کیا، آج اس حکومت نے اتنا ہی آئین مکمل طور پر منسوخ کیا ہوا ہے۔ جمہوریت کے چلن کو مفلوج کیا ہے اور آئے دن یہ حالات پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔ کہیں چھوٹے صوبوں میں حکومت کے خلاف پیدا ہونے والی نفرت کسی تباہی کا پیش خیمہ اللہ نہ کرے، نہ بن جائے۔

جب ضرورت قانون اور خواہش آئین بن جائے تو پھر ضرورت کا قانون ہی قانون کی ضرورت بن جایا کرتا ہے۔

میں اس فورم پر ہر بات قانون اور آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے کرنا چاہتی ہوں کیونکہ پوری قوم کی نظریں آج وکلاء اور عدالتی نظام کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ اب ملک کو بچانا ہے تو انصاف دینے اور دلانے والوں نے بچانا ہے۔ 12 اکتوبر 1999ء کو ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا جو آئین اور قانون کے مطابق وقوع پذیر نہ ہو سکتا ہو یا وزیر اعظم کے قانونی، آئینی حق اور اختیار سے باہر ہو۔ آئینی وزیر اعظم محمد نواز شریف کو خطاب کرنے سے منع کر دیا گیا اور وزیر اعظم ہاؤس کو کمانڈو ایکشن کر کے دبوچ لیا گیا۔ یعنی نیب کی ٹیم نے ملک کو NAB کر لیا۔

وفاق جو صوبوں نے بنایا اور جو صوبوں کو اکٹھا رکھتا ہے، اس وفاق پر شبخون مارا گیا۔ صوبوں پر غیر آئینی خود ساختہ شخصی اقتدار اعلیٰ مسلط کر دیا گیا۔ اور ایک بار پھر قرارداد پاکستان اور قرارداد مقاصد کو فراموش کر کے یہ غیر نمائندہ پرویز حکومت دو قومی نظریہ کے لئے

خطرہ بن گئی۔

آپ سب حضرات مجھ سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس حکومت نے سماجی، معاشی، سیاسی، انصاف کا حق عدالت سے سلب کر لیا ہے اور ضرورت کے لئے پی سی او کو آئین پرویزی بنا کر نافذ کر دیا گیا ہے اور دستور کی حلف برداری کرنے والے خود ساختہ مسیحا کہلائے۔ دیدہ دلیری کی حد تو یہ ہے کہ ریٹائرڈ چیف آف آرمی سٹاف نے ایرانی خسرو پرویز کی طرح خود کو شہنشاہ معظم بنا کر اپنا نام چیف ایگزیکٹو رکھ لیا ہے اور اس طرح پوری دنیا میں پاکستان کے وقار کو ٹھیس پہنچائی۔ سابق دستور کی وفاداری کا حلف اٹھانے والوں سے ناحق اپنی شخصی وفاداری کا حلف دوبارہ لیا۔ مگر چیف ایگزیکٹو نے خود پی سی او کی وفاداری کا حلف نہ اٹھایا۔ یہ ایک اہم قانونی نکتہ ہے کہ چیف ایگزیکٹو ایسا کر بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ فوج سے ریٹائرڈ جنرل بھلا کس آئینی شیڈول یا شمار اور کھاتے میں حلف اٹھا سکتا تھا؟ لیکن اسلامی دفعات کی شمولیت کے بعد اب تو قرارداد مقاصد پھر سے لاگو ہو گئی ہے بلکہ قومی اسمبلی کا منظور کردہ قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دینے والا متفقہ قانون از خود نافذ ہو چکا ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کے دباؤ پر اللہ کے فضل وکرم سے اسلامی دفعات کو پی سی او میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اب 12 اکتوبر 1999ء کے بعد جن لوگوں نے بھی پرویز حکومت کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہے ان پر یہ دوبارہ لاگو اور لازم ہو گیا ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر اسلامی دفعات کے تحت حلف اٹھائیں اور ناموس رسالت ﷺ کا اقرار کریں۔ اور یہ اس فورم کی ذمہ داری ہے کہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں رٹ دائر کرے۔ یہ بھی ایک اذیت ناک واقعہ اور حقیقت ہے۔ میں محترم قاضی حسین احمد کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہی ہوں کہ چیف ایگزیکٹو، چاروں صوبوں کے گورنروں، وزیروں اور نام نہاد قومی سلامتی کونسل کے ممبران کے حلف سے 12 اکتوبر 1999ء کو نبی پاک ﷺ کا نام مبارک اور آپ کی ختم نبوت پر ایمان کا اقرار اور اعلان اس حکومت نے حذف کر ڈالا ہے اور اس کی جگہ اپنی وفاداری کو لازم قرار دے دیا ہے۔ پرویز مشرف! وفائیں تو خون میں شامل ہوتی ہیں اور

ضمیر کا حصہ ہوتی ہیں، لکھ کے وفا کا اقرار کرنا یہ تو کوفہ والوں کی پرانی ریت ہے۔ ابو جہل وفا نہ کر سکا سردار مکہ سے جہنمی بن گیا۔ اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ اپنی محبت اور وفا کے صلہ میں نہ صرف جید صحابی کا مقام حاصل کر گئے بلکہ وارث جنت بن گئے۔ اور آج اس صحابی کا یہ مقام ہے کہ وہ دمشق کی سرزمین کے لئے باعث برکت ہے اور روز قیامت اپنے آقا ﷺ کے ساتھ مدینہ کی پاک سرزمین سے اٹھے گا۔ یہ ہے وفا، وفاداری اور خوئے وفا شعاری اور اس کا عظیم انعام اور محبت کا صلہ جسے خدا نے اپنے بندوں کے لئے قیامت تک کے لئے نمونہ بنایا ہے۔ اور اسلامی تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے۔

جن سے تو نے ''اپنی وفا'' کے حال ہی میں حلف لئے ہیں، انشاء اللہ وہی یقیناً کل کسی عدالتی کٹہرے میں تمہارے خلاف وعدہ معاف گواہ بھی ہوں گے۔

اب اصل بات، جمہوریت کی بحالی کے ساتھ ساتھ جس پر میں زور دینا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ جمہوریت چلانے کے لئے اب آزادی دینے والے عوامی اور قانونی اقتدار اور آئینی چلن کی ٹھوس ضمانت درکار ہے جو عملاً ناپید ہو چکا ہے۔ طالع آزماؤں نے کئی دفعہ بحالی جمہوریت کا ڈھونگ رچایا مگر بحالی سے پہلے ہی اس کو کالعدم کرنے کے نقشے اور خاکے بھی تیار کر لیے۔ آج حقیقی جمہوریت کو بحال کرنے کے دعوے کرنے والو! تم نے تو خود صوبائی نفرتوں کو ضلع کی حد تک بو دیا ہے، جس کی پرویز مشرف کی ٹیم میں بیٹھے ہوئے کچھ ناسمجھ اور کج فہم لوگ آبیاری کر رہے ہیں۔

جمہوریت کی بحالی کے دعوے کرنے والے پچھلے ایک سال سے دولت مشترکہ میں اپنا کھویا ہوا وقار نہیں بحال کرا سکے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ یہاں پر موجود تمام سیاسی اور محب وطن لوگوں کو اپنے دلوں میں کدورتیں ختم یا پھر کم کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا، ایک دوسرے کے وجود کو بھی تسلیم کرنا ہوگا اور عوام کی رائے کو مقررہ وقت تک تسلیم کرنا ہوگا۔ پچھلے ایک سال میں آپ نے دیکھ لیا کہ انجینئرڈ بدعنوانی نے ملک کو طلب و رسد کے بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایک محب وطن وکیل کی قیادت میں

مسلم لیگ نے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر بنایا تھا، جب ایک شاعر کا دل عشق نبی ﷺ سے منور ہوا تو اس دل کی پہلی کرامت برصغیر میں اسلام کے نام لیواؤں کے لئے الگ اسلامی ریاست کے قیام کا تصور تھا۔ جس طرح اس کے نظریاتی، جغرافیائی محافظوں کا تعین ہو چکا ہے اس طرح اس کے آئین اور قانون کے محافظوں کو میں یہ باور کرانے آئی ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریاں کیوں نہیں نبھا رہے۔ ہم اس ملک میں بندوق کا قانون نہیں، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ چاہتے ہیں۔ اب آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ ملک کے اندر شہری اور جمہوری آزادیوں، بنیادی انسانی حقوق اور آئینی حاکمیت اعلیٰ کی بحالی کے لئے عدالت کے اندر اور باہر ہر فورم پر انتھک محنت کریں۔

12 اکتوبر 1999ء کو جمہوری نظام کے خلاف تاریخ کی سب سے بڑی ڈکیتی جس کے تاوان کا تعین تک نہیں ہو رہا، اس کے تاوان کی پہلی قسط تین سال کی شکل میں سامنے آئی ہے، نہ جانے گلی میں بند مظلوموں کو چھڑانے کے لئے اور کیا کچھ دینا پڑے۔ اقبال رعد مرحوم نے نہ صرف ملک سے وفا بلکہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے اپنی جان تک ملک اور جمہوریت پر قربان کر دی۔ کیا اس کا قصور یہ تھا کہ وہ اس ڈکیتی کے مجرموں کے ناموں سے واقف ہو گیا تھا۔ فیصلہ آپ پر چھوڑتی ہوں۔ اسیران جمہوریت کو اپنے ہی ملک میں رات کے اندھیرے میں سزا اور اذیت دی جا رہی ہے۔ اس پر قانون اور قانون دان حرکت میں کیوں نہیں آ رہے ہیں؟

پاکستان کو عالمی برادری میں دہشت گرد قرار دلوانے کے لئے بھارت اور اسرائیل دن رات کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر ریٹائرڈ جنرل نے اعانت مجرمانہ کا گھناؤنا کردار یوں ادا کیا کہ انہوں نے پوری عالمی برادری پر اپنی عاقبت نا اندیشانہ سوچ سے یہ ثابت کیا کہ خدانخواستہ ملک کا وزیر اعظم اپنے قلم سے ریٹائرڈ کیے ہوئے سابق چیف آف آرمی سٹاف جس کی نہ تو کوئی قانونی پوزیشن رہی ہے اور نہ آئینی حیثیت رہی ہے، اس کا نام نہاد طیارہ اغوا کرا سکتا ہے تو ملک میں باقی لوگوں کی کیا پوزیشن ہو گی۔ اصل میں یہ طیارہ سازش کیس

نواز شریف پر نہیں بنایا گیا بلکہ ہنود و یہود کے اشارے پر پاکستان کی عالمی اسلامی ساکھ پر بنایا گیا ہے۔ ہر بار آئین توڑا گیا اور ہر بار تاوان لے کر اقتدار مشروط طور پر منتقل کیا گیا۔ اور اب حکومت کے اندر فوج کی مکمل شراکت داری کا اشارہ دیا جا رہا ہے۔ میں قانون دانوں سے پوچھ رہی ہوں کہ یہ فارمولا پاکستان بناتے وقت تو کہیں طے نہیں ہوا تھا۔ شاید آج آمریت کو پاکستان میں قیامت تک ختم ہوتا دیکھ کر ان کے آقاؤں نے شراکت داری کا فارمولا پیش کر دیا۔

اس امپورٹڈ شراکت داری کے فارمولے پر آج تو قرارداد پاکستان بھی علیحدگی کی دستاویز دکھائی دینے لگی ہے۔ یہ قانون دان اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ قومی اسمبلی اور سینیٹ کے بغیر نام نہاد لوگوں کی حکومت ماورائے آئین چل رہی ہے۔ پاکستان کی تاریخ کا یہ ستم ہے کہ قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منظور کردہ، قرآن و سنت کو مملکت کا سپریم لاء بنانے کا قانون دانستہ طور پر لاگو نہیں کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ حکومت تو لائی ہی اس لئے گئی تھی کہ قرآن و سنت کو مملکت کا سپریم لاء بننے ہی نہ دیا جائے اور اسلام کو نافذ ہی نہ ہونے دیا جائے۔ کہاں ہیں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے حامی اور ہمنوا؟ یہ سوال قوم کرتی ہے۔

ملک کو اقتصادی طور پر تباہ کرنے والے اسے کئی عشرے پیچھے لے گئے ہیں۔ قوم حلف شکنی سے باز رہنے والے اصول پسند ہم سفر ججوں کو بھی خراج تحسین پیش کرتی ہے جنہوں نے عدلیہ کی آزادی پر اپنی سفید پوشی قربان کرتے ہوئے اسے نیا نام دیا ہے۔ عدالت عظمیٰ نے جو خلوص فہم کے ساتھ مشروط ترجیحاتی مگر محدود مینڈیٹ دیا ہے اس کو بھی حکمران پامال کرنے کے اشارے دے رہے ہیں اور آج تک پر امن انتقال اقتدار کے سوال پر یحییٰ خان والی پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ عدالت عظمیٰ نے قانون ضرورت کے تحت جو ڈیڈ لائن دی ہے وہ محض رعایت ہے گارنٹی نہیں ہے۔ عوامی فیصلے، عوام کی بڑی بڑی سڑکوں پر نکلنے والی ریلیاں کیا کرتی ہیں یا اس کے دانشور اپنے قلم کے زور پر لکھتے ہیں۔ بندوق کے زور پر لکھے جانے والے فیصلے، فیصلے نہیں ہوتے وہ ڈکٹیشن ہوا کرتی ہے۔

ملک میں فرقہ پرستی، تخریب کاری، دہشت گردی اور بھائی کو بھائی سے لڑانے والے فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ مگر حکومت ''سب اچھا ہے'' کی رٹ لگا رہی ہے اور ''سب اچھا'' کی رٹ ہی کس حکومت کے جانے کے لئے نقارہ خدا ہوتی ہے۔ ملک کی تمام سیاسی، مذہبی قوتوں کا صرف ایک ہی ایجنڈا ہے کہ آمریت ہٹاؤ، جمہوریت لاؤ اور ملک کو بچاؤ۔

تمام سیاسی سوچ رکھنے والوں نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ اب ریٹائرڈ جنرل اور ملک ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ تمام سیاسی اسیران کو اگر رہا نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ حالات آہستہ آہستہ نجی والی تاریخ نہ دہرا دیں۔ اور میں آج ذمہ دار لوگوں میں کھڑی ہو کر موجودہ حکمرانوں سے کہہ رہی ہوں کہ جمہوریت کو بحال کر دیں، پاکستان کی پوری تاریخ میں اتنی کرپشن نہیں ہوئی جتنی پچھلے ایک سال سے اس حکومت کے دور میں ہوئی ہے اور میں ان کو باور کرا رہی ہوں کہ ان کو پائی پائی کا حساب دینا پڑے گا کیونکہ یہ قومی دولت ہے۔ قومی جرم معاف نہیں ہوگا، صرف ذاتی رنجش معاف ہو سکتی ہے''۔

پاکستان پائندہ باد

(خطاب: 16 نومبر، 2000ء)

پاک فوج کی اکثریت دین کی شیدائی اور نظریہ اسلام کی محافظ ہے۔ دوقومی نظریہ پاک فوج کی زندگی کا عظیم قومی ماٹو (Moto) ہے۔ اتحاد، تنظیم، یقین محکم ایمان اور تقویٰ ان کی بنیادیں ہیں۔ پاک فوج مٹھی بھر جرنیلوں کی سازش کی وجہ سے رولز کی قیدی ہے، ڈسپلن شعاری ان کو ورثہ میں ملی ہے اس لئے 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی ایکشن کو جب قوم قادیانی انقلاب کا نام دیتی ہے تو یہ دراصل پاک فوج کے ادارے اور اس کی محب وطن نفری کو سلام پیش کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ میں نے خود ساختہ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو نوشتۂ دیوار بھی پڑھایا اور آنے والے احتساب سے بھی ڈرایا۔ اسے ایک خوبصورت پالیسی تقریر کہا جا سکتا ہے۔

قادیانی انقلاب اور آنے والا احتساب

"آج مجھے یہاں خطاب کرتے ہوئے یہ خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ پچھلی دفعہ یہاں سے تحفظ پاکستان اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے ایک صدائے حق بلند ہوئی تھی اور یہیں پر یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ نیب کے سابق چیف پراسیکیوٹر پاک فوج سے سزایافتہ فاروق آدم کو نیب سے فارغ کیا جائے۔ میں آج پاکستان کے تمام مسلمانوں کو مبارکباد دیتی ہوں کہ قادیانی انقلاب کے بعد فاروق آدم کو ربوہ سے جو ہدایات ملی تھیں، ان کو وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکا اور میں ان تمام علماء کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی نشاندہی اور احتجاج پر فاروق آدم نیب کے بے لگام قانون سے فارغ ہو چکا ہے۔ اور میں اس فورم سے آج یہ مطالبہ کر رہی ہوں کہ فاروق آدم کا بھی احتساب کیا جائے کہ اس نے ایک سال میں بطور چیف پراسیکیوٹر جو کرپشن کی ہے اس کا حساب دے۔ عوام یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ شخص کس کی سفارش پر حکومت کے پروں تلے آکے بیٹھا اور کرپشن سے اکٹھا کیا ہوا پیسہ کہاں لے گیا۔

میں حکومت کو یہ باور کرا رہی ہوں کہ اب لندن میں بیٹھا ہوا مرزا طاہر قادیانی اپنے امیج کے بل بوتے پر کسی کو حکومت میں شامل نہیں کروا سکے گا۔ اور جو لوگ قادیانی انقلاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت کا حصہ بنے ہوئے ہیں، میں تمام مکاتب فکر کے علماء صاحبان کے تعاون سے ان تمام لوگوں کو بے نقاب کروں گی۔ اب بحیثیت مسلمان تمام علمائے کرام کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ نظریہ پاکستان اور تحفظ ختم نبوت کے لئے 1953ء کی طرح متحد ہو کر اللہ کے ہاں سرخرو ہوں اور جو لوگ اس ملک میں شریعت کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ

بنے ہیں اور نواز شریف کو ہنود و یہود کے اشارے پر ایک سازش کے تحت مارچ میں عملی شریعت کے نفاذ سے پہلے عوام سے دور کر کے ایک قلعے میں قید کر دیا ہے، انہیں پہچانیں وہ کم فہم بھول گئے کہ آج بھی 14 کروڑ عوام کے دل نواز شریف کے دل کے ساتھ دھڑکتے ہیں، وہ قید میں ہوں یا حکومت میں ان کی رگوں میں ہر وقت ملک کی محبت گردش کرتی ہے وہ آج بھی قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود استحکام پاکستان اور نفاذ شریعت کے لئے سچا اور مضبوط عزم رکھتے ہیں۔

اب عوام حکومت کی ہر چال کو سمجھ گئے ہیں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں ان جرأت مند لوگوں کا جنھوں نے ہر قسم کے دباؤ کے باوجود طیارہ سازش کیس کی حقیقت عوام کے سامنے روز روشن کی طرح آشکارا کر دی ہے اور میں سلام پیش کرتی ہوں ان جرأت مند لوگوں کو جو بغیر کسی گناہ کے حکومتی جبر کا جیلوں کے اندر بیٹھ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ آج ہمیں اپنی سرزمین بے آئین پر ان بے گناہ لوگوں کے لئے انصاف حاصل کرنے کے لئے نجانے کتنا دوڑنا پڑتا ہے۔ طیارہ سازش کیس جھوٹ کی مثال بن گیا ہے اور اس صدی کا سب سے بڑا عدالتی مذاق ہے۔ پی سی او کی لٹکی ہوئی تلوار حصول انصاف کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس سب کے باوجود پی سی او کا قانون طیارہ سازش کیس کی حقیقت کو بندوق کی نوک پر پس دیوار نہ ڈال سکا۔ سچ آخر سچ ہوتا ہے۔ نمرود اور فرعون کے وقت میں بھی سچ کہنے والے سچ کہہ گزرے۔ تاریخ جسٹس حمود الرحمٰن کی طرح انہیں بھی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

آج پرویز حکومت میں پاکستان کے معماروں کے مستقبل سے جس طرح ان دیکھے ہاتھ کھیل رہے ہیں نہ جانے مستقبل میں اس کا انجام کیا ہوگا۔ حال میں ہی ایک انٹری ٹیسٹ کی حقیقت سامنے آئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ اس ملک کا سارا نظام کنبہ پروری اور رشتہ داری پر چل رہا ہے۔ یہ سراسر غریب کے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جا رہا ہے۔ علماء مجھے یہ بتائیں کہ یہ کن کے اشاروں پر ہو رہا ہے۔

ہماری حکومت نے پر امن اور با اعتماد ٹیکس کلچر کو ملک کی بہتری کے لئے فروغ دیا، ٹیکس سے حاصل کیا گیا پیسہ ''خوشحال پاکستان'' اور ''تحفظ پاکستان'' پروگراموں پر صرف ہوا۔ ہمارے دور حکومت میں ملک میں سڑکوں کے جال بچھتے رہے، سکردو سے لے کر گوادر تک کے طویل فاصلوں کو موٹر وے کے ذریعہ گھنٹوں میں بدلنے والا ذہن آج ایک سازش کے تحت چار سو سال پرانے قلعہ کی دیواروں میں قید ہے۔ اس نواز شریف کے دور میں کہیں غریبوں کے لئے کڈنی سنٹر بن رہے تھے اور کہیں بے گھر لوگوں کے لئے مستقل بنیادوں پر ''اپنا گھر'' کے منصوبے کی تکمیل کا سلسلہ جاری تھا۔ عوام کی تکلیفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سڑکوں سے حاصل کیا جانے والا محصول ٹیکس ختم کر دیا گیا مگر آج حکومتی ٹیکس گردی پاکستان کے ہر ضلع کی دہلیز پر دندنا رہی ہے۔ گھر سے نکلنے کا دس روپے ٹیکس اور گھر کے اندر آنے کا دس روپے ٹیکس کس قانون کے تحت لیا جا رہا ہے اور عوام یہ پوچھ رہے ہیں کہ یہ پیسہ کس کی جیب میں جا رہا ہے۔

نواز شریف صاحب نے جب 1997ء میں بے جان معیشت اور قرضوں تلے دبی ہوئی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت سات لاکھ ٹیکس دہندگان کی لسٹ سی بی آر کے پاس موجود تھی۔ 1998ء میں حکومت کی کاوشوں سے ان محبان وطن لوگوں کے نام میں اضافہ ہوا اور یہ لسٹ بارہ لاکھ تک پہنچ گئی۔ 1998ء میں جب قوم نے اپنے محبوب قائد پر ایک بار پھر اعتماد کیا تو یہ لسٹ اٹھارہ لاکھ تک پہنچ گئی۔ مگر 1999ء میں جب پاکستان کے آئین اور نظریہ پاکستان پر شبخون مارا گیا، تاجروں پر گولیاں برسائی گئیں، بھائی کو بھائی سے لڑا کر ٹیکس فارم تقسیم کروائے گئے تو سی بی آر کی رپورٹ کے مطابق خود ساختہ حکومت پر عدم اعتماد کرتے ہوئے صرف چھ لاکھ لوگوں نے ٹیکس ریٹرن داخل کرائیں حالانکہ خود ساختہ حکومت نے تین دفعہ تاریخ میں توسیع بھی کی۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ حکومت پر عدم اعتماد نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لوگ سڑکوں پر آ کر حکومت کی انسانیت کا رونا رو کر اس کی حیوانیت کا ذکر کریں۔ حالات قوم کو سڑکوں پر لانے کی طرف گامزن ہیں۔ اب قوم خود

احتساب کرے گی۔ اب ریٹائرڈ اور کرپٹ جرنیلوں کو حاصل کیے گئے پلاٹوں اور اسلحہ کی خرید وفروخت میں گھپلوں کا حساب عدالتی کٹہروں میں نہیں، عوامی چوراہوں میں دینا ہوگا۔

میں نے اس فورم پر اعلان کیا تھا کہ میں میجر اکرم شہید نشان حیدر کا جسد خاکی بنگلہ دیش سے لاکر پوری قوم کی سلامی کے ساتھ اس دھرتی کے سپرد کروں گی اور آج بھی اس پر قائم ہوں۔ جو لوگ دین اور پاکستان کے لئے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، رہتی دنیا تک ان کی محبت دلوں میں قائم رہے گی۔

حکومت کے لاڈلے ترجمان بریگیڈئر راشد قریشی، میں تو انہیں بریگیڈئر ہی کہوں گی کیونکہ ان کی پروموشن نہ تو محب وطن عسکری حلقوں میں میرٹ کے زمرے میں آتی ہے اور نہ ہی عوام کو اس طرح کے نام نہاد جنرل قبول ہیں۔ راشد قریشی نے خود مان لیا کہ ہم نے عوام پر مہنگائی کا ناقابل برداشت بوجھ ڈالا ہے، نہ ہم لاقانونیت ختم کر سکے ہیں اور نہ ہی احتساب کر سکے ہیں۔ ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے نادرا پر ایک رات میں پانچ ارب روپے لٹا چکے ہیں۔ جناب ترجمان صاحب! یہ سب کچھ آپ اس لئے نہیں کر سکے کہ یہ آپ کی پیشہ ورانہ ذمہ داری نہیں تھی۔ آپ جب بھی دوسرے کاموں میں الجھے تو سقوط ڈھاکہ جیسا بھیانک منظر تاریخ کا حصہ بن گیا"۔ پاکستان پائندہ باد

(خطاب: 19 نومبر، 2000ء)

ملک کے اندر حقیقی اقتدار اعلیٰ، آئین، اصولوں کی پاسداری اور قانون کی حکمرانی کے حوالے سے جج اور قانون دان ہی نہیں جمہوریت پسند قوتوں کے حامی سیاسی کارکن بھی وکلاء برداری کی طرح قائداعظم محمد علی جناح کی میراث کے حقیقی وارث ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عدلیہ کی آزادی کے حق میں میں نے بے خوف اور بے باکانہ طور پر پرزور استدلال سے کام لیا۔ آئین، قانون، جمہوریت، انصاف اور اسلام کی سربلندی و بالادستی کے حوالے سے میری یہ گفتگو جمہوریت پسندوں کی سوچ کا قبلہ درست کرنے کے لئے مرغ بادنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ سیاسیات کے طلبہ اور دانشوروں کے لئے اس میں بے پناہ فکرونظر کا سامان موجود ہے۔ یہ تقریر دوقومی نظریہ کی بنیادی روح کے متعلق میرے جذبات کی عکاس و مظہر ہے۔

میراث کے حقیقی وارث

''میں سب سے پہلے آج اس فورم میں موجود ان تمام محبان وطن اور قائداعظم کے حقیقی وارث وکلاء برادری کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے جب اپنے ملک کی سالمیت کو خطرے میں دیکھا تو وہ تحریک پاکستان والا جذبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ پر مسرت بات ہے کہ آج اس فورم میں موجود تمام وکلاء حضرات جمہوریت اور آئین کی بحالی کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ قانون دانوں کی جدوجہد، پاکستان کو آئین دلانے اور جمہوری نظام کی بحالی کے لئے قائداعظم سے لے کر آج تک سیاستدانوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہی ہے۔ ہر آمر کے سامنے قانون دانوں نے ہمیشہ جنگ لڑی اور اللہ کے فضل و کرم سے جیتی ہے۔ اس بار بات جمہوریت اور آئین بحال کرانے سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ اب تو سالمیت پاکستان شدید خطرے میں ہے۔ یہود و ہنود کے ایجنٹ اپنے اوپر مکر کا لبادہ اوڑھے حکومت کا حصہ بن کر پاکستان اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان سازشی عناصر کے عزائم کے بارے میں آج اس فورم کی وساطت سے قوم کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ شہدائے تحریک پاکستان اور شہدائے ختم نبوت کی روحیں بے قرار ہیں۔ 9 نومبر کو قوم نے یوم اقبال تو منا لیا مگر فکر اقبال کو بھول گئے۔ شاید ہم ڈاکٹر اقبال مرحوم کی روح کی تڑپ محسوس نہیں کرتے۔ اسی لئے ایک شاعر امیر الاسلام ہاشمی نے پاکستان کی حالت زار پر حال ہی میں ایک نظم لکھی۔

دہقان تو مر کھپ گیا اب کس کو جگاؤں
ملتا ہے کہاں خوشہ گندم کہ جلاؤں
مانا کہ ستاروں سے آگے ہیں جہاں اور
شاہین ہیں مگر طاقت پرواز کہاں ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

واقعی اقبال کے دیس کا حال سنانے کا نہیں رہا ہے۔

پاکستان بنانے والو! آج تمہیں پاکستان بچانا بھی ہوگا۔ قانون کا مقدس پیشہ جہاں مظلوموں کی دادرسی کر کے عبادت کی منزل تک پہنچتا ہے وہاں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے ملک کی سالمیت کے لئے کسی بھی بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ ایک قانون دان نے ہی جمہوری، سیاسی، نظریاتی اور قانونی جنگ لڑ کر دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا۔ قائداعظم نے اس ملک کے لئے ایک واضح حکمت عملی اور واضح لائحہ عمل پیش کیا جس میں انہوں نے آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے سول انتظامیہ، عدلیہ، فوج، پریس، قانون ساز اداروں کا حق اور اختیار 11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے واضح کر دیا تھا۔

آج اگر کوئی وزیراعظم آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے کسی نااہل شخص کو ملک کی سالمیت پیش نظر رکھتے ہوئے ریٹائر کر دے تو وہ سرکش سازشی غیر آئینی طور پر اسی وزیراعظم کو پابند سلاسل کر دے تو ان حالات میں وقت کا قانون اور عدل اس سازش کو کیا نام دے گا؟ یہ میں آپ پر چھوڑتی ہوں۔

یاد رکھیے! عدل اور انصاف ایک فلاحی جمہوری اور مساویانہ سلوک پر یقین رکھنے والی مملکت کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ جس معاشرے سے انصاف اور عدل اٹھ جائے، اس معاشرے سے خدا کی رحمت بھی اٹھ جاتی ہے۔ توحید، ختم نبوت، قیامت پر ایمان اور انصاف ہر مسلمان کے عقیدے کی بنیاد اور ناقابل تنسیخ

اصول ہیں۔

میں اپنی وکلاء برادری سے پوچھتی ہوں کہ کیا آج بے اصولیاں نہیں ہو رہی ہیں۔ آج اللہ کی رحمت سے کون لوگ محروم ہیں؟ آج مسلمان کے چہرے پر وہ نور کیوں موجود نہیں جس نور کی موجودگی مسلمانوں کے چہرے پر اس کے مومن ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ آج بڑے بڑے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے اس لئے بے نور ہیں کہ اسلامی معاشرہ اپنی حقیقی اسلامی عدل و انصاف کی روایات سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ وکلاء برادری کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی بھی غیر عادل کی حکومت، انصاف دشمن حکمران اور معاشرے کو برداشت نہیں کیا۔ قانون کی حکمرانی، انصاف کی بالادستی، آئین کی عملداری کے لئے وکلاء اور عدلیہ نے ہمیشہ بنیادی شہری حقوق کی پامالی کے خلاف جدوجہد میں قوم کا ساتھ دیا ہے مگر آج 16 ایم پی او کے تحت بند کیے جانے والے شہریوں کی رہائی کے لئے اسلام آباد سے فیکس کے ذریعے ڈکٹیشن لی جا رہی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ملک کو شفاف سیاسی فضا اور جمہوری اور عادلانہ معاشی نظام دیا جائے کیونکہ

کہنے کو تو ہر ایک شخص مسلمان ہے لیکن
دیکھیں تو کہیں نام کو کردار نہیں ہے
بے باکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و روباہی پہ اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے اب کھاتا ہے مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

ملک کی سیاسی تاریخ میں وہ وقت آ پہنچا ہے کہ طالع آزماؤں کا راستہ روکنے کے لئے جس طرح وکلاء برادری اکٹھی ہوئی ہے اسی طرح تمام سیاسی جماعتیں اکٹھی ہو کر بحالی جمہوریت کے لئے آمریت کی راہ میں دیوار بنیں اور آئندہ جمہوریت کو مستحکم بنانے کے

لئے کوئی اصولی، ٹھوس اور مستقل طریقہ کار طے کریں۔ عوام کے ووٹ سے قائم کی گئی جمہوری حکومت کو مدت پوری کرنے اور تمام سیاستدانوں کو اپنے ایجنڈے کے مطابق ملک وقوم کی خدمت کا موقع دینا ہوگا۔ اب ہٹاؤ، چلاؤ، بھگاؤ اور آؤ کی دقیانوسی منفی سیاست کو ختم کر کے مختلف ایجنسیوں کے آلہ کاروں اور ان کی سیاست کو عدل کے ایوانوں میں دفن کرنا ہوگا۔ اور اب ہم ملک کو کسی ''امپورٹڈ'' اور این جی اوز کے وظیفہ خوار کی ڈکٹیشن پر نہیں چلنے دیں گے۔ معین قریشی نے جو ڈکٹیشن ریٹائرڈ جنرل مشرف کو دی ہے، اگر حکومت میں جرأت ہے تو وہ بات عوام کو بتا دے تا کہ معلوم ہو کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں اس کے خلاف نہ صرف آواز بلند کرنا جہاد ہے بلکہ ہم سب کے لئے راہ نجات بھی ہے۔ آپ مظلوموں کو انصاف دلاتے ہیں اس لئے میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ انصاف کو روز محشر پر انصاف کو موقوف نہ ہونے دیں۔

آخر کب تک پی سی او کی لاٹھی سے ملک کو ہانکا جائے گا۔ یہ ملک ایک مقدس نظریہ کی بنیاد پر بنا ہے۔ اس کا ایک آئین ہے، لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس آئین کا تحفظ کرنے کی بجائے اس پر چوتھی بار طالع آزماؤں نے ضرب شدید لگائی ہے۔ آپ حضرات قانون جانتے ہیں کہ جس ایف آئی آر میں ضرب شدید ثابت ہو جائے تو وہ ارادہ قتل بنتی ہے۔ میں اس عظیم فورم سے چیف جسٹس سعید الزمان صدیقی کو، ریٹائرڈ یا حاضر سروس؟ اس کا فیصلہ تو آپ کریں اور ان کے رفقاء کار کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں، انہیں سلام کرتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ساری جمہوری محب وطن قوم میرے اس جذبے میں برابر کی شریک ہے کہ جنہوں نے پی سی او پر عدم اعتماد کر کے عدالت عظمیٰ کا چیف جسٹس ہوتے ہوئے آئین پر ارادہ قتل ثابت کر کے نظر ثانی کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ جسٹس صاحب اور ان کے رفقائے کار نے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی لاج رکھ لی اور ثابت کر دیا کہ اس دھرتی پر قیامت تک ایسے سپوت پیدا ہوتے رہیں گے جو کسی بھی دباؤ کی پروا کیے بغیر چاغی کے پہاڑوں کو عدل، انصاف، غیرت، عزت اور وقار کی سفیدی سے روشن کرتے رہیں گے۔

محترم چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان حمود الرحمن مرحوم کی حق گوئی اور جرأت کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھی جائے گی کیونکہ انہوں نے بھی سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ کی رپورٹ انتہائی جرأت اور دیانت سے رقم کی تھی۔ 1993ء میں اس وقت کے صدر مملکت غلام اسحاق خان نے جب حکومت برطرف کر کے غیر آئینی طور پر اسمبلیوں کو کالعدم قرار دیا تو پاکستان کی سب سے بڑی عدالت نے تاریخی فیصلہ دے کر یہ ثابت کیا کہ ملک کی عدالتیں حکمرانوں کے دباؤ اور ان کے جبر سے مکمل طور پر آزاد ہیں اور مظلوموں کی دادرسی اور حق کا فیصلہ کرنے کے لئے ہر وقت موجود اور تیار ہیں، لیکن افسوس کہ جبر کے یہ دن بھی ہمیں دیکھنے پڑے کہ آمریت نے اپنے مقاصد کے لئے دھونس اور دھاندلی سے کام لیا اور پی سی او کے ہتھوڑے سے اس کے دست و باز و توڑ دیئے۔

میں نے پہلے کہا تھا کہ سپریم کورٹ نے خود ساختہ حکومت کو وقت دیا ہے، کوئی گارنٹی نہیں دی۔ جنرل مشرف کا ایجنڈا بری طرح ناکام ہو گیا ہے۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے ؎

آئے ہیں نظر مسند شاہی پہ رنگیلے
تقدیر امم سو گئی طاؤس پہ آ کر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

اب حکومت بری طرح ناکام ہونے کے بعد عدالتی ایجنڈے کا سہارا لے کر اپنی موجودگی کا ناحق جواز بنا رہی ہے۔ سپریم کورٹ نے انہیں وقت دیا ہے اور ایسا صرف مجبوری کا سودا نبھانے کی ضمانت ہے۔ اور یہ بھی عبوری ضمانت ہے جسے عدالت نے ابھی عوامی دلائل سن کر کنفرم کرنا ہے۔ مگر وکلاء برادری نے متحد ہو کر اس عبوری ضمانت کو مسترد کر دیا ہے۔ وکلاء اور سیاستدانوں کو ملک کے جمہوری نظام کی بحالی کا ٹائم فریم خود قوم نے دینا ہو گا کیونکہ پاکستان کو سرزمین بے آئین رکھنا قائد اعظم کے نظریات کی توہین اور دو قومی نظریہ سے بغاوت ہے۔ قرارداد مقاصد 12 مارچ 1949ء، نظریہ پاکستان اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ضامن ہے اور اس سے انحراف کا مطلب جج صاحبان، وکلاء حضرات اور

علماء کرام سب بخوبی جانتے ہیں۔

میں سمجھتی ہوں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ آئین فریادی بن کر عدالت عظمیٰ میں کھڑا ہو گا اور آمریت عدالت کے کٹہرے میں مجرم ہو گی۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس بار وکلاء قانون کی طاقت سے ایسا فیصلہ کرائیں گے کہ آئندہ رہتی دنیا تک پاکستان میں کوئی بھی طالع آزما، خودسر آمر چاہے وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جمہوریت، آئین اور قانون کی حکمرانی پر شبخون نہیں مار سکے گا۔ انشاء اللہ، آپ جس عظیم پیشے سے تعلق رکھتے ہیں یہ آپ کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ آپ کا فرض بھی ہے کہ آپ پاکستان کو غیر آئینی سراب سے نکالنے کے لئے اپنی جدوجہد کا آغاز کریں۔

پاکستان نہ صرف عظیم وکیلوں کی میراث ہے بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی کئی بڑے وکلاء نے پاکستان کی باگ ڈور سنبھالی ہے اور ماضی میں جب بھی کسی نے آمریت کو مسلط کرنے کی کوشش کی تو یہ آپ کی وکلاء برادری ہی تھی جو ہراول دستہ بن کر ہر جدوجہد میں شریک رہی۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء وکلاء برادری کا وہی جلوس تھا جو لاہور ہائیکورٹ سے مسجد شہداء تک گیا اور مجھے یقین ہے کہ وکلاء آج بھی قانون کی پاسداری، جمہوریت کی بحالی، آئین کی بالادستی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اسی جذبے اور عزم کے ساتھ متحد ہیں۔ میں اس جدوجہد میں آپ کے ساتھ آپ کی ایک بہن اور کارکن کی حیثیت سے شریک ہوں۔ اٹھیے کہ وقت تیزی سے تباہی کی جانب جا رہا ہے۔ ہم نے اپنے وطن اور اپنے عظیم چمن کو ان تباہ کرنے والے ہاتھوں کی پہنچ سے نہ صرف بچانا ہے بلکہ انہیں مروڑ کر توڑنا بھی ہے تاکہ یہ مٹھی بھر سازشی ہاتھ اپنے چمن اور وطن کی جانب کبھی دوبارہ اٹھ ہی نہ سکیں۔ مسلم لیگ کے قائد محمد نواز شریف اور پاکستان کا استحکام لازم و ملزوم ہیں۔ اسی لئے بجا طور پر نواز شریف یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کی بحالی وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس کے لئے ایک ایسی تحریک چلانا ہو گی جو ہر دل سے ابھرے اور اسلام آباد کے مٹھی بھر سازشی گھروں کو خاکستر کر دے، انشاء اللہ

آپ بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے وارث ہیں کیونکہ وہ بھی ایک عظیم وکیل تھے اور ان کی ولولہ انگیز قیادت میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے عظیم قربانیوں سے یہ ملک حاصل کیا تھا اور میں سمجھتی ہوں کہ آج قائداعظم کی روح بھی آپ کو آواز دے رہی ہے کہ آپ اٹھیں اور قائداعظم کی میراث کو مٹھی بھر آمروں اور غاصبوں سے نجات دلا کر اس منشور اور مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں جس کے لئے قائداعظم نے یہ ملک بنایا تھا۔ اسی لئے میں کہتی ہوں کہ آج قائداعظم کی جماعت مسلم لیگ کے صدر میاں محمد نواز شریف اور سالمیت پاکستان لازم وملزوم ہیں۔ یہ تاریخی جبر کی صداقت بھی ہے اور نوشتہء دیوار بھی"۔

پاکستان پائندہ باد

(خطاب:24 نومبر،2000ء)

وطن کی فکر کر ناداں

ایوان وقت کے زیر اہتمام، حمید نظامی میموریل ہال میں میرا خطاب ہوا جس میں میں نے کہا:

”تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ پاکستان کے معاشی، اقتصادی اور سیاسی طور پر کمزور کندھے چوتھی اور آخری مرتبہ کسی غیر منتخب حکمران کا بوجھ اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ 12 اکتوبر کے بعد سے آج تک کی صورت حال یہ ہے کہ سٹاک ایکسچینج کا انڈیکس 32 فیصد کم ہو گیا ہے۔ ڈالر کی قیمت 54 روپے سے بڑھ کر 64 روپے ہو گئی ہے۔ اس مہینے حکومت نے 15 ملین ڈالر اوپن مارکیٹ میں بالواسطہ اور بلاواسطہ ڈالر کی قیمت کو سہارا دینے کے لئے فلوٹ کیے مگر پھر بھی حکومت کو کامیابی نہیں ہوئی۔ آج دنیا اکیسویں صدی کے جدید ترین دور میں داخل ہو رہی ہے۔ دنیا کو دیکھا جائے تو اس کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ اب دنیا سمٹ کر گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ انسان تخلیق اور جدوجہد کے دور سے نکل کر سکون اور آسائش کے دور میں پہنچ گیا ہے۔ جب ان حالات میں اپنے ملک پر نظر پڑتی ہے تو مایوسی، مہنگائی، خوف وہراس، بدامنی اور ناانصافی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قوم پر مہنگائی کا بوجھ ڈال کر اسے بے حس کرنے کا مرحلہ وار پروگرام ترتیب دے دیا گیا ہے۔ دبے ہوئے لوگوں کی آہیں اور سسکیوں کی آوازیں گلی کوچوں میں سنائی دے رہی ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے۔ جب دبی ہوئی آوازیں چیخ وپکار بن جاتی ہیں تو یہ آنے والے انقلاب کی پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ اب ملک کسی بھی قسم کی ناقص منصوبہ بندی کا متحمل ہو

سکتا ہے کیونکہ پاکستان کی تاریخ کا یہ آخری اور چوتھا مارشل لاء ملک کو اس قدر کمزور کر گیا ہے کہ اس کے پاس کھونے یا گنوانے کو کچھ باقی نہیں رہا۔ بدقسمتی سے جو بھی آمر اس ملک پر آمریت قائم کرتا ہے وہ نہ صرف اس ملک کی جغرافیائی حدود پر کاری ضرب لگاتا ہے بلکہ اس ملک کی نظریاتی حدود کا بھی خون کرتا ہے۔

آج ملک کا منتخب وزیر اعظم پابند سلاسل ضرور ہے مگر وہ جیل میں بیٹھ کر ان کی کرپشن کا جب بھی پردہ چاک کرتا ہے اور دلائل کے ساتھ ان کی کرپشن ثابت کرتا ہے تو حکومت تردید کی بجائے خاموشی اختیار کر لیتی ہے اور نواز شریف اور اس کے خاندان کی کردار کشی کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ ماضی گواہ ہے کہ جب بھی مسلم لیگ کو توڑا گیا تو اس کے اثرات ملک پر بری طرح اثر انداز ہوئے بلکہ ملک دولخت بھی اسی وجہ سے ہوا۔ جب کسی قومی جماعت پر ضرب لگائی جاتی ہے تو اس سے قومی اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ میں تاریخ کے حوالے سے یہ بتا رہی ہوں کہ ہر آمر کے دور میں ملک کے کسی نہ کسی حصے پر دشمن ملک بھارت نے قبضہ کیا۔ افسوس کہ آج تک ملک توڑنے والوں کا احتساب نہیں ہوا، نہ ہی کارگل میں وطن کے آٹھ سو جوانوں کو شہید کرنے والوں کو کسی عدالتی کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔ 12 اکتوبر کو عوام کی منتخب حکومت کو گرا کر روایتی طریقے سے ایک ریٹائرڈ جنرل نے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی۔ آئین معطل کر کے وفاق کی علامت کو خطرے میں ڈال دیا۔ آئین کے ساتھ ملک سے جمہوریت کو بھی ختم کر دیا گیا۔ موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی کا یہ عالم ہے کہ ملک کو عالمی سطح پر تنہا کر دیا گیا ہے۔ جنرل اسمبلی میں بیرونی ممالک کے سربراہوں سے سرراہ ”ہیلو ہائے“ کو ہی اپنے لئے بڑا اعزاز سمجھا گیا اور پھر وائٹ ہاؤس کے تردیدی بیانات نے ان کے احساس کمتری کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ وہ وقت قریب تھا جب ملک کا منتخب وزیر اعظم محمد نواز شریف اپنے دشمن ملک بھارت سے دوٹوک فیصلہ کرنے والا تھا جس سے آزادی کشمیر کی منزل بہت قریب آچکی تھی اور کشمیریوں کا لہو رنگ لانے والا تھا، مگر بدقسمتی سے یہود و ہنود کو یہ چیز پسند نہ آئی اور ایک گھناؤنی سازش کے نتیجہ میں آزادی کشمیر کے لئے جدوجہد

کرنے کی پاداش میں نواز شریف کو پابند سلاسل کر دیا۔ یہود و ہنود کے ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے پہلے تو ملک کو معاشی طور پر تباہ و برباد کیا گیا۔ اب بھارت کے سامنے بار بار جھک کر پاکستان کی بقا کو داؤ پر لگایا جا رہا ہے۔ ملک کو چلانے کا حکومت کا انوکھا انداز دیکھیں کہ نیب کے بے لگام قانون نے ملک سے سرمایہ کی بیرون ملک منتقلی میں بے حد مدد کی ہے۔ سرمایہ کار ملک چھوڑ کر اپنے سرمائے کے ساتھ بیرون ملک ہجرت کر رہے ہیں اور کسی بیرونی سرمایہ کار نے ملک میں سرمایہ لگانے کے لئے دلچسپی ظاہر نہیں کی بلکہ ایک سال میں بیرونی سرمایہ کاری 84 فیصد کم ہوئی۔ جمہوری حکومت کی طرف سے ہونے والا نجکاری کا عمل قطعی طور پر ست کر دیا گیا جس سے خزانے کو 6 بلین ڈالر کا نقصان ہوا اور جن 19 یونٹس کو جمہوری حکومت نے فروخت کرنا تھا وہ حکومت کی عدم دلچسپی کے باعث مٹی کا ڈھیر بن گئے ہیں۔ نیب کے قانون کا بنیادی مقصد کرپشن کی روک تھام یا لوٹی گئی دولت کی وصولی نہیں بلکہ اس کی آڑ میں پاکستانی محب وطن سیاسی لوگوں کو سزائیں دلانا تھا۔ یہ حکومت تو 211 ارب کی ریکوری کے دعوے کر رہی تھی مگر بندوق کی نوک پر صرف 11 ارب بھی وصول نہ کر سکی۔ اب میں پوچھتی ہوں کہ اس کے بعد آنے والی جمہوری حکومت ملک اور قوم کا ڈوبا ہوا پیسہ کیسے وصول کرے گی۔ نام نہاد احتساب کے ذریعہ بھائی کو بھائی سے لڑانے والا نسخہ خاص کہیں مشرقی پاکستان جیسی سازش کا پیش خیمہ تو نہیں ہے۔ دشمن ملک ہمیں للکار رہا ہے مگر افسوس حکومت میں اسے جواب دینے کی سکت نہیں۔ ایک وہ وقت تھا جب ملک کے منتخب وزیراعظم نے ایٹمی دھماکے کر کے دشمن سے بات کی تو دشمن ملک کے وزیراعظم کو بس میں بیٹھ کر پاکستان آنا پڑا۔ آج ہمارے حکمران بے حد کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ ملک کے اندر 71ء والی مدہوشی کا عالم ہے۔ آٹا دن بدن مہنگا ہو رہا ہے۔ منظور نظر لوگوں کو نوازنے کے لئے گندم اور آٹا حکومت کی زیر نگرانی سمگل کیا جا رہا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں آج بھی آٹے کی شدید قلت ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہماری اپنی پاک فوج کو ناقص آٹے کی سپلائی کی جا رہی ہے۔ پاک فوج کے لئے ناقص آٹے کی سپلائی منظور نظر لوگوں کی ملوں

سے ہو رہی ہے۔ ہمارے دور حکومت میں اللہ کے فضل و کرم سے گنے کی ریکارڈ فصل سے ملک کی ضرورت سے زیادہ چینی بنا کر زرمبادلہ کمایا گیا مگر آج چینی کی خرید میں زرمبادلہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ عوامی اور خود ساختہ حکومت کا فرق صاف ظاہر ہے۔ ملک میں غریب کو چینی 30 روپے فی کلو کے حساب سے مل رہی ہے۔ نہ جانے بیرون ملک چینی کے سودوں میں کس کس کے فارن اکاؤنٹس میں کمیشن جا رہی ہے۔ کسان چاول کی تیار فصلوں کو کھیتوں میں جلانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ کپاس کی ریکارڈ فصل سے غریب کو نہ تو سستا کپڑا ملا اور نہ ہی زمیندار کو اس کا پورا حصہ مل سکا۔ غریب سے دو وقت کی روٹی چھینی جا رہی ہے کارخانے بند پڑے ہیں۔ مزدور بیروزگار ہو گیا ہے کرپشن کی آڑ میں چھوٹے ملازمین کو نشانہ بنا کر نوکریوں سے برطرف کیا جا رہا ہے مگر بدنام زمانہ کرپٹ لوگ آج بھی پلاٹ اور مربعے الاٹ کرا رہے ہیں۔ ڈیفنس میں فلیٹ اور بغیر ڈیوٹی کے گاڑیاں بیچنے اور خریدنے کا سلسلہ جاری ہے۔ پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کر کے کس کے ایجنڈے پر کام کیا جا رہا ہے؟ نہ جانے اسلام کے نام لیواؤں کو بنیاد پرست کہہ کر کس کو خوش کیا جا رہا ہے؟ میں اس ایوان کے ذریعہ چودہ کروڑ عوام کو یہ بتا رہی ہوں کہ مہنگائی کے طوفان نے ابھی اپنے ابتدائی مراحل طے کیے ہیں۔ بجلی، بجلی بن کر ٹوٹی، نہ جانے پٹرول اور ڈیزل کی قیمتیں اگلے چند مہینوں میں کہاں سے کہاں پہنچیں گی۔ لگتا ہے کہ مہنگائی کے اثرات چودہ کروڑ عوام پر قیامت صغریٰ بن کر ٹوٹیں گے۔ یہ اعزاز بھی جمہوری حکومت کو حاصل تھا کہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے تمام تر دباؤ کے باوجود انہوں نے مہنگائی کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور نواز شریف بہت جلد قوم کو آئی ایم ایف کے قرضوں سے چھٹکارا پانے کا سرپرائز دینے والے تھے۔ ملک کے کونے کونے سے مختلف ٹیکسوں کی صورت میں پیسہ اکٹھا کر کے نہ جانے یہ حکومت کس کی جھولی میں سود کی شکل میں ڈال رہی ہے اور نہ جانے کب تک ڈالتی رہے گی؟

حکمرانو! یاد رکھو ملک کی خالق جماعت مسلم لیگ ہے جو اس ملک کی تخلیق سے لے کر اس کی سالمیت اور بقا کی ضامن ہے۔ یہ ملک برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد اور

قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت کے نتیجہ میں وجود میں آیا۔ دوقومی نظریہ اس کی بنیاد ہے۔ قیام پاکستان کے مختصر عرصہ میں جمہوریت کے پودے کو آمروں نے اپنے پاؤں سے مسلنے کی سازش کی بلکہ اس سازش کا نشانہ مسلم لیگ بھی بنی۔ سقوط ڈھاکہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ملک کی سالمیت اور اس کی بقا صرف اور صرف حقیقی جمہوریت اور جمہوری عمل کے ساتھ منسلک ہے۔ پاکستان کی بقا مسلم لیگ سے وابستہ ہے۔ یہی جماعت پاکستان کی سالمیت کی محافظ ہے۔ میں یہاں واضح طور پر کہہ رہی ہوں کہ مسلم لیگ اور پاک فوج ایک ماں کے دو بیٹے ہیں۔ ایک نظریاتی سرحدوں کا نگہبان اور دوسرا جغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہے۔ نواز شریف کی قیادت میں انشاء اللہ ملک حقیقی اسلامی جمہوریہ پاکستان بنے گا۔ اس میں شریعت کا نفاذ ہوگا اور وہ دن دور نہیں جب کشمیر بنے گا پاکستان۔ حکمران بڑے بڑے ایوانوں سے نکل کر گلی کوچوں میں اپنے خلاف اٹھنے والی آواز اور مہنگائی کے ہاتھوں مجبور و پریشان غریبوں کے دل سے نکلی ہوئی بددعاؤں کو سنیں۔ ظلم اور زیادتیاں ہماری حب الوطنی میں کمی نہیں لاسکتیں۔ ہمارا تو جینا مرنا پاکستان کے لئے ہے۔ آئیں ایک بار پھر تحریک پاکستان والا جذبہ اپنے دلوں میں زندہ کر کے ملکی استحکام اور سربلندی اسلام کے لئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنے ملک کی سالمیت پر قربان ہو جائیں۔ اگر یہ وقت گزر گیا تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی بھی معاف نہیں کریں گی۔ اس وقت ہم ملک کو درپیش خطرات سے نبٹنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت نہ ہوئے تو تاریخ میں کوئی دوسرا حمود الرحمٰن ہماری بوسیدہ ہڈیوں سے انتقام اور احتساب کی سفارش کرے گا۔ علامہ اقبال اسی کے متعلق کہہ گئے ہیں:

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

موجودہ حکومت کو ایک سال ہونے کو آیا ہے۔ منتخب وزیر اعظم محمد نواز شریف اور حسین نواز کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا گیا لیکن آج تک کوئی کرپشن ثابت نہیں کر سکے۔ سامنے لائے تو صرف ایک ہائی جیکنگ کا کیس اور اس کیس کے بارے میں عدالت میں ثابت ہو رہا ہے کہ ہائی جیکر جسے کہا جا رہا ہے وہ ہائی جیکر نہیں ہے۔ شبخون مارنے والوں کی نیت واضح ہو چکی ہے۔ نواز شریف پر ہر طرح کے ظلم توڑے گئے ہیں مگر آج وہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔

آج جس انداز سے سوچتے ہیں شاید انہوں نے پہلے کبھی ایسے نہیں سوچا تھا۔ موجودہ حکومت نے قوم کو مہنگائی اور معاشی بحران کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ یہی نہیں ملک کی بقا اور سلامتی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ موجودہ حکومت کی ناقص حکمت عملی کے باعث ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جہاد کشمیر کی سب سے بڑی تنظیم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ نواز شریف نے آزادی کشمیر کے لئے جو جدوجہد کی تھی اسے ضائع کر دیا گیا۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ اس موقع پر ملک کی کسی سیاسی جماعت نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا کہ پاکستان میں بڑی اور عوامی سیاسی جماعتیں موجود ہیں۔ میں ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں سے امید کرتی ہوں کہ ملک وقوم پر جب بھی ایسا وقت آئے تو ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے جس سے ثابت ہو کہ پاکستان میں منظم سیاسی پارٹیاں موجود ہیں۔ نواز شریف سانحہ مشرقی پاکستان کا داغ کشمیر کی آبشاروں سے دھونے والے تھے مگر یہود و ہنود نے انہیں ایسا نہیں کرنے دیا۔ آج 14 کروڑ عوام ہی نہیں، پورا عالم اسلام واقف ہو چکا تھا کہ موجودہ حکومت ملک وقوم کو کس طرف لے جا رہی ہے مگر میں حکمرانوں کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ اب پاکستان کی ترقی کی راہ میں وہ زیادہ دیر رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا اور اس کی حفاظت کے لئے پاک فوج کو منظم کیا۔ آج پاکستان کو پاک فوج کی بے حد ضرورت ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ سیاسی قیادت بھی ناگزیر ہے۔ نواز شریف ان کے بھائی شہباز شریف اور حسین نواز پر ایک سال میں کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکا۔ مسلح افواج قومی سلامتی و دفاع کی ذمہ دار ہیں۔ ہم کبھی اس سے انتقام کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ فوجی حکومت نے ایک سال میں ملک کو

بحرانوں سے دو چار کر دیا ہے۔ عوام کو بے حال اور بین الاقوامی سطح پر ملک کو تنہا کر دیا گیا ہے۔ عوام کے اندر بے چینی اور مایوسی جنم لے رہی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ فوج فوری واپس چلی جائے اور پارلیمنٹ کو بحال کیا جائے۔ نواز شریف ایک محب وطن سیاستدان کے طور پر کبھی عوام کو فوج کے خلاف کھڑا نہیں ہونے دیں گے۔ بہت احتساب ہو چکا، راستہ ڈھونڈنے والی قوت کو ہم باعزت واپسی کا راستہ دینے کو تیار ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ آزمائش پر پورا اترے۔ اب نواز شریف کو اپنے پانچ سال پورے کرنے کا موقع دیا جائے۔ میں وثوق سے کہتی ہوں کہ وہ نہ صرف قومی مسائل سمجھتے ہیں بلکہ انہیں حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ مسائل کا حل صرف اور صرف مسلم لیگ اور نواز شریف سے مشروط ہے اور یہی وزیراعظم قومی بقا و سلامتی کو یقینی بنانے اور مسائل کے حل کا فریضہ انجام دے گا۔ میں آخر میں چیف ایڈیٹر نوائے وقت مجید نظامی، عارف نظامی اور ادارہ نوائے وقت کی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں گفتگو کرنے کا موقع عطا کیا۔ میں کوئی سیاستدان ہوں نہ مقرر۔ میں تو حالات کی وجہ سے یہاں آئی ہوں اور جونہی میرے ملک اور جمہوریت کے مصائب و آلام ختم ہوئے میں واپس اپنے گھر چلی جاؤں گی۔ میں تو آپ لوگوں کے ساتھ ملک بچانے کے جہاد میں شریک ہوں اور اس موقع پر میں مجید نظامی کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے ہر مشکل دور میں قلم کی طاقت سے جہاد کیا اور آج بھی وہ ایک جوان کی طرح اس میدان میں کھڑے ہیں۔ خدا انہیں سلامت رکھے تاکہ یہ قوم ان کی رہنمائی سے فیض یاب ہو سکے۔ (آمین)

میرے خطاب کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست منعقد ہوئی جس کی تفصیل یوں ہے:

سوال: اگر آپ کو سیاست میں رول ادا کرنا ہے، پھر آپ مسلم لیگ سے باقاعدہ مینڈیٹ کیوں نہیں لیتیں؟ مزید براں قوم نازک دور سے گزر رہی ہے ملک کی بحالی کے لئے کوئی پروگرام دیجئے؟

میں اس لئے مینڈیٹ نہیں لینا چاہتی کیونکہ میرا سیاست میں آنے کا کوئی ارادہ نہیں۔

اللہ یہ مشکل وقت جلد ٹال دے۔ میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ جس طرح نواز شریف کی حکومت لمحوں میں چلی گئی یہ بھی چلی جائے گی۔ پروگرام مجھے نہیں نواز شریف کو دینا ہے۔ اب نواز شریف ایک بدلے ہوئے انسان ہیں۔ اتنا مضبوط اور ملک کے لئے کچھ کرنے کا عزم رکھنے والا شخص میں نے پہلے نہیں دیکھا۔ وہ باہر آئیں گے تو قوم کو ضرور کوئی پروگرام دیں گے۔

سوال: بعض مسلم لیگی ارکان اسمبلی ناراض ہیں۔ آپ انہیں منانے کے لئے کیا کر رہی ہیں؟

مسلم لیگ کے جو لوگ ناراض ہیں ان سے پوچھئے کیوں ناراض ہیں، میں ناراض نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے وہ پاکستان کی بقا کے لئے آج بھی قدم سے قدم ملا کر چلیں گے۔ اگر وہ آپ کو اپنی ناراضگی بتائیں تو مجھے بھی بتا دیجئے گا۔

سوال: آپ کا باتھ روم ایک کروڑ روپے کا ہے جب کہ ہمارے پاس سونے کے لئے بستر نہیں، پھر آپ ہم غریبوں کے مسائل کیسے سمجھ سکتی ہیں، پہلے آپ اپنا محل فروخت کریں پھر مانوں گا آپ سچی پاکستانی ہیں؟

بیٹا! آپ نے وہ باتھ روم دیکھا ہے؟ جس کی مالیت ایک کروڑ روپے ہے ہمارے گھر میں کہیں بھی سرکاری وسائل استعمال نہیں ہوئے۔ بینظیر کے دور میں زمین خریدی گئی۔ یہ زمین شریف میڈیکل سٹی لاء کالج، سکول، ٹیکنیکل کالج قائم کرنے کے لئے خریدی گئی۔


نوازش
بیگم

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف بیگم محترمہ کلثوم نواز شریف کے ساتھ وزارت عظمیٰ کے دوران

تقریر کا ایک انداز



چاغی کی طرف سفر

بیگم کلثوم نواز شریف اپنے داماد کیپٹن صفدر کے ہمراہ چاغی کے مقام پر جھنڈا لہرا رہی ہیں۔

بیگم کلثوم نواز شریف کی گاڑی کو پولیس کرین کے ذریعے لے جا رہی ہے۔ گاڑی میں اس وقت
بیگم کلثوم نواز شریف، تہمینہ دولتانہ، چودھری صفدر رحمان اور جاوید ہاشمی موجود ہیں۔

میاں محمد نواز شریف کی نظر بندی کے ابتدائی دنوں میں

سول کپڑوں میں ملبوث سرکاری اہلکار بیگم کلثوم نواز شریف کے بھتیجے احسن لطیف کو ماڈل ٹاؤن کے باہر سے گرفتار کر رہے ہیں

بیگم کلثوم نواز شریف اور کیپٹن صفدر پولیس کے حملے کا مقابلہ کرتے ہوئے

بیگم کلثوم نواز شریف اپنی رہائش گاہ پر چودھری صفدر رحمان کو گرفتار کرنے کے لئے آنے والے مجسٹریٹ سے وارنٹ طلب کر رہی ہیں۔

مانسہرہ، کیپٹن صفدر کے گھر کے باہر محاصرہ



بیگم کلثوم نواز شریف سفر جمہوریت کے دوران

سفر جمہوریت کی کامیابی کی دعا

بیگم کلثوم نواز شریف چولستان میں قحط سالی کی متاثرہ خاتون کو مالی امداد دے رہی ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف چولستان جاتے ہوئے، پولیس نے ان کے قافلے کو روکا جس کی وجہ سے کارکنوں نے سڑک پر دھرنا دیا ہوا ہے۔



جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مجلس تحفظ پاکستان کے جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے

بیگم کلثوم نواز شریف جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جبکہ سٹیج پر سجادہ نشین بھیرہ شریف جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب، تہمینہ دولتانہ اور صاحبزادہ میجر (ر) محمد ابراہیم شاہ بھی جلوہ افروز ہیں۔

اقبال ظفر جھگڑا مجلس تحفظ پاکستان کے جلسے کو خطاب کرتے ہوئے۔

بیگم کلثوم نواز شریف، سرانجام زمیندار، پیر صابر شاہ، نثار احمد خان اور اقبال ظفر جھگڑا کے ہمراہ پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہی ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف اپنے پہلے جلسہ میں شرکت کے لئے موچی گیٹ جاتے ہوئے، والہانہ استقبال پر کارکنوں کے نعروں کا جواب دیتے ہوئے۔



''مجلس تحفظ پاکستان'' کے قافلے کے پہلے جلسہ میں بیگم کلثوم نواز شریف، بیگم و شیخ تاج الدین کارکنوں کے ہمراہ شریک ہیں

مجلس تحفظ پاکستان



نام کارکن: شیخ تاج دین

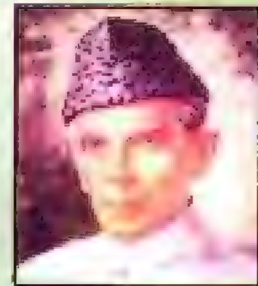
مکمل پتہ: مکان نمبر 70 چوک نواب صاحب اندرون موچی گیٹ لاہور

تاریخ اجراء: 22-7-2000

CODE NUMBER

LHR-000-371





مجلس تحفظ پاکستان

فرمان قائداعظمؒ

ہم ہر شخص کے دوست بننے کو تیار ہیں۔ لیکن بھروسہ اپنی قوت پر ہی کریں گے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ کندھے سے کندھا ملا کر مسلم لیگ کی صفوں میں کھڑے ہو جاؤ۔ 4 مارچ 1947ء

ایمانی۔ رحمانی اور ملکوتی طاقتیں ہمیشہ باطل طاقتوں اور یزیدی قوتوں پر غالب آکر رہتی ہیں۔ ایسا بہت جلد ہو کر رہے گا۔ انشاءاللہ۔ محمد نواز شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



BEGUM KALSOOM NAWAZ
PAKISTAN MUSLIM LEAGUE

محترم شیخ تاج دین صاحب

السلام علیکم!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

مجھے اس امر کا اظہار کرتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ آپ نے اپنے ساتھی کارکنوں کے ہمراہ مجلس تحفظ پاکستان میں شرکت کر کے مسلم لیگ سے دلی وابستگی اور وطن دوستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ کے لئے مجلس تحفظ پاکستان میں آپ کی باقاعدگی سے شرکت اور اس کے نتیجے میں حالات سے آگاہی ملک کو درپیش مسائل کے حل میں مفید اور مددگار ثابت ہوگی۔

آج وطن عزیز میں ہر طرف افراتفری کا عالم ہے۔ ناموس رسالت جس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا اس کے تحفظ کے لئے مسلمان کٹ تو سکتے ہیں مگر اس پر ذرا برابر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اس وقت نااہل حکمران ٹولے کی ناقص اقتصادی حکمت عملی کی وجہ سے ملک تباہی و بربادی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ موجودہ حکومت کے آمرانہ طرز عمل سے جمہوریت کے مستقبل کو جو خطرات آج درپیش ہیں ان سے ہمیں اسے محفوظ رکھنا ہے۔ پاکستان کا دفاع خطرے میں ہے اس کا تحفظ کرنا ہر محب وطن پاکستانی کا فرض ہے۔ ایٹمی دھماکے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثمرات کو ہر صورت برقرار رکھنا ہے۔ آپ کی پر خلوص کوششوں سے ہم بہت جلد اپنی منزل پانے میں کامیاب ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

آپ کی بہن

کلثوم نواز شریف

شیخ تاج دین صاحب
تاج مینشن [illegible] حمام والی گلی
چوک نواب صاحب اندرون موچی گیٹ، لاہور

180-H, MODEL TOWN, LAHORE - PAKISTAN. TEL (041) [illegible] FAX [illegible]



جنرل سیلز ٹیکس اور تاجروں کے خلاف آپریشن پر مسلم لیگی خواتین لکشمی چوک لاہور میں شمع جمہوریت مارچ کر رہی ہیں



یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں



مانسہرہ میں محترمہ کے استقبال کا منظر



مانسہرہ، میں جلسے سے خطاب کرتے ہوئے



جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب، بیگم کلثوم نواز شریف کے ساتھ
مجلس تحفظ پاکستان کے تحت ماڈل ٹاؤن میں جلسے کے دوران



بیگم کلثوم نواز شریف، بیگم تہمینہ دولتانہ اور چودھری صفدر الرحمان فیصل آباد میں ریلی کے دوران عوام
کے نعروں کا جواب دے رہے ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف 6 ستمبر کو شہدائے لاہور کی یادگار پر فاتحہ پڑھ رہی ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف جڑانوالہ میں ایڈووکیٹ اقبال رعد شہید کے چہلم کے موقع پر اجتماع سے خطاب کر رہی ہیں



بیگم کلثوم نواز شریف کوئٹہ میں متاثرین قحط سالی کے کیمپ میں ایک بزرگ خاتون سے گفتگو کرتے اور مالی امداد دیتے ہوئے۔



بیگم کلثوم نواز شریف کراچی میں بدین کے متاثرین سیلاب کے لئے امدادی سامان کا جائزہ لے رہی ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف، سردار عبدالقیوم نیلا بھٹ کے مقام پر جلسہ عام میں شریک ہیں۔



بیگم کلثوم نواز شریف، زعیم قادری اور عبدالغفور ایم پی اے کے ساتھ



بیگم کلثوم نواز شریف ایک سیاسی کارکن کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے



بیگم کلثوم نواز شریف بلوچستان میں قحط سالی کے متاثرین کے کیمپ میں ایک بچے کو گود میں اُٹھا کر پیار کر رہی ہیں۔



محترمہ کلثوم نواز شریف ایک کارکن کے ساتھ



محترمہ کلثوم نواز شریف ایک کارکن کے ساتھ



بیگم کلثوم نواز شریف کارکنوں کے ہمراہ



کیپٹن صفدر مسلم لیگی کارکنوں کے ہمراہ



کیپٹن صفدر کارکنوں کی شکایات سنتے ہوئے۔



کیپٹن صفدر مانسہرہ میں کچھ مہمانوں کے ساتھ



ایک یادگار تصویر



محترمہ کلثوم نواز شریف لاہور کے ایک متمول کشمیری گھرانے میں ڈاکٹر حفیظ بٹ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب حافظ قرآن اور دیندار شخصیت تھے۔ ان کی تربیت کا اثر ان پر نمایاں رہا۔ محترمہ نے میٹرک کے بعد اسلامیہ کالج برائے خواتین کوپر روڈ سے پری میڈیکل میں ایف ایس سی کیا۔ پھر ایف سی کالج سے بی ایس سی اور پنجاب یونیورسٹی سے اردو ادب میں امتیازی نمبروں سے ماسٹر کیا۔ اردو شاعری میں فطرت نگاری 1857 تا 1947 کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا تھیسز بھی لکھا ہے

میاں محمد نواز شریف کے حبالہ عقد میں آئیں تو خوش بختی کا نیا دور شروع ہوا۔ شادی کا یہ بندھن دونوں کے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا۔ اس بندھن میں بندھتے ہی میاں صاحب پر کامیابیوں اور ترقیوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ 1981ء میں پہلے وہ پنجاب کے وزیر خزانہ بنے' پھر وہ 1985ء میں وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب ہوئے۔ اس کے بعد مدارج طے کرتے ہوئے وزارت عظمیٰ کی مسند تک پہنچے۔ پہلے 1990ء میں پھر 1997ء میں وزیر اعظم بنے۔ اس طرح محترمہ کو دو بار ملک کی خاتون اول بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

ایک متمول فیملی کی بیٹی اور اعلیٰ صنعت کار فیملی کی بہو ہونے کے باوجود محترمہ کی طبیعت میں سادگی اور مزاج میں دھیما پن ہے۔ دو بار خاتون اول بنیں تاہم ان میں غرور کے بجائے عجز وانکساری دیکھنے میں آئی وہ ایک خالص گھریلو خاتون ہیں۔ 12 اکتوبر کا سانحہ ان کے اندر بہت بڑا انقلاب لایا اور لوگوں نے ان کی شخصیت کا نیا روپ دیکھا۔ وہ اپنے شوہر کو آزاد کرانے کیلئے میدان میں نکل پڑیں۔ ان کے عزم و حوصلے اور ان میں چھپی سیاسی سوجھ بوجھ کو دیکھ کر سیاست کے بڑے بڑے جغادری ششدر رہ گئے۔ اس مہم میں انہوں نے تحمل اور تدبر سے کام لیتے ہوئے نہ صرف اپنا دامن بچایا بلکہ اپنے شوہر کو بھی بچا لیا۔ ملک کی واحد خاتون ہیں جو شوہر کی محبت میں چاردیواری سے باہر آئیں اور اسی کی محبت میں چاردیواری میں واپس چلی گئیں۔ بلا شبہ وہ پاکستانی خواتین کے لئے رول ماڈل ہیں۔